

فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾
سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔

بہشتی گوہر

مؤلف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ



فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾

ترجمہ: سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔

بہشتی گوہر

مؤلف

حکیمُ الامّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ

۱۲۸۰ھ - ۱۳۶۲ھ



عرض ناشر

”بہشتی گوہر“ اردو زبان میں فقہ حنفی کی ایک معتبر و مستند کتاب ہے جو خالص مردوں کے مسائل کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

آج تک اردو زبان میں جتنی بھی کتابیں اس موضوع پر تالیف کی گئی ہیں، ان میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیف ”بہشتی گوہر“ ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔

”بہشتی گوہر“ کا شمار اگرچہ قدیم کتابوں میں ہوتا ہے مگر یہ آج بھی روزِ اوّل کی طرح مقبول و معروف ہے اور آج بھی برصغیر کے تمام دینی مدارس کے طلباء، علماء اور عربی داں طبقہ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

”بہشتی گوہر“ برصغیر کے مختلف اور معروف طباعتی اداروں سے وقفاً فوقاً شائع ہوتی رہی ہے، تاہم اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کو متعلمین کی سہولت کے لئے جدید طباعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے طبع کیا جائے۔

ادارۃ البشریٰ نے انتہائی شدت کے ساتھ اس ضرورت کو محسوس کیا، اور اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ نفس مضمون و مفہوم میں کسی بنیادی تبدیلی کے بغیر ہی یہ فریضہ سرانجام دیا جائے، چنانچہ ممتاز علماء کرام کی زیر نگرانی انتہائی تحقیق و احتیاط کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام پایا۔ اور حاشیہ میں جن فقہی مصادر اور احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے، انکی از سر نو تحقیق اور تخریج کرائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بلند درجات کو مزید بلند فرمائے اور ادارۃ البشریٰ کے ساتھ جن حضرات نے جس انداز میں بھی تعاون فرمایا ہے اور فرماتے ہیں، ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری اس کاوش کو قبول عام بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ادارۃ البشریٰ

للطباعة والنشر

۲۹/ رمضان ۱۴۲۹ھ

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۴	جماعت کا بیان	۳۵	نماز کے وقتوں کا بیان	۶	دیباچہ جدیدہ
۶۵	جماعت کی فضیلت اور تاکید	۳۷	اذان کا بیان	۷	اصطلاحات ضروریہ
۷۲	جماعت کی حکمتیں اور فائدے	۳۹	اذان و اقامت کے احکام	۹	دیباچہ قدیمہ
۷۳	جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۱	اذان اور اقامت کے سنن اور مستحبات	۱۱	کتاب الطہارۃ
۷۵	جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۴۴	متفرق مسائل	۱۱	پانی کے استعمال کے احکام
۸۵	جماعت کے احکام	۴۶	نماز کی شرطوں کا بیان	۱۳	پاک ناپاکی کے بعض مسائل
۸۷	مقتدی اور امام کے متعلق مسائل	۴۶	مسائل طہارت	۱۹	پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے
۹۵	جماعت میں شامل ہونے، نہ ہونے کے مسائل	۴۸	قبلے کے مسائل		بچنا چاہئے
		۴۸	نیت کے مسائل	۲۰	استنجا کا بیان
۹۸	نماز جن چیزوں سے فاسد ہوتی ہے	۴۹	تکبیر تحریمہ کا بیان	۲۱	وضو کا بیان
۱۰۱	نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے	۵۰	فرض نماز کے بعض مسائل	۲۲	موزوں پر مسح کرنے کا بیان
۱۰۳	نماز میں حدث ہو جانے کا بیان	۵۳	تحیۃ المسجد	۲۳	حدث اصغر کے احکام
۱۰۷	سہو کے بعض مسائل	۵۴	نوافل سفر	۲۴	غسل کا بیان
۱۰۷	نماز قضا ہو جانے کے مسائل	۵۵	نماز [بوقت] قتل	۲۷	جن صورتوں میں غسل فرض نہیں
۱۰۷	مریض کے بعض مسائل	۵۶	تراویح کا بیان	۲۹	جن صورتوں میں غسل واجب ہے
۱۰۸	مسافر کی نماز کے مسائل	۵۸	نماز کُوف و خُوف	۳۰	جن صورتوں میں غسل سنت ہے
۱۱۰	خوف کی نماز	۶۰	استنجا کی نماز کا بیان	۳۰	جن صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے
۱۱۲	جمع کی نماز کا بیان	۶۰	فرائض و واجبات صلوٰۃ کے متعلق بعض مسائل	۳۱	حدث اکبر کے احکام
۱۱۳	جمع کے فضائل			۳۳	تیمم کا بیان
۱۱۷	جمع کے آداب	۶۲	نماز کی بعض سنتیں	۳۵	تتمہ حصہ دوم بہشتی زیور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۹	بطور اختصار چند مقوی باہ غذاؤں کا ذکر	۱۷۳	زکوٰۃ کا بیان	۱۱۹	جمعہ کی نماز کی فضیلت اور تاکید
۲۰۰	ضعیف باہ کی دوسری صورت کا بیان	۱۷۳	سائہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	۱۲۱	نماز جمعہ کا بیان
۲۰۳	چند کام کی باتیں	۱۷۴	اونٹ کا نصاب	۱۲۱	نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں
۲۰۳	کثرت خواہش کا بیان	۱۷۶	گائے اور بھینس کا نصاب	۱۲۳	جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں
۲۰۴	کثرت احتلام	۱۷۷	بکری بھیڑ کا نصاب	۱۲۴	جمعہ کے خطبے کے مسائل
۲۰۵	چند متفرق نسخے	۱۷۸	زکوٰۃ کے متفرق مسائل	۱۲۷	نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ کے دن کا
۲۰۵	آتشک	۱۸۰	تمتہ حصہ پنجم اصلی بہشتی زیور	۱۲۹	نماز کے مسائل
۲۰۷	سوزاک کا بیان	۱۸۰	بالوں کے متعلق احکام	۱۳۰	عیدین کی نماز کا بیان
۲۰۸	ٹھہیہ کا اوپر کو چڑھ جانا	۱۸۲	شفعہ کا بیان	۱۳۵	کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان
۲۰۸	آنت اترنا اور فوطے کا بڑھنا	۱۸۳	مرأعت اور مساقاۃ کا بیان	۱۳۷	سجدہ تلاوت کا بیان
۲۱۱	فوطوں یا جگسا سوں میں خراش ہو جانا	۱۸۷	نشے دار چیزوں کا بیان	۱۳۹	میت کے غسل کے مسائل
۲۱۲	التماس مؤلف	۱۸۷	شرکت کا بیان	۱۴۰	میت کے کفن کے بعض مسائل
۲۱۳	بہشتی جو ہر ضمیمہ اصلی بہشتی گوہر	۱۹۱	تمتہ حصہ نہم اصلی بہشتی زیور	۱۴۱	جنازے کی نماز کے مسائل
۲۱۳	موت اور اُس کے متعلقات اور زیارت	۱۹۱	تمہید	۱۴۹	دفن کے مسائل
	قبور کا بیان	۱۹۱	مردوں کے امراض	۱۵۳	شہید کے احکام
۲۲۱	مسائل	۱۹۴	ضعیف باہ اور سرعت کا بیان	۱۵۷	جنازے کے متفرق مسائل
۲۲۶	ضمیمہ ثانیہ بہشتی گوہر مسماۃ بہ	۱۹۶	ضعیف باہ کے لئے چند دواؤں اور	۱۶۰	مسجد کے احکام
	تعدیل حقوق الوالدین		غداؤں کا بیان	۱۶۳	تمتہ حصہ سوم اصلی بہشتی زیور
.....	۱۹۶	حلوامقوی باہ اور مغلط منی دافع سرعت	۱۶۳	روزے کا بیان
.....		مقوی دل و دماغ و گردہ	۱۶۸	اعتکاف کے مسائل

دیباچہ جدیدہ بہشتی گوہر

یہ تو معلوم ہے کہ بہشتی گوہر کوئی مستقل تالیف نہیں ہے، بلکہ منتخب رسالہ ہے رسالہ ”علم الفقہ“ مؤلفہ مولانا عبدالشکور صاحب سے جیسا کہ اس کے دیباچہ قدیمہ سے ظاہر ہے۔ مگر اس مرتبہ بعض مسائل کو علم الفقہ سے ملا کر دیکھا گیا تو اُس کے اور اس کے بعض مسائل میں کچھ اختلاف ملا۔ اس پر بہشتی گوہر کا مؤدہ تلاش کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اختلاف کس وجہ سے ہوا ہے۔ انتخاب کے وقت ہی یہ اختلاف پیدا ہوا ہے یا بعد میں کسی نے کمی یا زیادتی کی، لیکن مؤدہ نہ مل سکا۔ نیز بعض مسائل خود اصل علم الفقہ میں محتاج تحقیق مکرر نظر پڑے۔ لہذا اب دوبارہ کل بہشتی گوہر پر نظر کرنا ضروری ہوا۔ لہذا احقر کے عرض پر حکیم الامت مجدد الملت معظم و محترم حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب (نور اللہ مرقدہ العالی) نے بوجہ کثرت مشاغل اس مرتبہ اس طرح نظر فرمائی کہ بہشتی گوہر کو اوّل سے آخر تک ایک سرسری نظر سے ملاحظہ فرمایا اور اس میں جس مسئلہ میں شبہ ہوا اس پر نشان کر دیا، پھر ان مقامات کو برادر مکرم مولانا ظفر احمد صاحب کی خدمت میں احقر نے حسب الحکم حضرت الامت رحمۃ اللہ علیہ اس غرض سے پیش کیا کہ ان نشان زدہ مقامات کو کتب فقہ میں نکال کر بہشتی گوہر کی عبارت کو درست کر دیا جائے۔ چنانچہ بھائی صاحب موصوف نے نہایت جانفشانی سے اس کام کو انجام دیا اور مواقع ضرورت میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ بھی فرماتے رہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات نشان زدہ کو درست فرمادیا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ۔ اور چونکہ اس مرتبہ بہشتی گوہر کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ اُن کا حوالہ نہیں ہے۔ لہذا میرے مکرم احباب مولانا وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی زاد مجددہ مولانا مولوی عبدالکرم صاحب گتھولی مرحوم نے نہایت محنت و عرق ریزی سے تمام کتب فقہ سے تلاش کر کے ان سب مسائل کے حوالے درج کئے اور جن مسائل میں پہلے حوالے تھے ان میں صفحات کا حوالہ نہ تھا، اُن سے میں صفحات کے حوالے درج ہوئے اور اگر پہلی لکھی ہوئی کتاب میں باوجود تلاش کے مسئلہ نہ مل سکا تو اُس کتاب کی جگہ دوسری کتاب کا حوالہ دیا گیا اور مواقع ضرورت میں بعد مشورہ عبارت میں بھی تغیر فرمایا۔ غرض کہ اس مرتبہ اس قدر ترمیم ہوئی ہے کہ گویا بہشتی گوہر کو دوبارہ تالیف کیا گیا ہے اور بہشتی زیور میں تو اس امر کا التزام کیا تھا کہ اس مرتبہ جو کچھ کمی یا اضافہ ہوا ہے اس کی اطلاع حاشیہ پر کر دی ہے، لیکن چونکہ بہشتی گوہر میں تغیر بہت زیادہ ہوا ہے اس لئے اس میں اس کا التزام نہیں ہو سکا، بلکہ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اس سے پہلے کے جس قدر مطبوعہ بہشتی گوہر ہیں اُن کو اس سے درست کر لیا جائے، کیونکہ اس جدید نسخہ کے مسائل صحیح اور مطبوعہ سابق کے بعض مسائل غلط ہیں۔

ضروری التماس

بہشتی زیور اور بہشتی گوہر پر چونکہ پوری طرح نظر ثانی حضرات متذکرہ بالا نے فرمائی ہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تو محض ایک سرسری نظر فرمائی ہے، لہذا ان میں جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں (اگرچہ اپنے نزدیک تو کوتاہی چھوڑی نہیں ہے) اُن کو حضرت حکیم الامت دایم ظہم کی طرف نسبت کر کے خواخواہ معاندانہ اعتراض سے بچیں۔ ہاں طلب حق کیلئے اگر کسی مسئلہ کی بابت دریافت کرنا ہو تو پوچھیں، مگر طرز سوال سے طلب حق یا عناد صاف طور پر معلوم ہونی جاتا ہے۔

محمد شبیر علی تھانوی عفی عنہ

اصطلاحات^① ضروریہ

جاننا چاہئے کہ جو احکام الہی بندوں کے افعال اعمال کے متعلق ہیں اُن کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی (۸) مباح۔

(۱) **فرض**: وہ ہے وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عین، اور فرض کفایہ۔

فرض عین وہ ہے جس کا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو کوئی اس کو بغیر کسی عذر کو چھوڑے وہ مستحق عذاب اور فاسق ہے، جیسے پنج وقتی نماز اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔ فرض کفایہ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں، بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔^②

(۲) **واجب**: وہ ہے جو دلیل ظنی^③ سے ثابت ہو، اس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہے اور عذاب کا مستحق ہے، بشرطیکہ بغیر کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو اس کا انکار کرے وہ بھی فاسق ہے، کافر نہیں۔^④

(۳) **سنت**: وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، اور اس کی دو قسمیں ہیں: سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ۔ سنت مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر اور تنبیہ نہ کی ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے، یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے اور نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں، مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے۔

① یہ مضمون اہل مطالع میں سے کسے نے بڑھایا ہے، حضرت مؤلف علامہ کانہیں۔ (خشعی) ② ردالمحتار ۱/۲۱۵۔

③ دلیل ظنی وہ دلیل ہے کہ جس میں دوسرا بھی احتمال ضعیف ہو اور دلیل قطعی سے درجہ میں مؤخر ہو۔ (خشعی)

④ ردالمحتار ۱/۹۰۶-۹۰۷۔ ⑤ شفاعت سے مراد مطلق شفاعت نہیں جو اہل کبار تک کیلئے عام ہوگی، بلکہ مراد وہ شفاعت ہے جو اتباع سنت کا

سنتِ غیر مؤکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کبھی ترک بھی کیا ہو، اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں، اور اس کو سنتِ زائدہ اور سنتِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔^(۱)

(۴) **مستحب**: وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی۔ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوُّع بھی کہتے ہیں۔^(۲)

(۵) **حرام**: وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔^(۳)

(۶) **مکروہ تحریمی**: وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے، اور اس کا بغیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔^(۴)

(۷) **مکروہ تنزیہی**: وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔^(۵)

(۸) **مباح**: وہ فعل ہے جس کے کرنے میں نہ ثواب ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔^(۶)

① ردالمحتار ۱/۲۳۰ و ۹/۵۵۸۔ ② ردالمحتار ۱/۲۳۰ و ۹/۵۵۸۔ ③ ردالمحتار ایضاً۔

④ شرح التنویر و ردالمحتار ۹/۵۵۸۔ ⑤ ردالمحتار ۹/۵۵۷۔ ⑥ ردالمحتار ایضاً۔

بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ملقب بہ ”بہشتی گوہر“

دیباچہ قدیمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد والصلوة، یہ رسالہ بہشتی گوہر تتمہ ہے ”بہشتی زیور“ کا جو اس کے قبل دس حصوں میں شائع ہو چکا ہے اور جس کے اخیر حصہ کے ختم پر اس تتمہ کی خبر اور ضرورت کو ظاہر کیا جا چکا ہے، لیکن بوجہ کم فرصتی کے اس کے جمیع مسائل کو اصل کتب فقہیہ متداولہ سے نقل کرنے کی نوبت نہیں آئی، بلکہ رسالہ علم الفقہ کو جو لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، اور جسمیں اکثر جگہ اصل کتب کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے، ایک طالب علمانہ نظر سے مطالعہ کر کے اسمیں سے اس تتمہ کے مناسب یعنی ضروری مسائل جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں مقصوداً اور کسی عارضی مصلحت سے مسائل مشترکہ تبعاً منتخب کر کے ایک جگہ جمع کرنا کافی سمجھا گیا ہے، البتہ مواقع ضرورت میں اصل کتب سے بھی مراجعت کر کے اطمینان کیا گیا اور جہاں کہیں مضامین یا حوالہ کتاب کی غلطیاں تھیں ان سب کی اصلاح اور درستی کر دی گئی، اور کہیں کہیں قدرے کمی بیشی یا تغیر عبارت یا مختصر اضافہ بھی کیا گیا ہے، جس سے یہ مجموعہ من وجہ مستقل اور من وجہ غیر مستقل ہو گیا، اور بعض ضروری مسائل ”صفائی معاملات“ سے بھی لئے گئے۔ کچھ بعید نہیں کہ پھر بھی بعض مسائل مہمہ اسمیں رہ گئے ہوں، اس لئے عام ناظرین سے درخواست ہے کہ ایسے ضروری مسائل سے بعنوان سوال اطلاع فرمائیں تاکہ طبع آئندہ میں اضافہ کر دیا جاوے اور خاص اہل علم سے امید ہے کہ ایسی ضروریات کو از خود اسکے اخیر

① یعنی سرسری نظر سے اور وہ بھی صرف ایک تہی نہ کہ متعدد۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح طالب علم مطالعہ کرتے وقت صرف انھیں مقامات کو قابل غور سمجھتا ہے جن میں اس کو شبہ ہوتا ہے اور انھیں کی تحقیق کی فکر کرتا ہے اور جو مقامات اُس کی سمجھ میں آ جاتے ہیں گو وہ فی نفسہ قابل تحقیق ہوں مگر وہ ان کے درپے نہیں ہوتا، یونہی ہم نے بھی صرف انھیں مقامات کی تحقیق کی ہے جو کہ ہم کو سرسری نظر میں مشتبہ معلوم ہوئے، اور جن مقامات میں ہم کو سرسری نظر میں شبہ نہیں معلوم ہوا ان کے متعلق ہم نے کوئی کاوش نہیں کی، بلکہ وہاں اصل کتاب پر اعتماد کیا ہے۔

میں مثل اضافہ حصہ دہم اصل کتاب بطور ضمیمہ کے ملحق فرمائیں۔ چونکہ اس میں مختلف ابواب کے مسائل ہیں اس لئے بہشتی زیور کے جن حصوں کا اس میں تتمہ ہے جن میں زیادہ مقدار حصہ سوم کے تتمہ کی ہے، ان کے مناسب اس کا تجزیہ کر کے ہر جزو مضمون کے ختم پر جلی قلم سے لکھ دیا جائے گا کہ یہاں فلاں حصہ کا تتمہ ختم ہوا اور آگے فلاں حصہ کا تتمہ شروع ہوتا ہے۔ پس مناسب اور سہل اور مفید طریقہ یہ ہوگا کہ جب کوئی مرد یا لڑکا کوئی حصہ بہشتی زیور کا مطالعہ میں یا درس میں ختم کر چکے تو قبل اسکے کہ آئندہ حصہ شروع کیا جاوے، اس حصہ منہ ختمہ کا تتمہ اس رسالہ میں سے اس کے ساتھ دیکھ لیا جاوے۔ پھر اصل کتاب کا حصہ آئندہ دیکھا پڑھا جاوے، اسی طرح اس کا ختم بھی ایسا ہی کیا جاوے۔ وعلیٰ هذا القیاس واللہ الکافی لكل خیر وهو الوافی من کل ضییر۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

آخر ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

تمتہ حصہ اول

کتاب الطہارۃ

پانی کے استعمال کے احکام

مسئلہ ①: ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ، بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے، نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے، اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے، مگر ایسے گارے سے مسجد نہ لیجیے۔

مسئلہ ②: دریا، ندی اور وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ کنواں جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو، جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو یہ طریقہ استعمال کا درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ استعمال سے منع کر دے۔

مسئلہ ③: کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں یا چشمہ یا حوض یا نہر ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے یا

① إذا تنجّس الماء القليل بوقوع النجاسة فيه: إن تغيرت أو صافه، لا ينتفع به من كل وجه كالبول، وإلا جاز سقى الدواب وبلّ الطين، ولا يطبخ به المسجد. [الهندية: ۲۹/۱] ② أعلم أنّ المياه أربعة أنواع: الأول ماء البحار، ولكل أحد فيها حق الشفة وسقى الأراضي، فلا يمنع من الانتفاع على أي وجه شاء، والثاني ماء الأودية العظام كسيحون، وللناس فيه حق الشفة مطلقاً، وحق سقى الأراضي إن لم يضرّ بالعمامة، فإن أضرّ بأن يفيض الماء ويفسد حقوق الناس أو ينقطع الماء عن النهر الأعظم أو يمنع جريان السفن، فلكل واحد مسلمان أو ذمياً أو مكاتباً منعه "بزازية". [رد المحتار ۱۰/۱۶، ۱۵] (فصل الشرب). ③ لا سقى دوابه إن خيف تخريب النهر لكثرتها، ولا سقى أرضه وشجره وزرعه ونصب دواب ونحوها من نهر غيره وقتاته وبثه إلا بإذنه؛ لأن الحق له فيتوقف على إذنه، وله سقى شجر أو خضر زرع في داره حملاً إليه بجواره وأوانيه في الأصح، ... ولو كانت البئر أو الحوض أو النهر في ملك رجل، فله أن يمنع مريد الشفة من الدخول في ملكه إذا كان يجد ماءً بقربه، =

جانوروں کو پلانے یا وضو و غسل اور پار چہ شویٰ کے لئے پانی لینے سے یا گھڑے بھر کر اپنے گھر کے درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں سب کا حق ہے، البتہ اگر کثرتِ جانوروں کی وجہ سے پانی ختم ہونے کا یا نہر وغیرہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو روکنے کا اختیار ہے، اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کا کام دوسری جگہ سے آسانی چل سکتا ہے (مثلاً کوئی دوسرا کنواں وغیرہ ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر موجود ہے اور وہ کسی کی مملوک زمین میں بھی نہیں ہے) یا اُس کا کام بند ہو جاوے گا اور تکلیف ہوگی۔ اگر اُسکی کارروائی دوسری جگہ سے ہو سکے تو خیر، ورنہ اس کنویں والے سے کہا جاوے گا کہ یا تو اس شخص کو اپنے کنویں یا نہر وغیرہ پر آنے کی اس شرط سے اجازت دو کہ نہر وغیرہ توڑے گا نہیں، ورنہ اس کو جس قدر پانی کی حاجت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اُسکے حوالہ کرو، البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بدون اُس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کو جائز نہیں، اس سے ممانعت کر سکتا ہے، یہی حکم ہے خود روگھاس کا، اور جس قدر نباتات بے تنہ ہیں سب گھاس کے حکم میں ہیں، البتہ تنہ دار درخت زمین والے کی مملوک ہیں۔

مسئلہ ①: اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ کنویں یا نہر والا اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ مشائخِ بلخ نے فتویٰ جواز کا دیا ہے۔

مسئلہ ②: دریا، تالاب اور کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے، مشک وغیرہ کے پانی بھر لے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا، اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر پیاس سے بے قرار ہو جائے تو زبردستی چھین لینا جائز ہے، جبکہ پانی والے کی سخت حاجت سے زائد موجود ہو، مگر اس پانی کا ضمان دینا پڑے گا۔

= فإن لم يجد يقال له أي لصاحب البئر ونحوه: إما أن تخرج الماء إليه أو تتركه ليأخذ الماء بشرط أن لا يكسر ضفته أي جانب النهر ونحوه؛ لأن له حينئذ حق الشفة لحديث أحمد "المسلمون شركاء في ثلث: في الماء، والكلاء، والنار" وحكم الكلاء كحكم الماء، فيقال للمالك: إما أن تقطع وتدفع إليه، وإلا تتركه ليأخذ قدر ما يريد. [الدر المختار ١٠/١٦-١٩] ① وجوز بعض مشائخ بلخ بيع الشرب لتعامل أهل بلخ، والقياس يترك للتعامل. [تمام الكلام في الدر المختار ورد المحتار. ٢٩/١٠] (فصل الشرب) ② وإن كان محرزا في الأوان يقاتله بغير السلاح قطعاً عند المحمصة درر إذا كان فيه فضل عن حاجته لمملكه بالإحراز، فصار نظير الطعام، (الدر المختار) ويضمن له ما أخذ؛ لأن حل الأخذ للاضطراب لا ينافي الضمان. [الدر المختار ورد المحتار ٢٠/١٠]

مسئلہ ①: لوگوں کے پینے کے لئے جو پانی رکھا ہوا ہو، جیسے گرمیوں میں راستوں پر پانی رکھ دیتے ہیں، اس سے وضو و غسل درست نہیں، ہاں اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں، اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اُس سے پینا درست ہے۔

مسئلہ ②: اگر کنویں میں ایک دو میٹگیں گر جاوے اور وہ ثابت نکل آوے تو وہ کنواں ناپاک نہیں ہوتا، خواہ وہ کنواں جنگل کا ہو یا بستی کا، اور من ہو یا نہ ہو۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل

مسئلہ: غلہ گاہنے کے وقت یعنی جب اُس پر بیلوں کو چلاتے ہیں، اگر بیل غلہ پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے، یعنی غلہ اس سے ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا، اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔

مسئلہ ⑤: کافر کھانے کی شے جو بناتے ہیں اسکو اور اسی طرح اُن کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے، تاوقتیکہ اُس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

مسئلہ ⑥: بعض لوگ جو شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اسکو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں، ہاں اگر

① الماء المسبل في الفلاة لا يمنع التيمم مالم يكن كثيراً، فيعلم أنه للوضوء أيضاً، ويشرب ما للوضوء. [الدر المختار ۱/ ۴۷۴ باب التيمم] ② قوله: (ويعرتي إبل وغنم) أي: لانزح بهما، وهذا استحسان، قال في "الفيض" فلا ينجس إلا إذا كان كثيراً، سواء كان رطباً أو يابساً، صحيحاً أو منكسراً، ولا فرق بين أن يكون للبئر حاجر كالمدن أو لا كالفلوات هو الصحيح. [رد المختار ۱/ ۴۲۲] ③ كما لو بال حمر حصّها لتغليظ بولها اتفاقاً على نحو حنطة تدوسها فقسم أو غسل بعضه أو ذهب بهبة أو أكل أو بيع كما مرّ حيث يطهر الباقي. [الدر المختار ۱/ ۵۸۸ والهندية ۱/ ۵۰] ولعلّ المؤلف اختار في ذلك مذهب محمد رضي الله عنه، فإن بول مائو كل لحمه طاهر عنده، ولذا لم يذكر قيد الهبة والتقسيم وإلا فقيّدوا المسئلة بالهبة والتقسيم. (ف) ④ "عام كتب فقہ میں تقسیم و ہبہ کی قید ہے، غالباً یہ مسئلہ امام محمد صاحب رضي الله عنه کے قول پر بلا قید تقسیم وغیرہ لکھا گیا ہے، کیونکہ وہ بول مائو کل لحمہ کو مطلقاً اور حمار وغیرہ کے بول کو ضرورت بولوی کی وجہ سے پاک کہتے ہیں"۔ (ظفر احمد) ⑤ لا بأس بطعام المجوس كلّه إلا الذبيحة؛ فإن ذبيحتهم حرام. قال محمد رضي الله عنه: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون أكلاً وشارباً حراماً، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل،... والصلوة في سراويلهم نظير الأكل والشرب من أوانيهم، إن علم أن سراويلهم نجسة لا تجوز الصلوة فيها وإن لم يعلم تكره الصلوة فيها. [الهندية مختصراً ۱/ ۳۴۷] ⑥ اختلف في التداوى بالمحرم، وظاهر المذهب المنع،... وقيل: يرخص إذا علم =

طیب حاذق دیندار کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوائے چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک درست ہے، لیکن نماز کے وقت اُسکو پاک کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ ۱: راستوں کی کچھڑ اور ناپاک پانی معاف ہے، بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو، فتویٰ اسی پر ہے، باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی باز اور راستوں میں زیادہ آمد و رفت نہ ہو وہ اس کے لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے، چاہے ناپاکی کا اثر بھی محسوس نہ ہو۔

مسئلہ ۲: نجاست اگر جلائی جائے تو اسکا دھواں پاک ہے، وہ اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ پاک ہے، جیسے نوشادر کو کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔

مسئلہ ۳: نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے، بشرطیکہ نجاست کی تری نے اسمیں اثر کر کے اسکو تر نہ کر دیا ہو۔

مسئلہ ۴: نجاستوں سے جو بخارات اُٹھیں وہ پاک ہیں، پھل ۵ وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں، لیکن اُن کا کھانا درست نہیں اگر ان میں جان پڑ گئی ہو، اور گولر وغیرہ سب پھلوں کے کیڑوں ۱ کا یہی حکم ہے۔

= فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر. [الدّر المختار ۱/ ۴۰۵] ① طین الشوارع عفو إذا لم یظهر فیہ أثر النجاسة، الصحيح أنه لمن ابتلی به بحیث یجیء ویذهب فی أيام الاحوال، بخلاف من لا یمر بها أصلاً فی هذه الحالة فلا یعفی فی حقّه. [ملخص ما فی ردّ المحتار ۱/ ۵۸۳] ② اما النوشادر المستجمع من دخان النجاسة فهو طاهر. [ردّ المحتار ۱/ ۵۸۴] ③ وغبار سرقین ومحل کلاب وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها فی الإناء عفو [الدّر المختار ۱/ ۵۸۴] وقال العلامة ابن عابدين: والعفو مقید بما إذا لم یظهر فیہ أثر النجاسة كما نقله فی الفتح عن التحنيس، وقال القهستانی: إنه الصحيح، وتماّم بحثه فی ردّ المحتار. [۱/ ۵۸۳] ④ وبخار نجس... عفو. وفي ردالمحتار: وما یصیب الثوب من بخارات النجاسة، قیل: ینجسه، وقیل: لا، وهو الصحيح. [ردّ المحتار ۱/ ۵۸۳] ⑤ ولا توکل المرقّة إن تفسخ الدود فیها؛ لأنه میتة وإن کان طاهراً، قلت: وبه یعلم حکم الدود فی الفواکه والثمار. [ردّ المحتار ۱/ ۶۲۰] ویؤخذ منه أن أکل الجبن أو الخل أو الثمار کالنبق بدوده لا یجوز إن نفخ فیہ الروح. [ردّ المحتار ۵/ ۲۹۹] ⑥ سرکہ اور دوا کے کیڑوں کا بھی یہی حکم ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب **الشیعہ** نے تفسیر عزیزی میں آیت شریفہ (إنما حرم علیکم المیتة إلخ البقرة: ۱۷۳) کے ذیل میں لکھا ہے ”وکرے کہ در بعض فواکہ می باشد مانند گولر وغیرہ یا در سرکہ می افتد نیز ہمیں حکم دارد بلکہ خوردن آل کرم بہ تبجیت آل میوه وآں سرکہ نیز جائز است، اما آل کرم راجد اگانہ از آل میوه و از آل سرکہ برآوردہ خوردن درست نیست ۲۰۸“ [تفسیر عزیزی اردو ۲/ ۹۴۱، ایچ ایم سعید، کراچی] شاہ صاحب **الشیعہ** کی اس عبارت کو دیکھ کر بعض حضرات نے بہشتی گوہر کے مسئلہ پر اعتراض کیا ہے، ہم نے عبارات فقہیہ حاشیہ میں نقل کر دی ہیں جن سے بہشتی گوہر کے مسئلہ کو اخذ کیا گیا ہے، اور شاہ صاحب **الشیعہ** کے کلام کا تحمل ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے کہ جو کیڑے پھلوں میں ہوتے ہیں اگرچہ وہ علیحدہ ہو سکتے ہوں اور کثیر تعداد میں ہوں ان کو بھی کھالیا جائے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا اس میں مخلوط ہو کر کھالیا جائے تو تبجیت کی وجہ سے اسکا کھانا جائز ہے۔ لان العلة علی ما قالوا ہی الاستقذار، وهي لا یوجد =

مسئلہ ۸: کھانے کی چیزیں اگر سرٹ جائیں اور بُو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں، جیسے گوشت، حلوہ، وغیرہ، مگر نقصان کے خیال سے اُن کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۹: مشک اور اسکا نافہ پاک ہے، اور اسی طرح غبر و غیرہ۔

مسئلہ ۱۰: سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ ۱۱: گندا انڈا حلال جانور کا پاک ہے، بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو۔

مسئلہ ۱۲: سانپ کی کچلی پاک ہے۔

مسئلہ ۱۳: جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جاوے وہ نجس ہے، خواہ وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا، لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جاوے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا، اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جاوے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا، اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جاوے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۱۴: مُردہ انسان جس پانی سے نہلایا جاوے وہ پانی نجس ہے۔

= باختلاط شيء قليل غاية القلة، كما إذا طبخ في قدر ذبابة وانحلت فيه. یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کچھ علیحدہ ہو سکتے ہوں اُن کو قصداً کھالیا جائے جیسا کہ عام طور پر گلو کو عوام آنکھ بند کر کے کھاتے ہیں، عبارات فقہیہ کے علاوہ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ابوداؤد میں ہے: عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أتني النبي صلی اللہ علیہ وسلم بتمر عتيق، فجعل يفتشه يخرج السوس منه. اسکی شرح میں شیخنا مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: فعلم من ذلك أن أكل دود الثمار لا يجوز، و وجهه أن الديدان من الخبائث، وقال تعالى: "و يحرم عليهم الخبائث [الأعراف: ۱۵۷]" قال القاری: وروی الطبرانی بإسناد حسن عن ابن عمر مرفوعاً: نهى أن يفتش التمر عما فيه، فالنهى محمول على التمر الحديد دفعا للسوسة أو فعله محمول على بيان الجواز. انتهى. قلت: إذا كره أكل الديدان فإذا كان غلبة الظن على وجود الديدان في الثمر لا يجوز أكله، إما إذا لم يغلب على الظن وجودها يجوز أكلها، فأما إذا كان قطعي الوجود حرم أكله للنص، فلا معنى لحمله على التنزيه و بيان الجواز. [بذل المجهود ۴/۳۶۵] ① يحرم أكل لحم أتن، لانهو سمن و لبن؛ لأنه يضرباً لأنه نجس، أما نحو اللبن الممتن فلا يضرب. [رد المحتار ۱/۶۲۰] ② والمسك طاهر حلال وكذا نافجته مطلقاً على الأصح. [تنوير الأبصار مع الدر ۱/۴۰۴] ③ برن کے اندر جس جگہ سے مشک نکلتا ہے اُسے نافہ کہتے ہیں۔

④ لعاب النائم طاهر سواء كان من الفم أو منبعثاً من الجوف عند أبي حنيفة و محمد رضي الله عنهما و عليه الفتوى [الهندي ۱/۵۲]

⑤ كبيضة حال محها [الهداية ۱/۵۸] أي تغير صفرته دما حتى لو صلى وفي كفه تلك البيضة تجوز صلوته. [البحر الرائق ۱/۸۹]

⑥ قميص الحية، الصحيح أنه طاهر. [الهندي ۱/۵۲] ⑦ والمياه الثلاثة نجسة متفاوتة، فالأول: إذا أصاب شيئاً يطهر بالثلث، والثاني بالمشئ والثالث بالواحد. [الهندي ۱/۴۷] ⑧ غسالة الميت نجسة، أطلقه محمد في الأصل، والأصح أنه إذا لم يكن =

مسئلہ ۱۵: سانپ کی کھال نجس ہے، یعنی وہ جو اس کے بدن سے لگی ہوئی ہے، کیونکہ کچلی پاک ہے۔

مسئلہ ۱۶: مُردہ انسان کے منہ کا لعاب نجس ہے۔

مسئلہ ۱۷: اکھرے کپڑے میں ایک طرف مقدارِ معافی سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو، لیکن دونوں کا مجموعہ اُس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، ہاں اگر کپڑا دو ہر اہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائیگی اور معاف نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۸: دودھ دوہتے وقت دوا یک بیگنی دودھ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوہر بقدر دوا یک بیگنی کے گر جائے تو معاف ہے، بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ (اور اگر دودھ دوہنے کے وقت کے علاوہ گر جائیگی تو ناپاک ہو جاوے گا)۔

مسئلہ ۱۹: چار پانچ سال کا ایسا لڑکا، جو وضو کو نہیں سمجھتا، وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو یہ پانی مستعمل نہیں۔

مسئلہ ۲۰: پاک کپڑا، برتن اور نیز دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جاویں اس سے وضو اور غسل درست ہے، بشرطیکہ پانی گاڑھا نہ ہو جاوے اور محاورے میں اسکو ماءِ مطلق یعنی صرف پانی کہتے ہوں، اور اگر برتن وغیرہ میں کھانے پینے کی چیز لگی ہو تو اسکو دھوون سے وضو اور غسل کے جواز کی شرط یہ ہے کہ پانی کے تین وصفوں میں سے دو وصف باقی ہوں، گوا یک وصف بدل گیا ہو، اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔

مسئلہ ۲۱: مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے، اور وضو غسل اس سے درست نہیں، ہاں ایسے پانی سے نجاست دھونا درست ہے۔

= علی بد نہ نجاسة يصير الماء مستعملاً إلا أن محمداً إنما أطلق؛ لأن الميت لا يخلو عن النجاسة غالباً. [الهندية ۱/۲۶ و رد المحتار ۱/۳۸۶] ① جلد الحية نجس وإن كانت مذبوحة؛ لأنه لا يحتمل الدبابة. [الهندية ۱/۵۱] ② وأما لعاب الميت فقد قيل: إنه نجس. [الهندية ۱/۵۲] ③ ولا يعتبر نفوذ المقدار إلى الوجه الآخر لو الثوب واحداً، بخلاف ما إذا كان ذا طاقين كدرهم متنحس الوجهين. [رد المحتار ۱/۵۷۲] ④ يعفى لو وقعنا (بعرتي إبل و غنم) في محلب وقت الحلب فرمينا فوراً قبل تفتت وتلون. [الدر المختار ۱/۴۲۲] ⑤ صبي توضعاً هل يصير الماء مستعملاً؟ المختار أنه يصير مستعملاً إذا كان الصبي عاقلاً وإلا فلا. [الهندية ۱/۲۶ والبحر الرائق ۱/۲۰۶] ⑥ فلو توضعاً متوضئاً لتبرد أو تعليم أولطين بيده لم يصير مستعملاً اتفاقاً، كزيادة على الثلاث بلانية قرية، وكغسل نحو فخذ أو ثوب طاهر (الدر المختار) ونحوه من الجامدات كالقدور والقطاع والثمار. [رد المحتار ۱/۳۸۷] ⑦ يكره شربه والعجن به تنزيهاً للاستقذار، وعلى رواية نجاسته تحريماً. [الدر المختار ۱/۳۹۱ والبحر الرائق ۱/۲۱۷]

مسئلہ ۲۲: زمزم کے پانی سے بے وضو کو وضو کرنا نہ چاہئے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے، اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر مجبوری ہو کہ پانی ایک میل سے ورے نڈل سکے اور ضروری طہارت کسی اور طرح بھی حاصل نہ ہو تو یہ سب باتیں زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

مسئلہ ۲۳: عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل نہ کرنا چاہئے، گو ہمارے نزدیک اس سے وضو وغیرہ جائز ہے، مگر امام احمد کے نزدیک جائز نہیں اور اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ ۲۴: جن مقاموں پر خدائے تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم، اُس مقام کے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا چاہئے، مثل مسئلہ بالا اسمیں بھی اختلاف ہے، مگر یہاں بھی اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے اور مجبوری کو اس کا بھی وہی حکم ہے جو زمزم کے پانی کا ہے۔

مسئلہ ۲۵: تنور اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائیگا، بشرطیکہ بعد گرم ہونے کے نجاست کا اثر نہ رہے۔

مسئلہ ۲۶: ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بونہ آوے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔

مسئلہ ۲۷: ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائیگا۔

① يجوز الوضوء والغسل بماء زمزم عندنا من غير كراهة، بل ثوابه أكثر، وفصله صاحب لباب المناسك آخر الكتاب، فقال: يجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم إن كان على الطهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب ولا محدث ولا في مكان نجس ولا يستنجى به ولا يزال به نجاسة حقيقية، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل: إن بعض الناس استنجى به فحصل له باسور [طحطاوى على المراقي ۲/۱] رجل معه ماء زمزم فى قمقمه وقد رصص رأس الإناء وهو يحمله للعطية أو للاستشفاء لا يجوز له التيمم. [منية المصلّى مع حلبى ۷۰] ② ومن منهيّاته التوضي بفضل ماء المرأة. [الدر المختار ۲/۱] ③ ينبغي كراهة التطهير أيضا أخذنا مما ذكرنا وإن لم أره لأحد من أئمتنا بماء أو تراب من كل أرض غضب عليها إلا بتر الناقة بأرض ثمود، فقد صرح الشافعية بكراهته ولا يباح عند أحمد. [رد المحتار ۲/۱] ④ ويطهر زيت تنجس بجعله صابونا، به يفتى للبلوى، كننور رش بماء نجس أو بال فيه صبي أو مسح بخرقه مبتلة نجسة لأبأس بالخبز فيه أى بعد ذهاب البلة النجسة بالنار ولا تنجس. [رد المحتار ۵۷۰/۱] ⑤ وإن كانت النجاسة رطبة فألقى عليها لبداء أو ثنى مائيس ثخيناً أو كبسها بالتراب فلم يجد ريح النجاسة جازت صلواته. [مراقي الفلاح ۲۰۸/۸] ⑥ حاشية مسئلة ۲۵ باب نذاريه.

مسئلہ ۲۸: ^(۱) فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے اور بعد آرام ہونے کے بھی اُس جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۲۹: ^(۲) ناپاک رنگ اگر جسم میں یا کپڑے میں لگ جاوے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے، اگر چہ رنگ دُور نہ ہو۔

مسئلہ ۳۰: ^(۳) اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے اس کی جگہ پر رکھ کر جمادیا جائے، خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے، اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اُسکو نکالنا نہ چاہئے، بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جاوے گا۔

مسئلہ ۳۱: ^(۴) ایسی ناپاک چیز کو جو چکنی ہو، جیسے تیل، گھی اور مُردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جاوے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائیگی، اگر چہ اس ناپاک چیز کی چکنائی باقی ہو۔

مسئلہ ۳۲: ^(۵) ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں، بشرطیکہ اُس نجاست کا کچھ اثر اُن چھینٹوں میں نہ ہو۔

مسئلہ ۳۳: ^(۶) دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب نجس ہو جائے اور ایک جانب پاک ہو تو کل ناپاک سمجھا جائے گا،

- (۱) إذا مسح موضع المحجمة بثلاث خرقات رطاب نظاف أجزأه عن الغسل، لأنه يعمل عمل الغسل. [الهندية ۴۹/۱]
- (۲) ولا يضر بقاء أثر كلون وريح لازم فلا يكلف في إزالته إلى ماء حارّ أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء. [الدّر المختار ۵۸۹/۱] (۳) شعر الإنسان ... وعظمه وسنه (طاهر) مطلقاً (الدّر المختار) أي سواء كان سنه أو سن غيره من حي أو ميت قدر الدرهم أو أكثر حمله معه أو أثبتته مكانه. [ردالمحتار ۴۰۰/۱] كسر عظمه فوصل بعظم الكلب ولا ينزع الا بضر جازت الصلوة، ... وفي الفتاوى الخيرية من كتاب الصلوة: سئل في رجل على يده وشم، هل تصح صلواته وإمامته معه أم لا؟ أجاب: نعم تصح صلواته وإمامته بلا شبهة. [رد المختار ۵۹۲/۱]
- (۴) حاشیہ مسئلہ ۲۹ باب ہذا دیکھو۔ (۵) حمار بال في الماء فخرج منه رشاش، فأصاب من ذلك الرش ثوب إنسان، لا يمنع ذلك الرش جواز الصلوة بذلك الثوب وإن كثر حتى يستيقن أنه أي ذلك الرش بول، وكذا لورميت العذرة في الماء، فخرج منها رشاش فأصاب ثوباً، إن ظهر أثرها تنجس وإلا فلا، هذا هو المختار. [غنية المتملى (حلبی كبر) ۱۸۹] وملخص ردالمحتار ۶۱۶/۱ (۶) ولو صلى على شيء مبطن وفي باطنه قدر: إن كان مخيطاً لا تجوز صلواته، وإن لم يكن مخيطاً جاز صلواته. [منية المصلي مع حلبی ۱۹۹]

نماز اس پر درست نہیں، بشرطیکہ ناپاک جانب کا ناپاک حصہ نمازی کے کھڑے ہونے یا سجدہ ^(۱) کرنے کی جگہ ہو اور دونوں کپڑے باہم سلے ہوئے ہوں۔ اور اگر سلے ہوئے نہ ہوں تو پھر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا، بلکہ دوسرے پر نماز درست ہے، بشرطیکہ اوپر کا کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ اُس میں سے نیچے کی نجاست کا رنگ اور بُو ظاہر نہ ہوتی ہو۔

مسئلہ: (۳۳) مرغی یا اور کوئی پرند پیٹ چاک کرنے اور اُس کی آلاش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دیجائے، جیسا کہ آجکل انگریزوں اور اُن کے ہم منہ ہندوستانیوں کا دستور ہے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: (۳۴) چاند یا سورج کی طرف پاخانہ یا پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے، نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگرچہ نجاست اُس میں نہ گرے، اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے، جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں، مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستے میں، اور ہوا کے رخ پر، سوراخ میں، راستے کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ اُٹھتے بیٹھتے ہوں اور اُن کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔

پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہئے

بات کرنا، بلا ضرورت کھانا سنا، کسی آیت یا حدیث اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتے یا

(۱) سجدہ میں نہ پیشانی ٹکے کی جگہ وہ جانب ہو اور نہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے ٹکے کی جگہ ہو۔ (شبیر علی) (۲) و کذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها (الدّر المختار) قال في الفتح: إنها لا تطهر أبداً. [ردّ المختار ۱/ ۵۹۸] (۳) (یکرہ) استقبال شمس وقمر لهما وبول وغائط في ماء ولو جاريا، وعلى طرف نهر أو بئر أو حوض أو عين أو تحت شجرة مثمرة أو في زرع أو في ظل ينتفع بالجلوس فيه وبحنب مسجد ومصلی عید وفي مقابر وبين دواب وفي طريق الناس وفي مهبط ریح وحجر فارة أو حية أو نملة وثقب وفي موضع يعبر عليه أحد أو يقعد عليه وبحنب طريق أو قافلة وفي أسفل الأرض إلى أعلاها. [الدّر المختار ۱/ ۶۱۰] (۴) (ویکرہ) التکلّم علیہما وأن یبول قائما أو مضطجعا أو مجردا من ثوبه بلا عذر. [الدّر المختار ۱/ ۶۱۲] ویکرہ دخول =

کسی معظم کا نام یا کوئی آیت یا حدیث یا دُعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپیٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں، بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پانچخانہ پیشاب کرنا، تمام کپڑے اُتار کر برہنہ ہو کر پانچخانہ پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا (ان سب باتوں سے بچنا چاہئے)۔

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں

ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور کل ناپاک چیزیں، وہ ڈھیلا یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کونکہ، چونا، لوہا، چاندی اور سونا وغیرہ (ق) اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کریں جیسے سرکہ وغیرہ، وہ چیزیں جن کو جانور کھاتے ہوں جیسے بھس اور گھاس وغیرہ، اور ایسی چیزیں جو قیمت دار ہوں، خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت جیسے کپڑا، عرق وغیرہ، آدمی کے اجزاء جیسے بال، ہڈی اور گوشت وغیرہ۔ مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ خواہ لکھا ہوا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اُس کی اجازت و رضا مندی کے، خواہ وہ پانی ہو یا کپڑا اور کوئی چیز، روئی اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا اُن کے جانور نفع اُٹھائیں، ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے

پانی، مٹی کا ڈھیلہ، پتھر، بے قیمت کپڑا اور کل وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دُور کر دیں، بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں۔

=المخرج وفي إصبعه خاتم فيه شيء من القرآن أو من أسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظيم، وقيل: لا يكره إن جعل فصّه إلى باطن الكف، ولو كان مافيه شيء من القرآن أو من أسمائه تعالى في جيبه لأبأس به، وكذا لو كان ملفوفاً في شيء، والتحرز أولى. [غنية المستملی ۶۰] ① وكره تحريماً بعضاً وطعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به إلا بحرف آخر واجر ونحرف وزجاج وشئ محترم كخرقة ديباج ويمين ولا عذر بيسراه، وفحم و علف حيوان و حق غير وكل ما ينتفع به، (الدر المختار) قوله: (وشيء محترم) أى ماله احترام واعتبار شرعاً، فيدخل فيه كل متقوم إلا الماء ويدخل فيه جزء الأدمي ولو كافراً أو ميتاً، وينبغي أن يدخل فيه كناسة مسجد، وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم. [رد المحتار ۶۰۵/۱] ② یعنی وہ کپڑا جس کو اگر بعد استنجا دھویا جاوے تو اس کی قیمت میں کمی آجاوے جیسے دیباچ وغیرہ، محترم وہ چیز جو کچھ قدر و قیمت رکھتی ہو۔ ③ بنحو حجر مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر. [الدر المختار ۶۰۱/۱]

وضو کا بیان

- مسئلہ ۱:** ڈاڑھی کا خلال کرے اور تین بار منہ دھونے کے بعد خلال کرے اور تین بار سے زیادہ خلال نہ کرے۔
- مسئلہ ۲:** جو سطح رخسار اور کان کے درمیان میں ہے اسکا دھونا فرض ہے، خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔
- مسئلہ ۳:** ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے، بشرطیکہ ڈاڑھی کے بال اُس پر نہ ہوں یا ہوں تو اسقدر کم ہوں کہ کھال نظر آئے۔
- مسئلہ ۴:** ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اُسکا دھونا فرض ہے۔
- مسئلہ ۵:** ڈاڑھی یا مونچھ یا بھویں اگر اسقدر گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں ہے، بلکہ وہ بال ہی قائم مقام کھال کے ہیں، اُن پر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔
- مسئلہ ۶:** بھویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اگر اسقدر گھنی ہوں کہ اُس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اسقدر بالوں کا دھونا واجب ہے جو حدِ چہرہ کے اندر ہیں، باقی بال جو حدِ مذکورہ سے آگے بڑھ گئے ہوں اُن کا دھونا واجب نہیں۔
- مسئلہ ۷:** اگر کسی شخص کے مشترک حصہ ^(۸) کا کوئی جزو باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف میں کانچ نکلتا کہتے ہیں تو اس سے وضو جاتا رہے گا، خواہ وہ اندر خود، خود چلا جائے یا کسی لکڑی کپڑے ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے۔
- مسئلہ ۹:** منی اگر بغیر شہوت خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، مثلاً کسی نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر

(۱) (وسننہ) ... وتخليل لحية لغير المَحْرَم بعد التَّيْلِث. [الدَّر المختار ۱/۲۵۵] (۲) فيجب غسل المياقي وما يظهر من الشفة عند انضمامها، وما بين العذار والاذن لدخوله في الحد، وبه يفتى. [الدَّر المختار ۱/۲۱۹] (۳) لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التي تری بشرتها يجب غسل ماتحتها، كذافي النهر، وفي البرهان: يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب وعنفقة في المختار. أما المستور فساقط غسلها للخرج. [الدَّر المختار ۱/۲۲۶] لا غسل باطن العينين والأفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب. [الدَّر المختار ۱/۲۲۰] (۴) (۵) (۶) (۷) حاشية مسئلہ ۳ باب ہذا دیکھو۔

(۸) باسوري خرج دبره، إن أدخله بيده انتقض وضوءه، وإن دخل بنفسه لا ينتقض؛ لعدم تحقق الخروج، لكن ذكر بعده في البحر عن الحلواني أنه إن تيقن خروج الدبر تنتقض طهارته بخروج النجاسة من الباطن إلى الظاهر، وبه جزم في الإمداد. [الدَّر المختار و رد المختار ۱/۳۰۸] (۹) یعنی پانچانہ کی جگہ۔ (۱۰) والمني إذا خرج من غير شهوة بأن حمل شيئاً فسبقه المني أو سقط

پڑا اور اس صدمہ سے منی بغیر شہوت خارج ہوگئی۔

مسئلہ: اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے، لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ جائے گا۔

مسئلہ: نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔

مسئلہ: جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا، بالغ ہو یا نابالغ۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

مسئلہ: بوٹ پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ پورے پیر کو مع ٹخنوں کے چھپائے، اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اس قدر کھال نظر نہ آئے جو مسح کو مانع ہو۔

مسئلہ: کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، اس لئے کہ تیمم طہارتِ کاملہ نہیں، خواہ وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو و غسل دونوں کا ہو یا صرف وضو کا۔

مسئلہ: غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں، خواہ غسل فرض ہو یا سنت، مثلاً پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوا پیروں کے باقی جسم کو دھوئے، اس کے بعد پیروں پر مسح کرے تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ: معذور کا وضو جیسے نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے اور اس

① وأما العتہ فهو غیر ناقض. [طحطاوی علی مراقی الفلاح ۹۱] ② ولو قہقہہ نائمافی الصلوۃ فالصحبیح أنها لا تبطل الوضوء ولا الصلوۃ. [الہندیۃ ۱/۱۵۰ و رد المحتار ۱/۳۰۱] ③ ولو قہقہہ فی سجدۃ التلاوة أوفی صلوۃ الجنازۃ تبطل ما کان فیہا ولا تنقض الطہارۃ. [الہندیۃ ۱/۱۵۰ و رد المحتار ۱/۳۰۲] ④ شرط مسحہ... کونہ سائر... القدم مع الکعب أویکون نقصا نہ أقل من الخرق المانع، فیحوز علی الزبول لو مشدوداً، إلا أن یتظہر قدر ثلاثۃ أصابع. [الدر المختار ۱/۴۸۸]

⑤ لا یحوز المسح للمحدث الممیم. [الہندیۃ ۱/۳۷] ⑥ صح المسح علی الخفین فی الحدث، أما الحنابۃ ونحوہا لا یصح فیہا المسح لورود النص بذلك. [طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۲۸] إذا توضأ ولیس ثم أجنب، لیس له أن یشد خفیہ فوق الکعبین، ثم یغتسل ویمسح، أو یغتسل قاعدا واضعاً رجليہ علی شیء مرتفع ثم یمسح الخ. [رد المحتار ۱/۴۹۶]

⑦ خرج الناقص حقیقۃ کلمۃ أو معنی کتیم و معذور، فإنه یمسح فی الوقت فقط، إلا إذا توضأ ولیس علی الانقطاع فکاالصحبیح. [الدر المختار ۱/۵۰۲] ⑧ اس مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ معذور کی دو حالتیں ہیں: ایک تو یہ کہ جتنے عرصہ میں اس نے وضو کیا ہے اور موزے پہنے ہیں اس تمام عرصہ میں اس کا وہ مرض جس کے سبب سے وہ معذور ہوا ہے نہ پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ مرض مذکور تمام وقت مذکور یا اس کے کسی جزو میں پایا جاوے، پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ وقتِ صلوٰۃ کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاوے گا اور چونکہ اس نے موزے =

کو موزے اُتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے۔ ہاں اگر اُسکا مرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل اور صحیح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: ① پیر کا اکثر حصہ کسی طرح دھل گیا، اس صورت میں موزوں کو اُتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

حدیث اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت کے احکام

مسئلہ: ② قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے، خواہ اُس موقع کو چھوئے جسمیں آیت لکھی ہے یا اُس موقع کو جو سادہ ہے، اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلی وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہوئی ہو، باقی حصہ سادہ ہو تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے، بشرطیکہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ: ③ قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں، بشرطیکہ لکھے ہوئے کو ہاتھ نہ لگے، گو خالی مقام کو چھوئے، مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خالی مقام کو بھی چھونا جائز نہیں اور یہی احوط ہے۔ پہلا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی اختلاف مسئلہ سابق میں بھی ہے۔ اور یہ حکم جب ہے کہ قرآن شریف اور سیدپاروں کے علاوہ کسی کاغذ یا کپڑے وغیرہ میں کوئی آیت لکھی ہو اور اس کا کچھ حصہ سادہ بھی ہو۔

مسئلہ: ④ ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں اگر کتاب وغیرہ میں لکھے، اور قرآن شریف میں ایک آیت سے کم کا لکھنا بھی جائز نہیں۔

= طہارت کاملہ پر پہنچنے ہیں اس لئے اس کا مسح نہ ٹوٹے گا اور تندرستوں کی طرح اقامت کی حالت میں ایک دن اور ایک رات، اور سفر کی حالت میں تین دن اور تین رات مسح کر سکے گا۔ اور دوسری صورت کا یہ حکم ہے کہ وقت کے نکل جانے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جاوے گا یونہی اس کا مسح بھی ٹوٹ جاوے گا اور اس کو موزہ اُتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔ یہ مسئلہ ”غنیۃ المستملی“ ۱۰۶ میں مذکور ہے۔ (حبیب احمد)

- ① ويستقضى أيضا بغسل أكثر الرجل فيه لو دخل الماء خفه. [الدر المختار ۵۱۲] فيجب قلع الخف و غسلهما. [طحطاوى على مراقي الفلاح ۱۳۳] ② لا يجوز مسح المصحف كله المكتوب وغيره، بخلاف غيره فإنه لا يمنع إلامس المكتوب، كذا ذكره في السراج الوهاج مع أن في الأول اختلافاً فقال في غاية البيان: وقال بعض مشائخنا: المعتبر حقيقة المكتوب حتى أن مس الجلد و مس مواضع البياض لا يكره؛ لأنه لم يمس القرآن، وهذا أقرب إلى القياس، والمنع أقرب إلى التعظيم. [البحر ۱/ ۴۱۲]
- ③ لا بأس للجنب أن يكتب القرآن و الصحيفة أو اللوح على الأرض أو الوسادة عند أبي يوسف خلافاً لمحمد. [غنية المستملی ۵۸]
- ④ ويكره للجنب و الحائض أن يكتب الكتاب الذى في بعض سطوره آية من القرآن وإن كانا لا يقرءان القرآن. [الهندية ۴۳/۱] وقيد بالآية؛ لأنه لو كتب مادونها لا يكره مسه. [رد المحتار ۱/ ۵۳۶]

مسئلہ ۱: نابالغ بچوں کو حدثِ اصغر کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲: قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت و انجیل و زبور وغیرہ کے بے وضو صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو۔ سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید کی منسوخ التلاوة آیتوں کا ہے۔

مسئلہ ۳: وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے، اسی طرح اگر وضو کے درمیان کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں اخیر عضو کو دھوئے، مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے، یہ اس وقت ہے کہ اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اُس کو چاہئے کہ اُس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

مسئلہ ۴: مسجد کے فرش پر وضو کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔ اس میں اکثر جگہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ وضو ایسے موقع پر کیا جاتا ہے کہ پانی وضو کا، فرش مسجد پر بھی گرتا ہے۔

غسل کا بیان

مسئلہ ۱: حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدثِ اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں:

پہلا سبب: خروج منی، یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا، خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بیہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے، کسی خیال و تصور سے یا خاص حصے کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

① ولا بأس بدفع المصحف إلى الصبيان وإن كانوا محدثين وهو الصحيح. [الهندية ۴۴/۱] ② لا يحرم في غير المصحف

إلا المكتوب أي موضع الكتابة. [رد المحتار ۳۴۸/۱] وتفصيل مس التوراة والإنجيل والزبور واختلاف الروايات فيه مذکور في رد المحتار. [۳۴۷/۱] ③ یہ حکم اصلی کتابوں کا ہے جو دنیا میں موجود ہیں۔ جو موجود ہیں وہ ترجمے بھی غلط ہیں، ان کا چھونا بلا وضو جائز ہے۔

④ شك في بعض وضوئه أعاد ما شك فيه لو في خلاله ولم يكن الشك عادة له، وإلا لا، ولو علم أنه لم يغسل عضواً وشك في تعيينه

غسل رجله اليسرى؛ لأنه آخر العمل. [الدر المختار: ۳۰۹/۱] ولا يخفى أن المراد إذا كان الشك بعد الفراغ، وقياسه أنه لو كان في

أثناء الوضوء يغسل الأخير الخ. [رد المحتار ۳۰۹/۱] ⑤ و(يكروه) الوضوء إلا فيما أعد لذلك (الدر المختار) لأن ماءه مستقذر طبعاً،

فيجب تنزيه المسجد عنه كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم، بدائع. [رد المحتار ۵۲۵/۲] ⑥ أحدهما خروج المنى على وجه

الدفع والشهوة من غير إلاج باللمس أو النظر أو الاحتلام أو الاستمنااء... من الرجل والمرأة في النوم واليقظة. [الهندية ۱۷/۱]

مسئلہ ۱: اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی، مگر خاص حصہ سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی، تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ مثلاً منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی، مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا یا روئی وغیرہ رکھ لی، تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اُس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت خارج ہو گئی، تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کے خاص حصے سے کچھ منی نکلی اور اُس نے غسل کر لیا، بعد غسل کے دوبارہ کچھ بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا، دوبارہ پھر غسل فرض ہے، بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے کے نکلے، مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھ لی ہو تو وہ نماز صحیح رہے گی، اس کا اعادہ لازم نہیں۔

مسئلہ ۳: کسی کے خاص حصے سے بعد پیشاب کے منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا، بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

مسئلہ ۴: اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سوکراٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں۔ منجملہ اُنکے آٹھ صورتوں میں غسل فرض ہے:

۱: یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یا دہو۔

① وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الإحليل، إذا احتلم أو نظر إلى امرأة، فزال المنى عن مكانه

بشهوة، فأمسك ذكره حتى سكنت شهوته، ثم سال المنى، عليه الغسل عندهما وعند أبي يوسف لا يجب. [الهندي ۱/۱۷]

② لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام أو صلى ثم خرج بقية المنى، فعليه أن يغتسل عندهما خلافاً لأبي يوسف، ولكن لا يعيد تلك الصلوة في قولهم جميعاً، ولو خرج بعد ما بال أو نام أو مشى لا يجب عليه الغسل اتفاقاً. [الهندي ۱/۱۷] ورد المحتار

۱/۳۲۸ [۳] رجل بال فخرج من ذكره منى: إن كان منتشرًا عليه الغسل، وإن كان منكسراً عليه الوضوء. [الهندي ۱/۱۷]

③ اعلم أن هذه المسئلة على أربعة عشر وجهاً؛ لأنه إما أن يتذكر احتلاماً أو لا، فيجب الغسل اتفاقاً في سبع صور منها، وهي ما إذا علم أنه مذي أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة، وعلى كل إما أن يتذكر احتلاماً أو لا، فيجب الغسل اتفاقاً في سبع صور منها، وهي ما إذا علم أنه مذي أو شك في الأولين أو في الطرفين أو في الأخيرين أو في الثلاثة مع تذكر الاحتلام فيها، أو علم أنه مني مطلقاً. ولا يجب اتفاقاً فيما إذا علم أنه مذي مطلقاً، وفيما إذا علم أنه مذي أو شك في الأخيرين مع عدم تذكر الاحتلام، ويجب عندهما فيما إذا شك في الأولين أو في الطرفين أو في الثلاثة احتياطاً، ولا يجب عند أبي يوسف للشك في وجود الموجب، [رد المحتار ۱/۳۳۱] أما إذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن أنه مني أو شك هل هو مني أو مذي، فكذلك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين

أيضاً إجماعاً للاحتياط. [غنية المستملي ۴۲]

۲: یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳: یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۴: شک ہو کہ یہ منی ہے یا مندی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۵: شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۶: شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۷: شک ہو کہ یہ منی ہے یا مندی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۸: شک ہو کہ یہ منی ہے یا مندی اور احتلام یاد نہ ہو۔^①

مسئلہ ۶: اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اسکی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اُس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ ڈالی جاتی ہے تو اُس پر غسل فرض ہو جائے گا، اگرچہ وہ منی اُس کی کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔

دوسرا سبب: ایلاج، یعنی کسی باشہوت مرد کے خاص حصہ کے سر کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا خنثی اور خواہ منی گرے یا نہ گرے، اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں، یعنی دونوں بالغ ہوں تو دونوں پر، ورنہ جس میں پائی جاتی ہیں اُس پر غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷: اگر عورت کمسن ہو مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اُس کی ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصے اور مشترک حصے کے کل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصے میں مرد کے خاص حصے کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا، اگر وہ مرد بالغ ہے۔

مسئلہ ۸: جس مرد کے خبیہ کٹ گئے ہوں اُس کے خاص حصے کا سر اگر کسی کے مشترک حصے یا عورت کے خاص

① شامی نے اس صورت میں عدم وجوب غسل پر اتفاق نقل کیا ہے، لیکن کبیری میں وجوب پر اجماع لکھا ہے، لہذا ہم نے احتیاطاً کبیری کا قول لیا ہے۔ (محشی)۔ ② واعلم أنه كما ينتقض الوضوء بنزول البول إلى القلفة يجب الغسل بوصول المنى إليها. [البحر الرائق ۱/۱۳۲] ③، ④ وعند إيلاج حشفة..... آدمي... أو قدرها من مقطوعها... في أحد سبيلي آدمي حتى يجامع مثله عليهما لو كانا مكلفين، ولو أحدهما مكلفاً فعليه فقط..... وإن لم ينزل. [الدر المختار بحذف ۱/۳۲۸] ⑤ وجماع الخصي =

حصے میں داخل ہوتب بھی غسل دونوں پر فرض ہو جائیگا اگر دونوں بالغ ہوں، ورنہ اُس پر جو بالغ ہو۔

مسئلہ ۱: اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اسکے باقی جسم سے اس مقدار کا اعتبار کیا جائیگا، یعنی اگر بقیہ عضو میں سے بقدر حشفہ داخل ہو گیا تو غسل واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس ہو تو غسل فرض ہو جائے گا، مگر احتیاط یہ ہے کہ جسم کی حرارت محسوس ہو یا نہ ہو غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اُس پر غسل فرض ہو جائے گا، منی گرے یا نہ گرے، مگر یہ شارحِ منیہ کی رائے ہے، اور اصل مذہب میں بدون انزال غسل واجب نہیں۔

تیسرا سبب: حیض^(۴) سے پاک ہونا۔

چوتھا سبب: نفاس^(۵) سے پاک ہونا۔ ان کے مسائل بہشتی زیور میں گزر چکے۔ دیکھو حصہ دوم۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

مسئلہ ۴: منی اگر اپنی جگہ سے بشہوت جدا نہ ہو تو اگرچہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اونچے سے گر پڑا یا کسی نے اُس کو مارا اور اس صدمہ سے اسکی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

= یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول بہ لمواراة الحشفة. [فتاویٰ قاضی خان ۲۱/۱] ① دیکھو مسئلہ ۸ باب ہذا۔

② ولولف علی ذکرہ خرقة وأولج ولم ينزل، قال بعضهم: یجب الغسل لأنه یسمی مولجاً، وقال بعضهم: لا یجب، والأصح إن كانت الخرقة رقیقةً بحيث یجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا. والأحوط وجوب الغسل فی الوجهین. [البحر الرائق ۱/۱۳۵] ③ ولا عند إدخال إصبع ونحوه کذا کر غیر ادمی و ذکر خنثی ومیت وصبی لا یشتهی، وما یصنع من نحو خشب فی الدبر أو القبل علی المختار [الدر المختار: ۱/۳۳۵]. وفي ردالمحتار: وقوله لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقه إلیه شارح المنیة حیث قال: والأولی أن یجب فی القبل الخ. [ردالمحتار ۱/۳۳۶] ④، ⑤ ویجب عند انقطاع حیض ونفاس. [الدر المختار ۱/۳۳۴] ⑥ قوله: (بشهوة) متعلق بقوله: منفصل احتراز به عما لو انفصل بضرب أو حمل ثقیل علی ظهره، فلا غسل عندنا. [ردالمحتار ۱/۳۲۶]

مسئلہ: ① اگر کوئی مرد کسی مکن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اس قدر مکن ہو کہ اُس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے کے مل جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ: ② اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے میں کپڑا پیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو، مگر احوط یہ ہے کہ غیبتِ حشفہ سے غسل واجب ہو جائیگا۔

مسئلہ: ③ اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے کا جزو مقدارِ حشفہ سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: ④ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ⑤ استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ⑥ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اُس کے اوپر اس منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: ⑦ سوکر اُٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھے تو ان صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

۱: یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یا دہ نہ ہو۔

۲: شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یا دہ نہ ہو۔

۳: شک ہو کہ یہ مذی یا ودی ہے اور احتلام یا دہ نہ ہو۔

۴، ۵: یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یا دہ ہو یا نہ ہو۔

۶: شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یا دہ نہ ہو۔ ہاں پہلی، دوسری اور چھٹی صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے، اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور سخت گناہ ہوگا، کیونکہ اسمیں امام ابو یوسف اور طرفین کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف نے غسل واجب نہیں کہا اور طرفین نے واجب کہا ہے۔ اور فتویٰ تولیٰ طرفین پر ہے۔

① ولا عند وطئ بهيمة أو مبتة أو صغيرة غير مشتهية بأن تصير مفضضة بالوطئ وإن غابت الحشفة..... بلا إنزال. [الدر المختار

بحذف ۱/۳۳۶] ② أولج حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقه إن وجد لذة الجماع وجب الغسل وإلا لا على الأصح، والأحوط

الوجوب. [الدر المختار ۱/۳۳۴] ③ حاشیہ مسئلہ ۹ باب ہذا دیکھو۔ ④ وليس في المذي والودي غسل. [الهداية ۱/۴۹]

⑤ ودم الاستحاضة كالرعاف الدائم لا يمنع الصلوة ولا الصوم ولا الوطي. [الهندية ۱/۴۴] ⑥ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۵ باب ہذا۔

⑦ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۵ باب ”غسل کا بیان“۔

مسئلہ: ۱ حَقْنَه (عمل) کے مشترک حصے میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ۲ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اُس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: ۳ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو، مگر کپڑوں پر تری یا کوئی اور اثر معلوم نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

۱: اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اُس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اُس پر بعد اسلام لانے کے نہانا واجب ہے۔

۲: اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اُسے پہلا احتلام ہو تو اُس پر احتیاطاً غسل واجب ہے، اور اُس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد مختلم ہو تو اُس پر غسل فرض ہے۔

۳: مسلمان مرد کی لاش کو نہلانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

① ومنہا (أی من أشياء لا یغتسل منها) حقنة؛ لأنها لإخراج الفضلات لا قضاء الشهوة. [مراقي الفلاح ۱۰۱]

② کسی دوا کی بتی یا پچکاری مقعد میں پڑھانا۔ (از مصحح)

③ أولج حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقه إن وجد لذة الجماع وجب الغسل وإلا لأعلى الأصح، والأحوط الوجوب. [الدّر المختار ۳۳۴/۱] والأصح إن كانت الخرقه رقيقة يجد حرارة الفرج واللذة يجب الغسل وإلا فلا، والأحوط وجوب الغسل في الوجهين. [الهنديّة ۱۸/۱]

④ ولو تذكر الاحتلام ولذة الإنزال ولم يربلاً لا يجب عليه الغسل. [الهنديّة ۱۷/۱] والدّر المختار ۳۳۳/۱

⑤ يجب على من أسلم جنباً أو حائضاً أو نفساء. [الدّر المختار ۳۳۸/۱]

⑥ احتلم الصبي أو الصبية الاحتلام الذي به البلوغ وأنزلاً على وجه الدفع والشهوة لا يجب الغسل؛ لأن الخطاب إنما توجه عقيب الإنزال، فهو سابق على الخطاب، قال قاضي خان: والأحوط وجوب الغسل. [غنية المستملي ۴۶] والدّر المختار ۳۳۸/۱ ويجب أي يفرض على الأحياء المسلمين كفاية أن يغسلوا الميت المسلم إلا الخنثى المشكل فيمّم. [الدّر المختار ۳۳۷/۱]

جن صورتوں میں غسل سنت^① ہے

- ۱: جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد سے جمعہ تک ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔
- ۲: عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔
- ۳: حج یا عمرے کے احرام کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔
- ۴: حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے

- ۱: اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اگر حدث اکبر سے پاک ہو۔
- ۲: کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اُس میں نہ پائی جاوے تو اُس کو غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۳: چھپنے لگوانے کے بعد اور جنون اور مستی اور بیہوشی دفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۴: مُردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۵: شبِ برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۶: لیلة القدر^② کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلة القدر معلوم ہوئی ہو۔

① قال الشامي: هو من سنن الزوائد فلاحظ بتركه إلخ. [۳۳۹/۱] تا ⑤ و سنن لصلوة الجمعة و لصلوة عيد هو الصحيح، و لأجل إحرام أي بحج أو عمرة أو بهما، و عرفة بعد الزوال. [الدر المختار ۳۳۹/۱ و البحر الرائق ۱/۴۲۱]

② و واحد مستحب و هو غسل الكافر إذا أسلم ولم يكن جنباً. [الهندي ۱/۱۸] تا ④ و (إلا) بأن أسلم طاهراً أو بلغ بالسن (فمند وب). [الدر المختار ۳۳۹/۱] تا ⑧ و نذب لمجنون أفاق و كذا المغمى عليه، و عند حجامه، و في ليلة براءة و عرفة و قدر إذا رآها، و عند الوقوف بمزدلفة غداة يوم النحر للوقوف، و عند دخول منى يوم النحر لرمي الجمرة و كذا لبقية الرمي، و عند دخول مكة لطواف الزيارة، و لصلوة كسوف و خسوف و استسقاء و فزع و ظلمة و ريح شديد، و كذا لدخول المدينة، و لحضور مجمع الناس، و لمن لبس ثوباً جديداً أو غسل ميتاً أو يراد قتله، و لتائب من ذنب، و لقادم من سفر. [الدر المختار ۳۴۱/۱ و ۳۴۲]

- ۷: مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔^(۱)
- ۸: مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں^(۲) تاریخ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد غسل مستحب ہے۔
- ۹: طواف زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔^(۳)
- ۱۰: کنکری پھینکنے کے وقت غسل مستحب ہے۔^(۴)
- ۱۱: کسوف اور خسوف اور استسقا کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔^(۵)
- ۱۲: خوف اور مصیبت کی نماز کے لئے غسل مستحب ہے۔^(۶)
- ۱۳: کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل مستحب ہے۔^(۷)
- ۱۴: سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔^(۸)
- ۱۵: مجلس عامہ میں جانے کے لئے اور نئے کپڑے پہننے کے لئے غسل مستحب ہے۔^(۹)
- ۱۶: جس کو قتل کیا جاتا ہے اُس کو غسل کرنا مستحب ہے۔^(۱۰)

حدیث اکبر کے احکام^(۱۱)

- مسئلہ:** جب کسی پر غسل فرض ہو اسکو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے۔ مثلاً کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور دوسرا کوئی راستہ اُس کے نکلنے کا سوا اس کے نہ ہو اور نہ وہاں کے سوا دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کو مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔ یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اُس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔
- مسئلہ:** عید گاہ، مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔^(۱۲)

①، ② دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑩ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ ③ یہ قیام ایام حج میں ہوتا ہے اور ”مزدلفہ“ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (مثنیٰ)
 ④ یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح کو۔ ⑤ دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑩ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ ⑥ یہ طواف حج میں ہوتا ہے۔
 ⑦ دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑩ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔ ⑧ یہ فعل بھی حج میں ہوتا ہے (مثنیٰ) ⑨ تا ⑪ دیکھو حاشیہ ⑧ تا ⑩ صفحہ ۲۲ باب ہذا۔
 ⑫ یعنی بے غسل ہونے کے احکام۔ ⑬، ⑭ ویحرم بالحدث الأكبر دخول مسجد لا مصلیٰ عید و جنازہ و رباط و مدرسة ولوللعبور إلا للضرورة حیث لا یمكنه غیرہ کأن یكون باب بیتہ إلى المسجد، ولا یمكنه تحویلہ ولا یقدر علی السکنی فی غیرہ، =

مسئلہ ۱: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کی ناف اور زانو کے درمیان جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا جب کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو، اور جماع کرنا حرام ہے۔

مسئلہ ۲: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا اور جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اسکے ناف اور ناف کے اوپر، زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو، اور ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے، بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی مرد سو اٹھنے کے بعد اپنے خاص عضو پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اسکے خاص حصے کو استودگی ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مٹی سبھی جائے گی، بشرطیکہ احتلام یا نہ ہو اور اس تری کے مٹی ہونے کا غالب گمان نہ ہو، اور اگر ان وغیرہ یا کپڑوں پر بھی تری ہو تو غسل بہر حال واجب ہے۔

مسئلہ ۴: اگر دو مرد یا عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لیٹیں، اور سو اٹھنے کے بعد اس بستر پر مٹی کا نشان پایا جاوے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی مٹی ہے اور نہ اس بستر پر ان سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو اس صورت میں دونوں پر غسل فرض ہوگا، اور اگر ان سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سوچکا ہے اور مٹی خشک ہے تو

=ومن صورہ مافی العنایۃ عن المبسوط: مسافر مرّ بمسجد فیہ عین ماء وهو جنب ولا یجد غیرہ فإنه یتیمم لدخول المسجد عندنا، [الدّر المختار مع ردالمحتار ۱/۳۴۳] ①، ② وبمنع حل الطواف وقرآن ماتحت إزار یعنی مابین سرّ و رکبۃ ولوبلا شہوۃ، وحل ماعداء مطلقاً (الدّر المختار)، فیحوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وماتحتها ولوبلا حائل، وكذا بما بینہما بحائل بغير الوطی ولو تلطخ دما، [ردالمحتار ۱/۵۳۳] وفي الهندیة: ومنها حرمة الجماع،... وله أن یقبلها ویضاجعها ویستمتع بجمیع بدنہا ما خلا بین السرة والركبة عند أبي حنیفۃ وأبي یوسف **رحمہم اللہ** [۱/۴۴۴] ③ زانو کے چھونے اور اس سے بدن ملانے کو عام فقہاء نے تو جائز کہا ہے، مگر شامی نے اس کے عورت ہونے کی وجہ سے تامل کیا ہے، مگر یہ تامل تو جمع بدن میں ہے کیونکہ ۷۰ کا سارا جسم عورت ہے اور ماتحت الازار میں ساق بھی داخل ہے کیونکہ ساق حرہ عورت ہے، لہذا راجح قول جمہور کا ہے۔ (ظفر احمد)

④ وإن استیقظ فوجد فی إحللیہ بللا لا یدری أمني هو أم مذي؛ ولم یتذكر حلماً؛ ینظر إن كان ذكرہ منتشراً قبل النوم فلا غسل علیہ، وإن كان ساکناً فعلیہ الغسل، هذا إذا نام قائماً أو قاعداً، أما إذا نام مضطجعا أو یتیقن أنه منی فعلیہ الغسل. [غنیۃ مع حلبی ۴۳] ⑤ ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکروا نام قبلہما غیرہما اغتسلا، فلو كان قد نام علیہ غیرہما وكان المني المرئي یابسا فالظاهر أنه لا یجب الغسل علی واحد منہما، والتقیید بالزوجین اتفاقی جریاً علی الغالب، ولذا قال ط: الأجنبي والأجنبية كذلك، وكذا لو كانا رجلین أو امرأتین فالظاهر اتحاد الحكم، [الدّر المختار مع ردالمحتار ۱/۳۳۳]

ان دونوں صورتوں میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہیں، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو بھی عورتوں کے سامنے نہانا واجب ہے، اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمم کرے۔

تیمم کا بیان

مسئلہ: کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنوئیں میں ڈال کر تر کر لے اور اس سے نچوڑ کر طہارت کرے، یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اُس کے ہاتھ دھلا دے، ایسی حالت میں تیمم درست ہے۔

مسئلہ: اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اُس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنا چاہئے، مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور جیل کے ملازم اُس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اُس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اس تیمم سے جو نماز پڑھی ہے اُسکو پھر دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک مقام سے اور ایک ہی ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں درست ہے۔

مسئلہ: جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی اور مٹی نہ ہونیکی وجہ سے یا بیماری سے، تو اُسکو

① علیہ غسل وثمة رجال لا يدعه وإن رأوه، والمرأة بين رجال أو رجال ونساء تؤخره لابين نساء فقط، واختلف في الرجل بين رجال ونساء أو نساء فقط..... و ينبغي لها أن تتيمم وتصلی لعجزها شرعا عن الماء. [الدر المختار ۱/۳۱۸] ② وتيمم لفقد الة كحبل ودلو؛ لأنه يصير البئر كعد مهأ. [المراقي ۱۱۶ و ردالمحتار ۱/۴۴۶] ③ الرجل إذا قل غير إن توضأت حبستك أو قتلتك فإنه يصلبي بالتيمم ثم يعيد، والمحسوس في السجن يصلبي بالتيمم ويعيد بالوضوء؛ لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد، وصنع العباد لا يؤثر في إسقاط حق الله تعالى. [الهندي ۱/۳۲ و الدر المختار ۱/۴۴۴] ④ جاز تيمم جماعة من محل واحد. [الدر المختار ۱/۴۷۵ و الهندي ۱/۳۵] ⑤ (والمحسور فاقد الماء والتراب (الطهوين) بأن حبس في =

چاہئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے، پھر اسکو طہارت سے لوٹا لے۔ مثلاً کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے جیسے مٹی اور مٹی کے برتن یا گرد وغبار نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے، اسی طرح جیل میں جو شخص ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: ^(۱) جس شخص کو اخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اسکو نماز کے اخیر وقت مستحب تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے۔ مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت مستحب تک رسی ڈول مل جائے گا، یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقیناً یا ظناً معلوم ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے، تو اخیر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے۔

مسئلہ: ^(۲) اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمم کیا ہو اور اثناء راہ میں چلتی ہوئی ریل سے اُسے پانی کے چشمے تالاب وغیرہ دکھلائی دیں تو اسکا تیمم نہ جائے گا، اس لئے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اُتر نہیں سکتا۔

تمتہ حصہ اول بہشتی زیور کا تمام ہوا آگے تمتہ حصہ دوم کا شروع ہوتا ہے

= مکان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده).... وقالوا: يتشبه بالمصلين وجوباً، فيركع ويسجد إن وجد مكاناً يابساً، وإلا يؤمى قائماً ثم يعيد كالصوم، به يفتى، وإليه صح رجوعه. [الدر المختار ۱/ ۴۷۲]

① وندب لراجيه رجاءً قويا آخر الوقت المستحب، ولو لم يؤخر وتيمم وصلى جاز إن كان بينه وبين الماء ميل، وإلا لا. [الدر المختار ۱/ ۴۶۶]

② وإن مر على الماء وهو في موضع لا يستطيع النزول إليه لخوف عدو أو سبغ لم ينتقض. [الهندية

تمہ حصہ دوم بہشتی زیور

نماز کے وقتوں کا بیان

مَذْرِب: ^(۱) وہ شخص جس کو شروع سے اخیر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے، اور اُسکو 'مقتدی' اور 'مؤتم' بھی کہتے ہیں۔

مَسْبُوق: وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آ کر شریک ہوا ہو۔

لاحق: وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اُس کی سب رکعتیں جاتی رہیں، خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اُس کو کوئی حدت ہو جائے، اصغر یا اکبر۔

مسئلہ: ^(۲) مردوں کے لئے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اُس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جاوے اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اُس میں پڑھ سکیں۔ اور عورتوں کو ہمیشہ، اور مردوں کو حالتِ حج میں مزدلفہ میں، فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: ^(۳) جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر ^(۴) کر کے پڑھنا بہتر ہے، خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں، اور جاڑوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے،

(۱) اعلم أن المقتدی ثلاثة أقسام: مدرک، ولاحق، و مسبوق، فالمدرک: من صلی الركعات کلها مع الإمام. واللاحق: هو من دخل معه وفاته کلها أو بعضها بأن عرض له نوم أو غفلة أو زحمة أو سبق حدث أو کان مقيما خلف مسافر. والمسبوق: هو من سبقه الإمام بکلها أو بعضها. [طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۰۹ و رد المحتار ۴/۲۴۱] (۲) والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر بإسفارہ والختم به، هو المختار بحیث یرتل أربعین آية ثم یعیده مع ترتیل القراءة المذكورة لوفسد، إلا لحاج بمزدلفة، فالتغلیس أفضل کمرأة مطلقا. [الدر المختار ۲/۳۰] (۳) والثالث (من شرائط الجمعة) وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه. [الدر المختار ۳/۲۱] (۴) وتأخیر ظهر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا. [الدر المختار ۲/۳۰] =

اور جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت پڑھنا سنت ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔

مسئلہ ۱: عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے، دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے، آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہرے، اس کی تعیین کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے، مگر عید الفطر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر میں پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ ۲: جب امام خطبے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا حج وغیرہ کا، تو ان وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور خطبہ نکاح اور ختم قرآن میں بعد شروع خطبہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۵: جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو اس وقت بھی نماز مکروہ ہے، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ ایک رکعت جماعت مل جائے گی یا بقول بعض علماء تشہد ہی مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں، یا جو سنت مؤکدہ شروع کر دی ہو اس کو پورا کر لے۔

= والمستحب تعجيل ظهر شتاء. [الدّر المختار ۲/۳۵] و جمعة كظهر أصلا واستحبها في الزمانين؛ لأنها خلفه، وقال الجمهور: ليس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظيم، فتأخيرها مفضل إلى الحرج، ولا كذلك الظهر، و موافقة الخلف لأصله من كل وجه ليس بشرط. [الدّر المختار مع ردالمحتار ۲/۳۱] ① وابتداء وقت صحة صلوة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح أو رمحين حتى تبيض إلى قبيل زوالها. [مراقي الفلاح ۵۳۲ و ردالمحتار ۳/۶۰] ② ایک نیزے سے یہ مراد ہے کہ طلوع کی جگہ سے اتنا اونچا ہو جائے۔ (کشی) ③ یندب تعجيل الأضحى لتعجيل الأضاحي وتأخير الفطر ليؤدي الفطرة. [ردالمحتار ۳/۶۱] ④ و (کرہ) عند خروج إمام لخطبة [الدّر المختار ۲/۴۷] و يكره التنفل عند خطبة الحج و خطبة النكاح، و يكره التطوع إذا خرج الإمام للخطبة يوم الجمعة. [الهنديّة ۱/۵۹]

⑤ و يكره التنفل إذا أقيمت الصلوة لإسنة الفجر إن لم يخف فوت الجماعة. [الهنديّة ۱/۵۹] وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل، و إلا بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل: التشهد، واعتمده المصنف والشر نبالي تبعاً للبحر، لكن ضعفه في النهر، لا يتركها بل يصلحها عند باب المسجد إن وجد مكاناً، وإلا تركها، لأن ترك المأكروه مقدم على فعل السنة. [الدّر المختار ۲/۶۱۶]

⑥ مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ فرض صبح کی دونوں رکعتیں فوت ہونے کا اندیشہ ہو، گو تشہد مل جانے کی امید ہو تو اس صورت میں سنت فجر نہ پڑھے اور دوسرے قول کو نہر میں ضعیف کہا ہے، گو فتح القدیر میں اس کی تائید کی ہے۔

مسئلہ ۱: نماز عیدین کے قبل خواہ گھر میں خواہ عید گاہ میں نماز نفل مکروہ ہے اور نماز عیدین کے بعد فقط عید گاہ میں مکروہ ہے۔

اذان کا بیان

مسئلہ ۲: اگر کسی ادا نماز کے لئے اذان کہی جائے تو اس کیلئے اُس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی، بعد وقت آنے کے پھر اُس کا اعادہ کرنا ہوگا، خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور وقت کی۔

مسئلہ ۳: اذان اور اقامت کا عربی زبان میں انہی خاص الفاظ سے ہونا ضروری ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں کسی اور الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگرچہ لوگ اُس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔

مسئلہ ۴: مؤذن کا مرد ہونا ضروری ہے، عورت کی اذان درست نہیں، اگر کوئی عورت اذان دے تو اُس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر بغیر اعادہ کئے ہوئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔

مسئلہ ۵: مؤذن کا صاحب عقل ہونا بھی ضروری ہے، اگر کوئی نا سمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو معتبر نہ ہوگی۔

مسئلہ ۶: اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدیثوں سے پاک ہو کر کسی اونچے مقام پر مسجد

① ولا ینتفل قبلھا مطلقاً، وکذا بعدھا فی مصلھا؛ فإنه مکروه عند العامة. [الدّر المختار ۵۸/۳-۵۷] ② تقدیم الأذان علی الوقت فی غیر الصبح لا یجوز إتفاقیاً، وکذا فی الصبح عند أبي حنیفة و محمد رحمهما اللہ تعالیٰ، وإن قدّم یعاد فی الوقت. [الهندیة ۶۰/۱ و ردالمحتار ۶۳/۲] ③ الأذان هو إعلام مخصوص علی وجه مخصوص بالفاظ کذلک أي مخصوصة، أشار إلی أنه لا یصح بالفارسیة وإن علم أنه أذان، وهو الأظهر والأصح. [الدّر المختار مع ردالمحتار ۵۸/۲] ④ وکره أذان الجنب وإقامته وإقامة المحدث وأذان المرأة، وأما أذان المرأة فلأنها منہیة عن رفع صوتها؛ لأنه یؤدی إلی الفتنة، و ذکر فی السراج الوهاج: إذالم یعیدوا أذان المرأة فکأنهم صلو بغیر أذان، فلہذا کان علیہم الإعادة، وهو یقتضی عدم صحته. [البحر الرائق ۵۳۲/۱] وفي البدائع: یکره أذان المرأة باتفاق الروایات، ولو أذنت للقوم أجزأهم حتی لا یعاد لحصول المقصود وهو الإعلام، وروی عن أبي حنیفة أنه یتحب الإعادة. [حاشیة البحر الرائق ۴۶۰/۱] ⑤ وأذان الصبی الذی لا یعقل لا یجوز، و یعاد، وکذا المجنون. [الهندیة ۶۰/۱ و ردالمحتار ۷۵/۲] ⑥ ومن السنة أن یتی بالأذان والإقامة جہراً رافعاً بهما صوته إلا أن الإقامة=

سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہوا اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے (نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو) ان کلمات کو کہے: **اللَّهُ أَكْبَرُ** چار بار، پھر **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** دو مرتبہ، پھر **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** دو بار، پھر **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** دو مرتبہ، پھر **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** دو مرتبہ پھر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ایک مرتبہ اور **حَيَّ** ^(۱) **عَلَى الصَّلَاةِ** کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے، اور فجر کی اذان میں بعد **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** کے **الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ** بھی دو مرتبہ کہے، پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ، اور دو اذان کے الفاظ کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ اور دو مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ کر اس قدر سکوت ^(۲) کرے کہ سُننے والا اس کا جواب دے سکے اور **اللَّهُ أَكْبَرُ** کے سوا دوسرے الفاظ میں بھی ہر لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرے لفظ کہے۔

مسئلہ: ^(۳) اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے، صرف فرق اس قدر ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے، یعنی یہ بہتر ہے، اور اقامت مسجد کے اندر۔ اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی اور اقامت پست آواز سے۔ اور اقامت میں **الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ** ^(۴) نہیں، بلکہ بجائے اسکے پانچوں وقت میں **قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ** دو مرتبہ۔ اور اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کا بند کرنا بھی نہیں، اس لئے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لئے بند کئے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ اور اقامت میں **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** اور **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت داہنے بائیں جانب منہ پھیرنا بھی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں، ورنہ بعض فقہاء نے لکھا ہے۔

=أخفض منه... وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد.....، والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه، ويرفع صوته... ويكره للمؤذن أن يرفع صوته فوق الطاقة... ولا ترجع في الأذان ويستقبل بهما القبلة، وجعل إصبعيه في أذنيه سنة الأذان ليرفع صوته بخلاف الإقامة. [الهندية ۱/۶۲] ^(۱) ويستحب أن يحول وجهه يمينا بالصلاة ويسارا بالفلاح. [مراقي الفلاح ۱۹۷] ^(۲) يحول وجهه لاصبره..... ولا قدميه. [ردالمحتار ۲/۶۶] ^(۳) ويقول بعد فلاح أذان الفجر: "الصلاة خير من النوم" مرتين. [الدر المختار ۲/۶۷] ^(۴) وترسل فيه بسكتة (تسع الإجابة) بين كلمتين. [ردالمحتار ۲/۶۶] ^(۵) والإقامة كالأذان فيما مر..... ولا يوضع..... إصبعيه في أذنيه..... ويحذر..... ويزيد "قد قامت الصلاة" بعد فلاحها مرتين. [الدر المختار ۱/۶۷] ^(۱) ويلتفت فيه، وكذا فيها (أي في الإقامة) مطلقاً، وقيل: إن المحل متسعا. [الدر المختار ۲/۶۶]

اذان و اقامت کے احکام

مسئلہ ①: سب فرض عین نمازوں کے لئے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ مسافر ہو یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا۔ اور نماز جمعہ کیلئے دوبار اذان کہنا۔

مسئلہ ②: اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہوں تو اُس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ کہی جاوے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو، اس لئے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں، اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت۔ ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک کے واسطے اذان بھی علیحدہ دی جائے۔

مسئلہ ③: مسافر کے لئے اگر اُسکے تمام ساتھی موجود ہوں اذان مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں۔

مسئلہ ④: جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تنہا یا جماعت سے اُس کے لئے اذان اور اقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس لئے کہ محلہ کی اذان اور اقامت تمام محلے والوں کو کافی ہے۔

مسئلہ ⑤: جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر نماز پڑھی جائے تو اذان اور

① وہو سنة للرجال في مكان عالٍ مؤكدة للفرائض الخمس في وقتها ولو قضاء. [الدّر المختار ۶۰/۲] ② ويسن أن يؤذن ويقيم لفائنة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء لا بيته منفرداً، وكذا يسنان لأولى الفوائت ويخير فيه للباقي. [الدّر المختار ۷۱/۲] ③ وكره تركهما معاً للمسافر ولو منفرداً وكذا تركها لا تركه لحضور الرفقة. [الدّر المختار ۷۸/۲] ④ ولو صلى في بيته في قرية إن كان في القرية مسجد فيه أذان وإقامة فحكمه حكم من صلى في بيته في المصر، وإن لم يكن فيها مسجد فحكمه حكم المسافر. [الهندية ۶۱/۱] وكره تركهما للمسافر لا المصل في بيته في المصر وندبا لهما. [البحر الرائق ۵۲۵/۱] ⑤ أهل المسجد إذا صلوا بأذان وجماعة يكره تكرار الأذان والجماعة فيه،..... مسجد ليس له مؤذن وإمام معلوم يصلي فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة، فالأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة. [الهندية ۶۱/۱] و رد المحتار [۷۸-۷۹/۲]

اقامت کا کہنا مکروہ ہے، ہاں اگر اس مسجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے مقام پر جہاں جمعہ کی نماز کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے ختم ہونے کے پڑھے یا بعد ختم ہونے کے۔

مسئلہ: عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، خواہ جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا۔

مسئلہ: فرض عین نمازوں کے سوا اور کسی نماز کے لئے اذان و اقامت مسنون نہیں، خواہ فرض کفایہ ہو جیسے جنازے کی نماز، یا واجب ہو جیسے وتر اور عیدین، یا نفل ہو جیسے اور نمازیں۔

مسئلہ: جو شخص اذان سُنے، مرد ہو یا عورت، طاہر ہو یا جب، اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اور بعض نے واجب بھی کہا ہے، مگر معتمد اور ظاہر مذہب استحباب ہی ہے، یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سُنے وہی کہے، مگر حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ بھی کہے اور الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اور بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اَتِ مُحَمَّدَ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

① ولا یسنان أيضا لظہر يوم الجمعة في مصر، شمل المعذور وغيره، ... وفي القرى لا يكره بكل حال. [الدّر المختار مع ردّ المختار ۷۳/۲] ② ولا یسن ذلك أي الأذان والاقامة فيما تصليه النساء أداء وقضاء ولو جماعة وأراد بنفي السنية الكراهة. [الدّر المختار و ردّ المختار ۷۲/۲] ③ وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعیدین اذان ولا إقامة. [الهندية ۵۹/۱] لا یسن لغيرها من الصلوات. [رد المختار ۶۲/۲] ④ اختلف في الإجابة، فقيل: واجبة وهو ظاهر ما في الخانية والخلاصة والتحفة، وإليه مال الكمال... وقيل: مندوبة، وبه قال مالك والشافعي وأحمد وجمهور الفقهاء، واختاره العيني. [طحاوي على المراقي ۲۰۲] و يجب... من سمع الأذان ولو جنبا لحائضا ونفساء. [الدّر المختار ۷۹-۸۱] ⑤ وصفة الإجابة أن يقول كما قال مجيبا له، فيكون قوله مثله... ولكن حوقل... في... الجعيلتين... وفي أذان الفجر قال المجيب: "صدقت وبررت" قلت: صرح بذلك عامة الفقهاء الحنفية والشافعية، وقال ابن عابدين: قيل: يقوله للمناسبة، ولورود خبر فيه، ورد بأنه غير معروف، وأجيب بأن من حفظ حجة على من لم يحفظه. [ردّ المختار ۸۳/۲] أو... "ما شاء الله"... عند قول المؤذن... "الصلوة خير من النوم". [مراقي الفلاح ۲۰۳] ⑥ ثم دعا المجيب والمؤذن بالوسيلة بعد صلاته على النبي ﷺ عقب الإجابة، فيقول: اللهم رب هذه الخ. [المراقي بحذف ۲۰۴]

مسئلہ ۱: جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا واجب ہے، خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

مسئلہ ۲: اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، واجب نہیں اور قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا کہے۔

مسئلہ ۳: آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہئے:-

- ۱: نماز کی حالت میں۔
- ۲: خطبہ سننے کی حالت میں، خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔
- ۳: حیض و نفاس میں یعنی ضروری نہیں۔
- ۴: علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت میں۔
- ۵: جماع کی حالت میں۔
- ۶: پیشاب یا پاخانہ کی حالت میں۔
- ۸: کھانا کھانے کی حالت میں یعنی ضروری نہیں، ہاں بعد ان چیزوں کی فراغت کے اگر اذان ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دینا چاہئے، ورنہ نہیں۔

اذان اور اقامت کے سنن اور مستحبات

اذان اور اقامت کے سنن دو قسم کے ہیں: بعض مؤذن کے متعلق ہیں اور بعض اذان اور اقامت کے متعلق، لہذا ہم

- ① ووجب سعي إليها، وترك البيع، وأراد به كل عمل ينافي السعي، وخصه اتباعاً للأية في الأصح. [الدر المختار مع ردالمحتار ۴/۴۲] ② ويحجب الإقامة ندباً إجماعاً كالأذان ويقول عند "قد قامت الصلوة" "أقامها الله وأدامها" وقيل: لا يحجبها. [الدر المختار ۲/۸۷] ③ ولم أر حكم ما إذا فرغ المؤذن ولم يتابعه السامع هل يحجب بعد فراغه وينبغي أنه إن طال الفصل لا يحجب وإلا يحجب. وفي المحتبى: في ثمانية مواضع إذا سمع الأذان لا يحجب: في الصلوة، واستماع خطبة الجمعة وثلاث خطب الموسم، والحنابة، وفي تعلم العلم وتعليمه، والجماع، والمستراح، وقضاء الحاجة، والغوط. قال أبو حنيفة: لا يثنى بلسانه. وكذا الحائض والنفساء لا يجوز أذانهما وكذا نائهما، والمراد بالثناء الإجابة، وكذا لا تجب الإجابة عند الأكل. [البحر الرائق ۱/۵۱۵]

پہلے نمبر پانچ تک مؤذن کی سنتوں کا ذکر کرتے ہیں، اُس کے بعد اذان کی سنتیں بیان کریں گے۔

۱: مؤذن مرد ہونا چاہئے، عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے، اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہئے، اقامت کا اعادہ نہیں۔ اس لئے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں بخلاف تکرار اذان کے^(۱)۔

۲: مؤذن کا عاقل ہونا، مجنون اور مست اور نا سمجھ بچے کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور اُن کی اذانوں کا اعادہ کر لینا چاہئے نہ کہ اقامت کا۔^(۲)

۳: مؤذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا۔ اگر جاہل آدمی اذان دے تو اُس کو مؤذنون کے برابر ثواب نہ ملے گا۔^(۳)

۴: مؤذن کا پرہیزگار اور دیندار ہونا اور لوگوں کے حال سے خبردار رہنا۔ جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں اُن کو تنبیہ کرنا، یعنی اگر یہ خوف نہ ہو کہ مجھ کو کوئی ستائے گا۔^(۴)

۵: مؤذن کا بلند آواز ہونا۔^(۵)

۶: اذان کا کسی اُونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا۔ مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ^(۶) تزیہی ہے۔ ہاں جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں، بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔^(۷)

۱، ۲: ویکرہ اذان جنب و إقامته وإقامة محدث لا أذانه على المذهب، وأذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً، لكنه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي، وسكران ولو بمباح كمعتوه وصبي لا يعقل وقاعد إلا إذا أذن لنفسه وراكب إلا لمسافر، ويعاد أذان جنب ندباً، وقيل: وجوباً لا إقامته لمشروعية تكراره في الجمعة دون تكرارها، وكذا يعاد أذان امرأة ومجنون ومعتوه وسكران وصبي لا يعقل لا إقامتهم لما مرّ. [الدر المختار ۷۵/۲] ^(۳) جاہل سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اوقات سے خود واقف نہ ہو اور نہ کسی واقف سے پوچھ کر اذان کہے۔ ^(۴) المؤذن إذا لم يكن عالماً بأوقات الصلوة لا يستحق ثواب المؤذنين. [البحر الرائق ۵۰۵/۱]

۵: وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة...، وينبغي أن يكون مهيباً، ويتفقد أحوال الناس، ويزجر المتخلفين عن الجماعات. [الهندية ۶۰/۱] ^(۱) لقوله ﷺ: فقم مع بلال فأتق عليه مارأيت فليؤذن به فإنه أندى صوتاً منك (الحديث). [مشكوة ۶۴/۱] ^(۲) دیکھو رسالہ ”تنشيط الاذان“، مصنفہ مولانا خلیل احمد صاحب۔

۸: وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد، ولا يؤذن في المسجد، والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته. [الهندية ۶۲/۱] والأذان بين يديه جرى به التوارث كالإقامة بعد الخطبة. [مراقي الفلاح ۵۱۵]

۷: اذان کا کھڑے ہو کر کہنا، اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اُس کا اعادہ کرنا چاہئے، ہاں اگر مسافر سوار ہو یا مقیم اذان صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔^(۱)

۸: اذان کا بلند آواز سے کہنا، ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو اختیار ہے، مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہوگا۔^(۲)

۹: اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے۔^(۳)

۱۰: اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد سنت ہے، یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے اور اگر کسی وجہ سے اذان بغیر اس قدر ٹھہرے ہوئے کہہ دے تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔ اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔^(۴)

۱۱: اذان میں حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتے وقت داہنی طرف کو منہ پھیرنا اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں طرف منہ کو پھیرنا سنت ہے، خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی، مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے۔^(۵)

۱۲: اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا بشرطیکہ سوار نہ ہو۔ بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔^(۶)

۱۳: اذان کہتے وقت حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے، اور دونوں حدثوں سے پاک ہونا مستحب ہے اور اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر حدث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اُس اذان کا اعادہ مستحب ہے، اسی طرح اگر کوئی حدث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہے، مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔^(۷)

① دیکھو حاشیہ نمبر ① صفحہ ۴۲ باب ہذا۔ ② لقوله عليه السلام: إذا كنت في غنمك أو باديته فأذنت للصلوة فارفع صوتك بالنداء (الحديث). [الشامية ۷۱/۲] ③ وجعل أصبعيه في أذنيه سنة الأذان. [الهندية ۶۳/۱] ④ ويحذر فيها... فلو ترسل لم يعدها في الأصح. [الدّر المختار ۶۸/۲] ⑤ وترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين، ويكره تركه، وتندب إعادته لو ترك الترسل. [الدّر المختار مع ردّ المختار ۶۶/۲] ⑥ ويلتفت فيه أي يحول وجهه لا صدره ولا قدميه يميناً ويساراً فقط... بصلوة وفلاح ولو وحده أو لمولود؛ لأنه سنة الأذان مطلقاً. [الدّر المختار مع ردّ المختار ۶۶/۲] ⑦ ويستقبل غير الراكب القبلة بهما، أي بالإذان والإقامة ويكره تركه تنزيهاً. [الدّر المختار مع ردّ المختار ۶۹/۲] ⑧ دیکھو حاشیہ ① صفحہ ۴۲ باب ہذا۔

۱۴: اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے، اگر کوئی شخص مؤخر لفظ کو پہلے کہہ جائے مثلاً اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ سے پہلے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ جائے یا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة سے پہلے حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی مؤخر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اُس نے مقدم کہہ دیا ہے۔ پہلی صورت میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر کہے اور دوسری صورت میں حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کہہ کر حَيَّ عَلَى الْفَلَاح پھر کہے، پوری اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔^(۱)

۱۵: اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا، خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اثنائے اذان و اقامت میں کلام کرے تو اگر بہت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرے، اقامت کا نہیں۔^(۲)

متفرق مسائل

مسئلہ: اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصد اُتے دے اور بعد اذان ختم ہونے کے خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دیدے، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں، اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصلہ نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا، اور اگر اقامت کے بعد دوسرا کام شروع کر دیا جائے جو نماز کی قسم سے نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کا اعادہ کر لینا چاہئے۔

(۱) ولو قدم فيها مؤخر أعدامها قدم فقط. كما لو قدم الفلاح على الصلوة يعيده أي ولا يستأنف الأذان من أوله. [الدّر المختار مع رد المحتار ۶۹/۲] (۲) ولا يتكلم فيهما أصلاً ولورد سلام، فإن تكلم استأنفه إلا إذا كان الكلام يسيراً. [الدّر المختار مع رد المحتار ۶۹/۲] (۳) یہ حکم مؤذن کا ہے، اور اذان اور تکبیر سننے والے کو بھی سزاوار نہیں کہ درمیان اذان اور تکبیر کے کلام کرے اور نہ وہ قراءت قرآن میں مشغول ہو اور نہ کسی کام میں سوائے جواب دینے کے اذان اور اقامت کا، اور اگر وہ قرآن پڑھتا ہو تو چاہئے کہ قطع کر دے اور اذان اور اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو جائے۔ [عالمگیری: ۶۴] (۴) هل يحجب بعد الفراغ من هذه المذكورات أم لا ينبغي أنه إن لم يطل الفصل فنعلم، وإن طال فلا. [رد المحتار ۸۱/۲] (۵) صلى السنة بعد الإقامة أو حضر الإمام بعد ها لا يعيدها...، وينبغي إن طال الفصل أو وجد ما يعدّ قاطعاً كأكل أن تعاد. [الدّر المختار ۸۷/۲]

مسئلہ ۱: اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مرجائے یا بیہوش ہو جائے یا اُس کی آواز بند ہو جائے یا بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا اسکو حدث ہو جائے اور وہ اُس کے دُور کرنے کے لئے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدثِ اصغر ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے اس حدث کے دور کرنے کو جائے۔

مسئلہ ۳: ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے، جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔

مسئلہ ۴: جو شخص اذان دے اقامت بھی اُسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: کئی مؤذنین کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔

مسئلہ ۶: مؤذن کو چاہئے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کر دے۔

مسئلہ ۷: اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں، ہاں ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا، اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں، اور کچھ مقصود نہیں۔

① ويجب استقبالها الموت مؤذن وغشيه وخرسه وحصره ولا ملقن، وذهابه للوضوء لسبق حدث. والمراد بالوجوب اللزوم في تحصيل سنة الأذان. [الدّر المختار مع ردّالمحتار ۷۵/۲]

② قوله: وذهابه للوضوء، لكن الأولى أن يتمها ثم يتوضأ؛ لأن ابتداء هما مع الحدث جائز فالبناء أولى. [ردّالمحتار ۷۵/۲]

③ يكره له أن يؤذن في مسجدین. [الدّر المختار ۸۸/۲]

④ وإن أذن رجل وأقام آخر، إن غاب الأول جاز من غير كراهة، وإن كان حاضراً ويلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره، وإن رضی به لا يكره عندنا. [الهنديّة ۶۰/۱ و ردالمحتار ۷۹/۲]

⑤ قوله: "وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع"، ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلّام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع، ففيه دليل على أنه غير مكروه؛ لأن المتوارث لا يكون مكروهاً. [ردالمحتار ۷۱/۲]

⑥ فلو غيره (أي الإمام) يتمها (أي الإقامة) في موضع البداءة بلا خلاف. [ردالمحتار ۸۰/۲] ⑦ لقوله **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ** إنما الأعمال بالنيات. وتفصيل المسئلة في. [ردالمحتار ۷۴/۲]

نماز کی شرطوں کا بیان

مسائل طہارت

مسئلہ ①: اگر کوئی چادر اسقدر بڑی ہو کہ اسکا نجس حصہ (اوڑھ کر نماز پڑھتے ہوئے) نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اُس چیز کو بھی پاک ہونا چاہئے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو، بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو، مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اور جب اُس بچہ کا بدن اور کپڑا اسقدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ اور اگر خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہو تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے، پس یہ نجاست اُسی کی طرف منسوب ہوگی، اور نماز پڑھنے والے سے کچھ اس کا تعلق نہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، مثلاً نماز پڑھنے والے کے جسم پر کتا بیٹھا جائے اور اُس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ اسکا لعاب اُس کے جسم کے اندر ہے اور وہی اُس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے، پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے جس سے طہارت شرط نہیں، اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا ② جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ اسکا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے، خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں، بخلاف اس کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو اس لئے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

① تا ④ هي (أي شرائط الصلوة) ستة: طهارة بدنه أي جسده... من حدث... وخبث... ووثوبه، وكذا ما يتحرك بحر كته كمنديل طرفه على عنقه وفي الآخر نجاسة مانعة إن تحرك موضع النجاسة بحر كات الصلوة منع وإلا لا، بخلاف ما لم يتصل كبساط طرفه نجس وموضع الوقوف والجهة طاهر فلا يمنع مطلقاً... أو يعد حاملاً له كصبي عليه نجس إن لم يستمسك بنفسه منع، وإلا لا، كجنب و كلب إن شذ فمه في الأصح. [الدّر المختار مع ردالمحتار ۹۱/۲] ② لوصلي حاملاً بيضة مذرة صار محها دما جاز؛ لأنه في معدنه، والشئ مادام في معدنه لا يعطي له حكم النجاسة، بخلاف ما لو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلواته لأنه في غير معدنه. [ردّ المحتار ۹۲/۲]

مسئلہ ۱: نماز پڑھنے کی جگہ نجاستِ حقیقیہ^(۴) سے پاک ہونی چاہئے۔ ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کچھ حرج نہیں، نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔

مسئلہ ۳: اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

مسئلہ ۱: اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اُس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے، پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں، خواہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

مسئلہ ۵: اگر کسی نجس مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے۔

مسئلہ ۶: اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی (سوکھے) نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۸: اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری بوجہ آدمیوں کے فعل کے ہو تو جب معذوری جاتی رہے گی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اُتار لئے ہوں یا کسی دشمن

① ومنها (أي من شروط الصلوة) طهارة الجسد والثوب والمكان... من نجس غير معفو عنه... حتى... موضع القدمين... واليدين والركبتين على الصحيح،... والجهة على الأصح،... ولا يمنع نجاسة في محل أنفه مع طهارة باقي المحال بالاتفاق؛ لأن الأنف أقل من الدرهم، ويصير كأنه اقتصر على الجهة مع الكراهة. [مراقي الفلاح ۲۰۷] أي التحريمية لأن وضع الأنف واجب، وإذا وضعه على نجاسة كأنه لم يضعه. [طحطاوي ۲۱۰] ② یعنی جنسی چیزیں ناپاک ہیں مثل پیشاب یا خانہ منی وغیرہ کے۔ (محشی) ③ فإن وضع إحدى القدمين التي موضعها طاهر ورفع القدم الأخرى التي موضعها نجس و صلى فإن صلواته جائزة. [الهندية ۶۸/۱ و الدر المختار ۹۲/۲] ④ بخلاف ما لو كانت النجاسة في بعض أطراف البساط حيث تجوز الصلوة على الطاهر منه ولو تحرك الطرف الآخر بحرکتہ لأن البساط بمنزلة الأرض، فيشترط فيه طهارة مكان المصلي فقط كما في الخانية. [طحطاوي ۲۰۸] ⑤ وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة إن كان رقيقاً يشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة لا تحوز الصلوة عليه، وإن كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك جازت. [طحطاوي على المراقي ۲۰۸] ⑥ لو كانت تقع ثيابه (أي المصلي) على أرض نجسة عند السجود لا يضر. [الشامية ۹۲/۲] ⑦ یعنی جب کہ پاک جگہ کھڑا ہو اور سجدہ کرنے میں کپڑے نجس مقام پر پڑتے ہوں بشرطیکہ وہ جگہ نجس سوکھی ہو یا گیلی ہو، مگر کپڑوں میں اس قدر نجاست کا اثر نہ آئے جو مانع نماز ہے۔ (محشی) ⑧ وينبغي أن تلزمه الإعادة عندنا إذا كان العجز لمنع من العباد، كما إذا غصب ثوبه، لما صرحوا به في باب التيمم أن المنع من الماء إذا كان من قبل العباد يلزمه الإعادة. [البحر الرائق ۵۴۲/۱]

نے اُس کے کپڑے اُتار لئے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں مثلاً کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اُس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اُس کو بچھا کر نماز پڑھے تو اُس کو چاہئے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی شخص مقام میں پڑھ لے اگر پاک جگہ میسر نہ ہو۔

قبلہ کے مسائل

مسئلہ: اگر قبلہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی سب کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ امام اُس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اُس کی اقتدا جائز نہیں۔ (لہذا ایسی صورت میں اُس مقتدی کو تنہا نماز پڑھنا چاہئے جس طرف اس کا غالب گمان ہو۔ محشی)

نیت کے مسائل

مسئلہ: مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

مسئلہ: امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں، ہاں اگر کوئی عورت اُسکے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ، جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اسکی اقتدا صحیح ہونے کے لئے اسکی امامت کی نیت کرنا شرط ہے، اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی نہ ہو تو پھر شرط نہیں۔

① والضباطة أن من ابتلى ببليتين فإن تساويا خيرا، وإن اختلفا اختار الأخف. [الدر المختار ۱۰۸/۲] (۲) (صلی جماعۃ عند اشتباه القبلة) فلو لم تشبهه إن أصاب جاز (بالتحرى) مع إمام (وتبين أنهم صلوا إلى جهات مختلفة فمن تيقن) منهم (مخالفة إمامه في الجهة) أو تقدم عليه (حالة الأداء) لم تجز صلواته. [الدر المختار ۱۴۷/۲] (۳) والخامس منها (أي من شروط الصحة) نية المتابعة مع نية أصل الصلوة للمقتدي. [مراقي الفلاح ۲۲۱/۱] (۴) والإمام ينوي صلواته فقط، ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدي..... وإن أم نساء، فإن اقتدت به المرأة محاذية لرجل في غير صلوة جنازة، فلا بد لصحة صلاتها من نية إمامتها..... وإن لم تقتد محاذية اختلف فيه، فقيل: يشترط، وقيل: لا كجنازة إجماعا وجمعية وعيد على الأصح. [الدر المختار ۱۲۸/۲]

مسئلہ ۱: مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو، بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، ہاں اگر نام لے کر تعیین کر لے گا اور پھر اُسکے خلاف ظاہر ہوگا تو اسکی نماز نہ ہوگی، مثلاً کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس (مقتدی) کی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲: جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہئے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کیلئے پڑھتا ہوں، اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اُسکو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اُسکی میں بھی پڑھتا ہوں، بعض علماء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض اور واجب نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف نماز کی نیت کر لینا کافی ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ نماز سنت ہے یا مستحب، اور سنت فجر کے وقت کی ہے، یا یہ سنت تہجد ہے یا تراویح یا کسوف ہے یا خسوف، مگر رائج یہ ہے کہ تخصیص کے ساتھ نیت کرے۔

تکبیر تحریمہ کا بیان

مسئلہ ۳: بعض ناواقف جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، اُن کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کیلئے شرط ہے، اور تکبیر تحریمہ کے لئے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا وہ صحیح نہ ہوئی اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

① ونية استقبال القبلة ليست بشرط مطلقاً..... كنية تعيين الإمام في صحة الاقتداء فإنها ليست بشرط، فلو اتمم به يظنه زيدا فإذا هو بكر صَحَّ، إلا إذا عينه باسمه فبان غيره. [الدَّر المختار ۱۲۹/۴۲] وإذ انوى الاقتداء بزید فإذا هو عمرو لم يجز. [الهندية ۱/۷۴] ② ومصلی الجنائز ينوي الصلوة لله تعالى، وينوي أيضا الدعاء للميت، (وأيضا لا بد) أنه لو كان الميت ذكرا فلا بد من نيته في الصلوة، وكذلك الأنثى والصبي والصبية، ومن لم يعرف أنه ذكر أو أنثى يقول: نويت أن أصلي الصلوة على الميت الذي يصلي عليه الإمام. [الدَّر المختار مع ردِّ المختار ۱۲۶/۲] ③ وكفى مطلق نية الصلوة وإن لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد، إذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع، والتعيين أحوط، ولا بد من التعيين عند النية..... لفرض..... ولو..... قضاء. [الدَّر المختار ۱۱۶/۲-۱۱۹] ④ فلو أدرك الإمام راكعا فكبر منحيا لم تصح تحريمته. [الدَّر المختار ۱۷۶/۲]

فرض نماز کے بعض مسائل

مسئلہ: ۱ آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنا چاہئے، اس کے بعد کوئی سورت قرآن مجید کی پڑھے۔

مسئلہ: ۲ اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے، اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۃ حجرات اور سورۃ بروج اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے، فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونا چاہئے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔ عصر اور عشاء کی نماز میں والسماء والطارق اور لم یکن اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہئے۔ مغرب کی نماز میں اذالزلت سے آخر (قرآن) تک۔

مسئلہ: ۳ جب رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد اور منفرد دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے، تکبیر کی انتہا اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو، یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

مسئلہ: ۴ سجدے میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہئے، پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو، منہ دونوں

① وأمن بمد (ہی أشهرها وأفصحها)، وقصر (وہی مشہورۃ). [الدر المختار ۲/۲۳۷] وأمن الإمام والمأموم سرا..... ثم قرأ سورة. [مراقی الفلاح ۲۸۲] ② سنتها (ای القراءة) حالة الاضطراب في السفر، وهو: أن يدخله خوف أو عجلة في سيره أن يقرأ بفاتحة الكتاب وأي سورة شاء، وحالة الاضطراب في الحضر وهو ضيق الوقت أو الخوف على نفس أو مال أن يقرأ قدر مالا يفوته الوقت أو الأمان..... واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر والظهر، وأوسطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب، وطوال المفصل من الحجرات إلى البروج، والأوسط من سورة البروج إلى لم یکن، والقصار من سورة لم یکن إلى الآخر..... وإطالة القراءة في الركعة الأولى على الثانية من الفجر مستنونة بالإجماع. [الهنديۃ بحذف ۸۵/۱-۸۶]

③ فإن كان إماماً ما يقول: "سمع الله لمن حمده" بالإجماع، وإن كان مقتدياً يأتي بالتحميد ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفرداً الأصح أنه يأتي بهما. [الهنديۃ ۸۲/۱] ④ قالوا: إذا أراد السجود يضع أولاً ما كان أقرب إلى الأرض فيضع ركبتيه أولاً ثم يديه ثم أنفه ثم جبهته..... ويضع يديه في السجود حذاء أذنيه، ويوجه أصابعه نحو القبلة وكذا أصابع رجليه..... ويبدى ضبعيه عن جنبه..... ويجافي بطنه عن فخذه. [الهنديۃ ۸۳/۱] ⑤ اور سجدے سے اٹھنے کے وقت پہلے پیشانی اٹھاوے، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ (ف)

ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہئے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہونی چاہئیں، اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف اور پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں۔ پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ درمیان سے نکل سکے۔

مسئلہ ۱: فجر، مغرب، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت اور سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَهُ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے، اور منفرد کو قراءت میں تو اختیار ہے، مگر سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَهُ اور تکبیریں آہستہ کہے، اور ظہر، عصر کے وقت امام صرف سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَهُ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

مسئلہ ۲: بعد نماز ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلانے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگنے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی، اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دُعا سنائی دے تو خواہ سب آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ ۳: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء، اُن کے بعد بہت دیر تک دُعا نہ مانگے، بلکہ مختصر دُعا مانگ کر اُن سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر، اُن کے بعد جتنی دیر تک چاہے دُعا مانگے، اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف داہنی یا بائیں طرف کو منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اسکے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

مسئلہ ۴: بعد فرض نمازوں کے بشرطیکہ انکے بعد سنتیں نہ ہوں (ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے) کہ اُستغفر اللہ

① ويجهر الإمام وجوباً في الفجر وأولي العشاءين، ويسر في غيرها، ويخير المنفرد في الجهر إن أدى كمتنفل بالليل، ويخاف حتماً إن قضى الجهرية في وقت المخافة. [الدر المختار ۲/ ۳۰۴] وجهر الإمام بالتكبير بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال، وكذا بالتسميع والسلام. وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه. [الدر المختار ۲/ ۲۰۸] ② ثم يدعون لأنفسهم..... رافعي أيديهم..... حذاء الصدر..... ثم يمسحون بأيديهم وجوههم في آخره. [مراقي الفلاح ۳۱۶-۳۱۷]

③ ويستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بحذاءه مسبوق فإن كان ينحرف يمنة أو يسرة، والصيف والشتاء سواء هو الصحيح، وفي الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة. [الهندي ۸۵/۱]

④ ويستغفرون الله ثلاثاً، ويقرؤون آية الكرسي والمعوذات، ويسبحون الله ثلاثاً وثلاثين، ويحمدونه كذلك، ويكبرونه كذلك، ثم يقولون: لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير. [مراقي الفلاح بحذف ۳۱۴]

الذی لا إله إلا هو الحي القيوم تین مرتبہ، آیت الکرسی، قل هو اللہ أحد، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس (۳۳) مرتبہ سُبْحَانَ اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔

مسئلہ: عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں۔ صرف چند مقامات پر ان کو اسکے خلاف کرنا چاہئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱: تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانا چاہئے، اگر کوئی ضرورت مثل سردی وغیرہ کے اندر ہاتھ رکھنے کی نہ ہو۔ اور عورتوں کو ہر حال میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے کندھوں تک اٹھانا چاہئے۔

۲: بعد تکبیر تحریمہ کے مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہئے اور عورتوں کو سینہ پر۔

۳: مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہئے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہئے، اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے۔ حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے۔

۴: مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہئے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں، اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہئے بلکہ صرف اسی قدر جس میں اُن کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵: مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر۔

۱، ۲، ۳) قولہ: ویسنّ وضع المرأة یدیہا علی صدر ہامن غیر تحلیق [مراقی الفلاح ۲۵۹] المرأة تخالف الرجل فی مسائل: منها هذه، ومنها: أنها لا تخرج کفہا من کمہا عند التکبیر، وترفع یدیہا حذاء منکبہا، ولا تفرج أصابعها فی الركوع وتنحني فی الركوع قليلا بحيث تبلغ حد الركوع، فلا تزيد علی ذلك؛ لأنه أسترلها وتلزم مرفقیہا بحنبہا فیہ، وتلزم بطنها بفخذیہا فی السجود، وتجلس متوركة فی كل قعود بأن تجلس علی ألتها اليسرى وتخرج کلتا رجليها من الجانب الأيمن وتضع فخذیہا علی بعضهما، وتجعل الساق الأيمن علی الساق الأيسر كما فی مجمع الأنهر، ولا تؤم الرجال، وتكره جماعتهم ویقف الإمام وسطهم، ولا تجهر فی موضع الجهر، ولا يستحب فی حقها الإسفار بالفجر والتبّع ینفی الحصر. [الطحطاوي علی المراقی ۲۵۹] ووضع الرجل یمینه علی یساره تحت سرتہ اخذار سغها بخنصره وإبهامه (أي یحلق الخنصر والإبهام علی الرسغ) ویسط الأصابع الثلاث. [الدّر المختار ۲/۲۲۸] ویسط ظهره ویسوي ظهره بعجزه، أما المرأة فتحنی فی الركوع یسیرا. [الدّر مع الشامیة ۲/۲۴۱] ویفرج أصابعه فی الركوع (وهی) لا تفرج ولكن تضم وتضع یدیہا علی ركبتيها وضعا. [الدّر المختار و ردّ المختار ۲/۲۴۰-۲۴۱]

- ۶: مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ٹلی ہوئی۔
- ۷: مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ملا ہوا۔
- ۸: مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئے اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔
- ۹: مردوں کو سجدے میں دونوں پیرانگیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہئے اور عورتوں کو نہیں۔
- ۱۰: مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہئے اور دائیں پیر کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دینا چاہئے اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔
- ۱۱: عورتوں کو کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہئے۔

تحیۃ المسجد

- مسئلہ: ۷: یہ نماز اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔
- مسئلہ: ۸: اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے، اس لئے کہ مکان کی تعظیم صاحب مکان کے خیال سے ہوتی ہے، پس غیر خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔

- ۱، ۲، ۳: ویسن مجافاة الرجل ... بطنه عن فخذیه ... ومرفقیه عن جنبیه وذراعیه عن الأرض، ... ویسن انخفاض المرأة ولزقها بطنها بفخذیها. [مراقی الفلاح ۲۶۸] ۴: وذكر فی البحر أنها لا تنصب أصابع القدمین. [رد المحتار ۲۵۹/۱]
- ۵: ویسن افتراش الرجل رجله اليسرى ونصب اليمنى ... ویسن تورك المرأة بأن تجلس على أليتها، وتضع الفخذ على الفخذ، وتخرج رجلها من تحت وركها اليمنى. [مراقی الفلاح ۲۶۹] ۶: ولا تجهر فی الجهرية. [رد المحتار ۲۵۹/۲]
- ۷، ۸: ویسن تحية رب المسجد، وهي ركعتان. وقال ابن عابدين: قوله: (رب المسجد) أفاد أنه على حذف مضاف؛ لأن المقصود منها التقرب إلى الله تعالى لا إلى المسجد؛ لأن الإنسان إذا دخل بيت الملك يحيي الملك لا بيته. [رد المحتار ۵۵۵/۲]

مسئلہ: اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے: **سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ** اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے، اس نماز کی نیت یہ ہے: **نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكَعَتِي تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ** یا اردو میں اس طرح کہہ لے خواہ دل ہی میں سمجھ لے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھوں۔

مسئلہ: دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں، اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیگی یعنی اسکے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائیگا، اگرچہ اسمیں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

مسئلہ: اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اسکے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔

مسئلہ: اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں۔

نوافل سفر

مسئلہ: جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر

① وقد حكى الإجماع على سنيتها، غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة تقديما لعموم الحاضر على عموم المبيح، قوله: (وهي ركعتان) في القهستاني: ورکعتان أو أربع، وهي أفضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد الفجر أو العصر، فإنه يسبح ويهمل ويصلي على النبي ﷺ. [رد المحتار ۵۵۵/۲] وأداء الفرض أو غيره، وكذا دخوله بنية فرض أو اقتداء ينوب عنها بلانية. [الدر المختار ۵۵۵/۲] ولا تسقط بالجلوس عندنا. [الدر المختار ۵۵۷/۲] ② عن أبي قتادة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس. متفق عليه. [مشکوٰۃ ۵۳]

⑤ وتكفيه لكل يوم مرة إذا تكرر دخوله لعذر، وظاهر إطلاقه أنه مخير بين أن يؤديها في أول المرات أو آخرها. [رد المحتار ۵۵۷/۲]

⑥ ومن المندوبات: ركعتا السفر والقدم منه. [رد المحتار ۵۶۵/۲]

کرے، اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ لے، اسکے بعد اپنے گھر جائے۔
حدیث: ^(۱) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی اپنے گھر میں اُن دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑ جاتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔

حدیث: ^(۲) نبی ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔
مسئلہ: ^(۳) مسافر کیلئے یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

نماز قتل

مسئلہ: ^(۴) جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز واستغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب **فرمان اللہ تعالیٰ** میں سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے کہیں بھیجا تھا، اثنائے راہ میں کفار مکہ نے انھیں گرفتار کیا۔ سوا حضرت خبیب **رضی اللہ عنہ** کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت خبیب **رضی اللہ عنہ** کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا، جب یہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی، اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہو گئی۔^(۵)

① عن مقطم بن المقدم قال: قال رسول الله ﷺ: ما خلف أحد عند أهله أفضل من ركعتين يركعهما عندهم حين يريد سفراً. رواه الطبراني. [رد المحتار ۵۶۵/۲] وعن كعب بن مالك: كان رسول الله ﷺ لا يقدم من السفر إلا نهراً في الضحى، فإذا قدم بدأ بالمسجد، فصلى فيه ركعتين. ثم جلس فيه رواه مسلم. [رد المحتار ۵۶۵/۲] ③ وينبغي إذان من لا يصلي فيه ركعتين أيضاً ليكون قدومه ووداعه مفتتحاً بالصلوة ومختتماً بها. قال الطحطاوي: يستحب أن لا يقعد حتى يصلي ركعتين. [رد المحتار ۳۹] ④ من المندوب: صلوة القتل، فإذا ابتلى به مسلم يستحب أن يصلي ركعتين يستغفر بعدهما من ذنوبه لتكون الصلوة والاستغفار آخر أعماله. [طحطاوي على مراقي الفلاح ۴۰۱] ⑤ قال البخاري في حديث طويل: فخر جوه (أى الخبيب **رضي الله عنه**) من الحرم ليقتلوه، فقال دعوني أصلي ركعتين، ثم انصرف إليهم، فقال: لولا أن تُروا أن ما بي جزع من الموت لزدت، فكان أول من سن ركعتين عند القتل. [فتح الباري على البخاري ۴۷۳/۷، حديث ۴۰۸۶، دار السلام، رياض]

تراویح کا بیان

مسئلہ ۱: وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۲: نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے۔ ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے، اس بیٹھنے میں اختیار ہے، چاہے تنہا نوافل پڑھے، چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے چُپ بیٹھا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کوئی بات ایسی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشاء کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ ۴: اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے، ہاں جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہو جائے گا جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پر پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اُسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے، پھر تراویح میں شریک ہو، اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے

① ویصح تقدیم الوتر علی التراویح وتأخیرہ عنہا، وهو أفضل. [مراقي الفلاح ۴۱۳] ② یجلس ندبا بین کل أربعة بقدرها، وكذا بین الخامسة والوتر، ویخیرون بین تسبیح وقراءة و سکوت. [الدّر المختار ۵۹۹/۲] ③ ینتظر الإمام بین کل ترویحة قدر ما یصلی فیہ أربع رکعات فإذا أتمها ینتظر قدر ترویحة، ثم یوتر إلا أن یعلم أنه ینقل علی القوم. [الفتاوی السراجیة ۲۰]

④ لوتبین فساد العشاء دون التراویح أعادوا العشاء ثم التراویح. [مراقي الفلاح ۴۱۳ والہندیہ ۱/۱۲۸] ⑤ ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة؛ لأنها تبع، فمصلیہ وحده یصلیہا معه [الدّر المختار ۲/۶۰۳] فلو أقيمت بجماعة وحدها كانت مخالفة للوارد فیہا فلم تکن مشروعة، أما لو صلیت بجماعة الفرض وكان رجل قد صلی الفرض وحده فله أن یصلیہا مع ذلك الإمام؛ لأن جماعتهم مشروعة فله الدخول فیہا معهم. [ردّ المختار ۲/۶۰۳]

⑤ فلو فاتہ بعضها وقام الإمام إلی الوتر أو ترمعه ثم صلی ما فاتہ [الدّر المختار ۲/۵۹۸]

پڑھے اور یہ شخص و تر جماعت سے پڑھے۔

مسئلہ: ① مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہئے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائیگا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائیگی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ الم تر کیف سے اخیر تک کی دس (۱۰) سورتیں پڑھ دی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت، پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: ② ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تا وقتیکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

مسئلہ: ③ ایک رات (۴) میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گذرے، اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: ⑤ تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہئے، اسلئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے، اگرچہ کسی سورت کا جزو نہیں، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جاوے گی۔ اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائیگی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

مسئلہ: ⑥ تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے، اگرچہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے کے ختم

①، ② فلا یترو الختم لکسل القوم، لكن في الاختيار: الأفضل في زماننا قدر مالا ينقل عليهم، قال في البحر: فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذالزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. [الدر مع الشامية ۲/ ۶۰۱] وفي التجنيس: ثم بعضهم اعتادوا قراءة (قل هو الله أحد) في كل ركعة، و بعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن وهذا حسن. [البحر الرائق ۲/ ۱۲۱] ③ عن أبي حنيفة **والشعيل** أنه كان يختم في رمضان إحدى وستين ختمة، في كل يوم ختمة، وفي كل ليل ختمة وفي كل التراويح ختمة. [مراقي الفلاح ۴۱۵] ④ شبيه متعارف اس حکم میں داخل نہیں ہے، اس کا حکم ”اصلاح الرسوم“ میں دیکھو. (حبیب احمد). ⑤ لو قرأ تمام القرآن في التراويح ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى مافي النملة لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأها الإمام سراً خرج عن عهدة السنية لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة [أحكام القنطر ۲۷۳] إنها (أي البسملة) اية فذة ليست من الفاتحة ولا من سورة أخرى أنزلت لبيان مبادي السور وخواتمها. ⑥ لو حصل الختم ليلة التاسع عشر =

ہو جائے۔ مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن شریف پڑھ دیا جائے تو باقی زمانہ میں بھی تراویح کا پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔
مسئلہ: ^(۱) صحیح یہ ہے کہ قل ھو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آجکل دستور ہے مکروہ ہے۔ ^(۲)

نماز کسوف و خسوف

مسئلہ: ^(۳) کسوف (سورج گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

مسئلہ: ^(۴) نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے، بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت یا اس کا نائب امامت کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امام مسجد اپنی مسجد میں نماز کسوف پڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ: ^(۵) نماز کسوف کے لئے اذان یا اقامت نہیں، بلکہ لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو الصلوة جامعۃ پکار دیا جائے۔

مسئلہ: ^(۶) نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورۃ بقرہ وغیرہ کے پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے، اور قراءت آہستہ پڑھے۔ ^(۷)

مسئلہ: ^(۸) نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں، جب تک کہ گرہن موقوف نہ ہو جائے دعا میں مشغول رہنا چاہئے، ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو البتہ دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

=والحدادی والعشرین لاتترك التراویح فی بقیة الشهر؛ لأنها سنة. [الفتاویٰ الہندیة: ۱/۱۳۰] ^(۱) قراءة "قل ھو اللہ احد" ثلاث مرارۃ عقب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ، واستحسنها أكثر المشائخ. [الفتاویٰ الہندیة ۳۹۲/۵] ^(۲) وجہ کراہت یہ ہے کہ آج کل عوام نے اس کو لوازم ختم سے سمجھ لیا ہے جیسا کہ ان کے طرز عمل سے ظاہر ہے، لہذا مکروہ ہے، نہ یہ کہ اعادۃ سورۃ فی نفسہ مکروہ ہے، جیسا کہ مولانا ^(۳) نے ترمثالۃ امداد الفتاویٰ ۱۱۸ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ پس اعادۃ سورۃ خواہ فی نفسہ جائز ہو یا مکروہ، رسم ہذا قابل ترک ہے۔ (الصحیح الاغلاط) ^(۴) سن رکعتان کھیئتہ النفل للکسوف. [مراقی الفلاح ۵۴۳] ^(۵) یصلی بالناس من یملک إقامة الجمعة، وعن أبي حنیفۃ فی غیر روایۃ الأصول: لكل إمام مسجد أن یصلی بجماعة فی مسجده، والصحیح ظاہر الروایۃ، وهو أنه لا یقیمہا إلا الذی یصلی بالناس الجمعة. [الدر المختار ۷۷/۳] ^(۶) بلا اذان ولا إقامة ولا جهر،... بل ینادی: الصلوة جامعة. [مراقی الفلاح ۵۴۵] ^(۷) وسن تطویلہما بنحو سورۃ البقرۃ: وسن تطویل رکوعہما وسجودہما. [مراقی الفلاح ۵۴۵] ^(۸) ویخفی القراءة عند أبي حنیفۃ ^(۹) وعند ہما یجهر، وعن محمد کقول أبي حنیفۃ ^(۱۰) [الحلبی ۴۲۴]

^(۱) ثم يدعو الإمام... جالساً مستقبل القبلة... أو يدعو قائماً مستقبل الناس... وهو أحسن... ويؤمنون على دعائه... حتى يكمل انجلاء الشمس. وإن غربت كاسفة أمسك عن الدعاء، واشتغل بصلوة المغرب. [مراقی الفلاح مع الطحطاوي: ۵۴۶]

مسئلہ ۱: خسوف (چاند گرہن) کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے، مگر اس میں جماعت مسنون نہیں، سب لوگ تنہا علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھیں، اور اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں، مسجد میں جانا بھی مسنون نہیں۔

مسئلہ ۲: اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے، مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو، مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے، ہر شخص اپنے اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

مسئلہ ۳: جس قدر نمازیں یہاں بیان ہو چکیں ان کے علاوہ بھی جس قدر کثرت نوافل کی کی جائے باعث ثواب و ترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی ﷺ نے فرمائی ہے، مثل رمضان کے اخیر عشرہ کی راتوں اور شعبان کی پندرہویں تاریخ کے، ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہوا ہے، ہم نے اختصار کے خیال سے ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

① يصلون ركعتين في خسوف القمر وحدانا. [الفتاوى الهندية ۱/۱۶۸] كما يصلون في خسوف القمر فرادى بجماعة لتعذر الاجتماع بالليل أول خوف الفتنة، وفي التحفة: يصلون في منازلهم، وقيل: الجماعة جائزة فيه عندنا لكنها ليست بسنة. [مجمع الانهر ۱/۲۰۶]

② وكالصلوة فرادى لحصول الظلمة الهائلة نهاراً، والريح الشديدة ليلاً كان أو نهاراً، والفرع بالزلازل والصواعق، وانتشار الكواكب والضوء الهائل ليلاً، والثلج والأمطار الدائمة، وعموم الأمراض، والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الأفرار والأحوال؛ لأنها آيات مخوفة للعباد ليركوا المعاصي، ويرجعوا إلى طاعة الله تعالى التي بها فوزهم وصلاحهم، وأقرب أحوال العبد في الرجوع إلى ربه الصلوة، نسأل الله من فضله العفو والعافية بجاه سيدنا محمد ﷺ. [مراقي الفلاح ۱/۵۴۶] وذكر في البدائع أنهم يصلون في منازلهم. [الفتاوى الهندية ۱/۱۶۹]

③ وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان؛ لما ورد عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ كان إذا دخل العشر الأخير من رمضان أحياء الليل وأيقظ أهله وشد المنزر. [مراقي الفلاح ۳۹۹]

④ وندب إحياء ليلة النصف من شعبان؛ لأنها تكفر ذنوب السنة. [مراقي الفلاح ۴۰۰]

استسقاء کی نماز کا بیان

① جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برستا ہو اُس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے، استسقاء لئے دعا کرنا اس طریقہ سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پایادہ خشوع و عاجزی کیساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں اور توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بلا اذان اور اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام جہر سے قرأت پڑھے، پھر دو خطبے پڑھے جس طرح عید کے روز کیا جاتا ہے۔ پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جاوے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں، تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں۔ اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو جب بھی تین دن پورے کر دیں، اور تینوں دنوں میں روزہ بھی رکھیں تو مستحب ہے، اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

فرائض و واجبات صلوٰۃ کے متعلق بعض مسائل

مسئلہ: ۱ مدرک پر قرأت نہیں، امام کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ۲ مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتوں سے ایک یا دو رکعت میں قرأت کرنا فرض ہے۔

① الإستسقاء: دعاء واستغفار ... بلاجماعة مسنونة بل هي جائزة وبلاخطبة، وقالوا: تفعل كالعيد، ... و بلا حضور ذمی، وإن صلوا فرادی جاز، ... ویخرجون ثلاثة أيام ... متتابعات، ويستحب للإمام أن يأمهم بصيام ثلاثة أيام قبل الخروج وبالتوبة، ثم يخرج بهم في الرابع مشاة في ثياب غسيلة أو مرقعة متذللين متواضعين خاشعين لله ناكسين رؤسهم، ويقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم، ويحدّون التوبة، ويستغفرون للمسلمين ويستسقون بالضعفة والشيوخ والعجائز والصبيان، ويعدون الأطفال عن أمهاتهم. [الدر المختار بحذف: ۸۱/۳] ② یعنی جیسے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی نماز کے بعد دونوں خطبے پڑھے۔ ③ ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام لقوله عليه السلام: "من كان له إمام فقرأه الإمام له قراءة" ويكره عندهما (عند أبي حنيفة وأبي يوسف) لمافيه من الوعيد. [الهداية بحذف ۲۲۹/۱] ④ ولو أدرك ركعتين قضى ركعتين بقرأة ولو ترك في إحدهما فسدت. [الفتاوى الهندية ۱۰۲/۱]

مسئلہ ۱: حاصل یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قراءت نہ کرنی چاہئے، ہاں مسبوق کیلئے چونکہ اُن گئی ہوئی رکعتوں میں امام نہیں ہوتا اسلئے اس کو قراءت کرنا چاہئے۔

مسئلہ ۲: سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اُنچا نہ ہونا چاہئے، اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں، ہاں اگر کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے، مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر مل کر کھڑے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو نماز پڑھنے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جس شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جاوے وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو سجدہ کرنا والا پڑھ رہا ہے۔

مسئلہ ۳: عیدین کی نماز میں علاوہ معمول کی تکبیروں کے چھ تکبیریں کہنا واجب ہے۔

مسئلہ ۴: امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ وہ قضا ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۵: منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے، چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے۔ بلند آواز ہونے کی فقہاء نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سُن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سُن سکے، دوسرا نہ سُن سکے۔

مسئلہ ۶: امام اور منفرد کو ظہر عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲ باب ہذا۔ ② ومن شروط صحة السجود عدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين بأكثر من نصف ذراع... وإن زاد على نصف ذراع لم يحز السجود... إلّا... لزحمة سجد فيها على ظهر مصلي صلواته. [مراقي الفلاح ۲۳۲] ③ ويجب تكبيرات العيدين وهي ثلاث في كل ركعة وكل تكبيرة منها واجبة يجب بتركها سجود السهو. [مراقي الفلاح ۲۵۲] ④ ويجهر الإمام وجوبا... في الفجر وأوليي العشائين أداءً وقضاءً وجمعة وعيدين وتراويح ووتر بعدها. [الدر المختار ۳۰۴/۲] ⑤ وخير المنفرد بين الجهر والإخفاء في نفل الليل... وفي الفرض الجهر إن كان في وقته أي: إذا أراد المنفرد أداء الجهر خير: إن شاء جهر لكونه إمام نفسه، وإن شاء خافت إذ ليس خلفه من يسمعه، وفضل الجهر ليكون الأداء على هيئة الجماعة... وقيد بالجهر لأنه لا يخير في غيره بل يخافت حتما. [مجمع الأنهر ۱۰۳/۱]

⑥ وأدنى الجهر إسماع غيره، وأدنى المخافتة إسماع نفسه ومن يقره. [سكب الأنهر ۱۰۳/۱] ⑦ یعنی جو شخص دُور کھڑا ہو وہ نہ سُن سکے اور یہ غرض نہیں ہے کہ جو بالکل پاس کھڑا ہو وہ بھی نہ سُن سکے۔ (محشی) ⑧ ويجب الإسرار... في جميع ركعات الظهر =

مسئلہ: جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہئے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

مسئلہ: منفرد اگر فجر، مغرب، عشاء کی قضاء دن میں پڑھے تو اُن میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اگر رات کو قضاء پڑھے تو اُسے اختیار ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مغرب کی یا عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اُسے تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہئے، اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اور اخیر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

نماز کی بعض سنتیں

مسئلہ: تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا، مردوں کو کانوں تک اور عورتوں کو شانوں تک سُنت ہے، عذر کی حالت میں مردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ہاتھوں کو باندھ لینا، مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر سُنت ہے۔

مسئلہ: مردوں کو اس طرح ہاتھ باندھنا کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی

=والعصر... وفيما بعد أولي العشاءين، الثالثة من المغرب وهي والرابعة من العشاء. [مراقي الفلاح ۲۵۳]

① (و (يجب) الإسرار في نفل النهار... والمنفرد مخير فيما يجهر... كمتنفل بالليل فإنه مخير. [مراقي الفلاح ۲۵۴]

② ويخافت المنفرد حتماً أي وجوباً إن قضى الجهرية في وقت المخافتة كأن صلى العشاء بعد طلوع الشمس. قوله: (في وقت المخافتة) قيد به؛ لأنه إن قضى في وقت الجهر خير كما لا يخفى. [الدّر مع الشامية ۳۰۷/۲] ③ (ولو ترك سورة)

أراد بها ما يقرأ مع الفاتحة في أولي العشاء، قيد به وإن كان غيره كذلك لبيان الجهر بذلك قضاها وجوباً في الآخرين مع الفاتحة لوجوب قضاء الواجب وجهر بهما. [الهندية ۸۰/۱] ④ ويرفع يديه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه، ... والمرأة

ترفع يديها حذاء منكبيها. [الهندية ۸۰/۱] وما رواه الشافعي من حديث ابن عمر قال: "رأيت النبي ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي منكبيه" محمول على حالة العذر. [طحطاوي على المراقي ۲۵۶] ⑤ ⑥ ووضع الرجل يمينه على

يساره تحت سرته اخذ ارسغها بخنصره وإبهامه هو المختار، وتضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثديها كما فرغ

سے بائیں کلائی کو پکڑ لینا اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھنا سنت ہے۔

مسئلہ ۴: امام اور منفرد کو بعد سورۃ فاتحہ کے ختم ہونے کے آہستہ آواز سے آمین کہنا، اور قرأت بلند آواز سے ہو تب بھی سب مقتدیوں کو بھی آہستہ آمین کہنا سنت ہے۔

مسئلہ ۵: مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سر اور سرین سب برابر ہو جائیں سنت ہے۔

مسئلہ ۶: رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جد رکھنا سنت ہے، تو مے میں امام کو صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنا اور مقتدی کو صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔

مسئلہ ۷: سجدے کی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے، کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھوں کی باہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا سنت ہے۔

مسئلہ ۸: قعدہ اولیٰ اور آخری دونوں میں مردوں کو اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور بائیں پیر زمین پر بچھا ہو اور اُسی پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ زانوں پر ہوں اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف ہوں، یہ سنت ہے۔

مسئلہ ۹: امام کو سلام بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

مسئلہ ۱۰: امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ مرد ہوں یا عورت یا لڑکے ہوں اور ساتھ

① وأمن الإمام سراکماً موم ومنفرد. [تنویر الأبصار مع الدرر ۲/۲۳۷] ② ویسن بسط ظهره حال رکوعه وتسوية رأسه بعجزه. [مراقی الفلاح ۲۶۶] ③ ارفع یدیک عن جنبیک. [المراقی ۲۶۶] و رد المحتار ۲/۲۴۱ ④ ویقول الإمام: سمع اللّٰهُ لمن حمده، ویقول المؤتم: ربنا لک الحمد، ولا یقولها الإمام عند أبي حنیفة رحمہ اللہ وقالوا: یقولها فی نفسه،... والمنفرد یجمع بینہما فی الأصح. [الہدایۃ ۱/۱۹۷-۱۹۸] ⑤ ویسنّ محافاة الرجل... بطنه عن فخذیه، ومرفقیه عن جنبیه، وذراعیه عن الأرض. [مراقی الفلاح ۲۶۸] ⑥ یفتشر الرجل رجله الیسری... ویجلس علیہا، وینصب رجله الیمنی، ویوجه أصابعه... نحو القبلة،... ویضع یمناه علی فخذہ الیمنی ویسراه علی الیسری، ویسبط أصابعه... جاعلاً أطرافها عند رکتیه. [الدر المختار ۲/۲۶۵] ⑦ وفي البدائع: ومنها أي من السنن أن یجهر بالتسليم إن كان إماماً لأنه للخروج عن الصلوة، فلا بد من الإعلام. [البدائع ۱/۵۰۲] ⑧ ینوی الإمام بخطابه السلام علی من فی یمینہ ویساره... والحفظة فیہما... ویرید المؤتمر السلام علی إمامه فی التسلیمة الأولى إن كان الإمام فیہا وإلا ففی الثانية، ونواه فیہما لومحاذیا، ینوی المنفرد الحفظة فقط. [الدر المختار ۲/۲۹۴]

۴) وأقلها (أي الجماعة) اثنان واحد مع الإمام ولومميزا. [الدر المختار: ۳۴۴/۲] ۳) بعضون کے نزدیک واجب اور بعضون کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے جس کا مفصل بیان آگے آتا ہے۔ (محشی) ۴) والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال... سوى الإمام. [الدر المختار: ۲۷/۳ باب الجمعة] ۵) ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان، أى: يكره ذلك لو على سبيل النداءي بأن يقتدى أربعة بواحد. [الدر المختار: ۶۰۴/۲]

جماعت کی فضیلت اور تاکید

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو ایک بہت کافی حجم کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے، ان کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی ﷺ نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا، حتیٰ کہ حالت مرض میں جب آپکو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ تارک جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بے شبہ شریعت محمدیہ میں جماعت کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی تاکید کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے، ہم اس مقام پر اس آیت کو لکھ کر جس سے بعض مفسرین اور فقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے چند حدیثیں بیان کرتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ: ”وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ“ ”نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ رک کر یعنی جماعت سے۔ اس آیت میں حکم صریح جماعت سے نماز پڑھنے کا ہے، مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع کے بھی لکھے ہیں لہذا فرضیت ثابت نہ ہوگی۔

حدیث ۱: نبی ﷺ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔

حدیث ۲: نبی ﷺ نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر زیادہ جماعت ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

حدیث ۳: انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بنی سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے قدیمی مکانات سے (چونکہ وہ مسجد نبوی سے دور تھے) اٹھ کر نبی ﷺ کے قریب آکر قیام کریں، تب اُن سے نبی ﷺ نے

① و جاز أن يراد بالركوع الصلوة كما يعبر عنها بالسجود، وأن يكون أمراً بالصلوة مع المصلين يعني في الجماعة أي صلوا مع المصلين لا منفردين. [مدارك التنزيل ۱/ ۳۶] ② مطلب یہ ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے سے جتنا ثواب ملتا ہے جماعت سے پڑھنے سے اس سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (حشی)۔ ③ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: صلوة الجماعة تفضل صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة. (متفق عليه) [مشكاة المصابيح ۹۵] ④ عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ في حديث طويل قال رسول اللہ ﷺ: وإن صلوة الرجل مع الرجل أزكى من صلوته وحده، وصلوته مع الرجلين أزكى من صلوته مع الرجل، وما كثر فهو أحب إلى الله. رواه ابو داود والنسائي. [مشكاة المصابيح ۹۶]

فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب ^(۱) نہیں سمجھتے؟

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اس قدر زیادہ ثواب ^(۲) ملے گا۔

حدیث ۴: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث ۵: نبی ﷺ نے ایک روز عشاء کے وقت اپنے اُن اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ پڑھ کر سو رہے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گزرا سب نماز میں محسوب ہوا۔

حدیث ۶: نبی ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بشارت دو اُن لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لئے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لئے پوری روشنی ہوگی۔

حدیث ۷: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور جو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا اُسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

حدیث ۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ بے شک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے، پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں اُن لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور اُن کے گھروں کو جلا دوں۔

حدیث ۹: ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہو جاتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال و اسباب کو مع ان کے جلا دیں (مسلم)، عشاء کی تخصیص اس حدیث میں اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں

① عن جابر رضی اللہ عنہ قال: خلت البقاع حول المسجد فأراد بنو سلمة أن ينتقلوا قرب المسجد، فبلغ ذلك النبي ﷺ، فقال لهم: بلغني أنكم تريدون أن تنتقلوا قرب المسجد، قالوا: نعم يا رسول الله! قد أردنا ذلك، فقال: يا بني سلمة! دياركم، تكتب آثاركم، دياركم، تكتب آثاركم. (رواه مسلم). [مشكاة المصابيح ۶۸] ② لیکن اگر کسی کے محلہ میں مسجد ہو تو اس کو چھوڑ کر دُور نہ جاوے، کیونکہ محلہ کی مسجد کا حق ہے، بلکہ اگر وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو تب بھی وہاں جا کر اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھے۔ (مثنیٰ) [رد المحتار ۳۴۷/۲

ہوتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون ابن مسعود اور ابوہریرہ اور ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، یہ سب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اصحاب میں ہیں۔

حدیث ۱۰: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو بیشک اُن پر شیطان غالب ہو جائے گا، پس اے ابوہریرہ! جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو، دیکھو بیٹھریا (شیطان) اُسی بکری (آدمی) کو کھاتا (بہکتا) ہے جو اپنے گلے (جماعت) سے الگ ہو گئی ہو۔

حدیث ۱۱: ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اُسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اسکی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہو قبول ^① نہ ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ خوف یا مرض۔ اس حدیث میں خوف اور مرض کی تفصیل نہیں کی گئی۔ بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت مجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ اے مجن! تم نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان تو ہوں، مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ ^② پڑھ چکے ہو۔ ذرا اس حدیث کو غور سے دیکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ صحابی مجن رضی اللہ عنہ کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر کیسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ چند حدیثیں نمونے کے طور پر ذکر ہو چکیں، اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنئے کہ انھیں جماعت کا کس قدر اہتمام مد نظر تھا اور ترک جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے، اور کیوں نہ سمجھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُن کی مرضی کا اُن سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے؟۔

① یعنی پورا ثواب نہ ملے گا، یہ غرض نہیں ہے کہ فرض ادا نہ ہوگا، کبھی کوئی اس خیال سے نماز ہی چھوڑ دے کہ نماز قبول تو ہوگی ہی نہیں پھر تنہا بھی نہ پڑھیں کیونکہ کچھ فائدہ نہیں، ایسا خیال ہرگز نہ چاہئے۔ (حشی) ② پاکسرو فح الخیم۔ (حشی) ③ مگر فجر اور عصر اور مغرب کی نماز اگر تنہا پڑھ لی ہو اور پھر جماعت ہو تو اب جماعت میں شامل نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ فجر اور عصر کے بعد تو نوافل نہ پڑھنا چاہئیں اور مغرب میں اس لئے کہ تین رکعت نفل کی شریعت میں نہیں ہیں۔ (حشی)

اثر ۱: اسود کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اسکی فضیلت اور تاکید کا ذکر (چل) نکلا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو: نماز پڑھاویں۔ عرض کیا گیا کہ ابوبکر ایک نہایت رفیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہونگے تو بے طاقت ہو جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر وہی جواب دیا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ تم ایسی باتیں کرتی ہو جیسے یوسف علیہ السلام سے مصر کی عورتیں ^(۲) کرتی تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھاویں۔ خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کو نکلے۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے، میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے، یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیرا اٹھا سکیں۔ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے، چاہا کہ پیچھے ہٹ جاویں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انھیں سے نماز پڑھوائی۔

اثر ۲: ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حشمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو اُن کے گھر گئے اور اُن کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا، انھوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے اس وجہ سے اس وقت اُن کو نیند آگئی، تب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔ (موطا امام مالک)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں مغل ہو تو ترک اس کا اولیٰ ہے۔ (اشعۃ المعانی)۔

^(۱) ”اثر“ صحابی اور تابعین کے قول کو کہتے ہیں۔ (محشی) ^(۲) یہاں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تشبیہ دی حضرت زلیخا سے، وجہ تشبیہ کی یہ ہے کہ جب حضرت زلیخا کے عشق کی شہرت ہوئی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتی ہیں جو اس وقت میں ان کے خاوند کے غلام تھے تو انھوں نے عورتوں کی ضیافت کی اور مراد ان کی علاوہ ضیافت کے اور بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے کُسن بے نظیر کو دیکھیں اور مجھے اُن کے ساتھ عشق میں معذور سمجھیں اور لعن و طعن سے باز آئیں، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد بھی علاوہ اس کے جو انھوں نے عذر کیا اور بھی تھی اور وہ یہ کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہونے کو بدفالی نہ سمجھیں اور اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو حضور کے بعد کدورت نہ ہو (کذا فی فتح الباری وغیرہ)۔ (محشی)

اثر ۳: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے آزمایا اپنے کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہ ترک جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق کہ جس کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیمار، مگر بیمار بھی تو دو آدمیوں کا سہارا دیکر جماعت کیلئے حاضر ہوتے تھے، بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی راہیں بتلائیں، اور منجملہ اُن کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری ہدایت میں ہے کہ فرمایا: جسے خواہش ہو کل (قیامت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان جائے اُسے چاہئے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے اُن مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو)۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کیلئے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں، اور یہ نماز بھی اُن ہی طریقوں میں سے ہے، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے کہ منافق پڑھتا ہے تو بیشک تم سے چھوٹ جائے گی تمہارے نبی کی سنت اور اگر تم چھوڑ دو گے اپنے پیغمبر کی سنت کو تو بے شبہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کیلئے مسجد نہیں جاتا، مگر اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے، اور ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کیلئے لائے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دئے جاتے تھے۔

اثر ۴: ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے بعد اذان کے بغیر نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور انکے مقدس حکم کو نہ مانا (مسلم شریف)۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تارک جماعت کو کیا کہا۔ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایمان دار کو حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کو اراہو سکتی ہے؟

اثر ۵: حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غضبناک تھے، میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا، کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا، مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں، یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔

① بعد اذان کے مسجد سے ایسے شخص کو کہ پھر اس مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جانا منع ہے، ہاں کوئی قوی عذر ہو اور سخت مجبوری ہو تو مضافۃً نہیں۔ (محشی)

ارشاد ۶: نبی ﷺ کے بہت اصحاب سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہ ہوگی، یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حکم تاکید ہے، مقصود یہ ہے کہ بے عذر ترک جماعت جائز نہیں ^①۔

ارشاد ۷: مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو، مگر جمعہ اور جماعت میں نہ شریک ہوتا ہو اُسے آپ کیا کہتے ہیں، فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا۔ (ترمذی)۔ امام ترمذی اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ و جماعت کا مرتبہ کچھ کم سمجھ کر ترک کرے تب یہ حکم کیا جائے گا، لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے دن کے لئے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

ارشاد ۸: سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جسکی جماعت ترک ہو جاتی سات دن تک اُس کی ماتم پُرسی کرتے (احیاء العلوم)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی تھوڑے سے بیان ہو چکے ہیں جو درحقیقت نبی ﷺ کے اقوال ہیں۔

اب ذرا علمائے اُمت اور مجتہدین ملت کو دیکھئے کہ ان کا جماعت کی طرف کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انھوں نے کیا سمجھا ہے:

۱: ظاہریہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ کے بعض مقلدین کا مذہب ہے کہ جماعت نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے، بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۲: امام احمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳: امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ علیہ جو حنفیہ میں ایک بڑے درجے کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

① اور بے عذر تنہا نماز پڑھنے سے گونماز ہو جاوے گی، مگر کامل نہ ہوگی۔ ② اس لئے کہ احکام شرعیہ کو ہلکا اور حقیر سمجھنا کفر ہے، اور اس تاویل کی حاجت جب ہوگی جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا یہ مطلب ہو کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (بخاری)

③ ظاہریہ، ایک اسلامی فرقہ کا نام ہے۔

۴: اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ محقق ابن ہمام اور حلبی اور صاحب البحر الرائق وغیرہم اسی طرف ہیں۔

۵: بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں، اور درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں۔

۶: ہمارے فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا حلال ہے۔

۷: ”قنیہ“ وغیرہ میں ہے کہ بے عذر تارک جماعت کو سزا دینا امام وقت پر واجب ہے، اور اسکے پڑوسی اگر اسکے اس فعل فبیح پر کچھ نہ بولیں تو گنہگار ہونگے۔

۸: اگر مسجد جانے کیلئے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا، یہ اس لئے کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا خوف ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کیلئے تیز قدم جانا درست ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

۹: تارک جماعت ضرور گنہگار ہے اور اسکی گواہی قبول نہ کی جائے۔ بشرطیکہ اس نے بے عذر صرف سہل انگاری (سستی) سے جماعت چھوڑی ہو۔

۱۰: اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

① حکم جماعت کے بارے میں عبارات فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ واجب ہے، اس کے بعد فقہاء نے تو اس کو اختلاف آراء پر محمول کیا اور تطبیق کی فکر نہیں کی۔ بعض نے تطبیق کی فکر کی۔ جن لوگوں نے تطبیق کی فکر کی ان میں سے بعض نے کہا کہ سنت مؤکدہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ واجب ہے اور اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، اور بعض نے کہا کہ اس پر مداومت سنت مؤکدہ ہے اور کبھی کبھی پڑھنا واجب ہے، یہ وہ تطبیقیں تھیں جو کہ کتب فقہ میں میری نظر سے گذری ہیں۔ رہی وہ تطبیق جو علم الفقہ میں بیان کی گئی ہے اور اس سے بہشتی گوہر میں منقول ہوئی ہے نہ وہ میری نظر سے گذری اور نہ اس کا صحیح مطلب میری سمجھ میں آیا اس میں غور کر لیا جائے۔ (حبیب احمد)

② یعنی اس کو اس فعل سے نہ روکیں اور نصیحت حسب قدرت نہ کریں، یہ جبکہ ان کو اس شخص سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو وہ پڑوسی گنہگار ہونگے۔

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

اس بارے میں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان کیا ہے، مگر جہاں تک میری نظر قاصر پہنچی ہے حضرت شاہ مولانا ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر، جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں، اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انھیں کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین سُنے جائیں، مگر بوجہ اختصار کہ میں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

۱: کوئی چیز اُس سے زیادہ سودمند نہیں کہ کوئی عبادت رسم عام کر دی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضروری عبادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے، اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲: مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جاہل بھی عالم بھی، لہذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں، اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اُسے تعلیم کر دے، گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پر کھنے والے اُسے دیکھتے ہیں، جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اُسے پسند کرتے ہیں، پس یہ ایک عمدہ ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

۳: جو لوگ بے نمازی ہونگے اُن کا حال بھی اس سے کھل جائے گا اور ان کو نصیحت کرنے کا موقع ملے گا۔

۴: چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لئے۔

۵: اس اُمت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اُس کا کلمہ بلند اور کلمہ تفریست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے، اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص، مسافر اور مقیم، چھوٹے بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لئے جمع ہوا کریں اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں، ان ہی سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصروف ہوگئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اسکے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔

۶: جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی، اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا، جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید اور فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں فرمائی گئی ہے، افسوس! ہمارے زمانے میں ترک جماعت ایک عام عادت ہو گئی ہے، جاہلوں کا کیا ذکر ہم بعض لکھے پڑھے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس! یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی سمجھتے ہیں، مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں، قیامت میں جب قاضی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہونگے اور اسکے نہ ادا کرنے والے یا ادا میں کمی کرنے والوں سے باز پرس شروع ہوگی تو یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

- ۱: مرد ہونا۔ عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔
- ۲: بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔
- ۳: آزاد ہونا۔ غلام پر جماعت واجب نہیں۔
- ۴: عاقل ہونا۔ مست، بیہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔
- ۵: تمام عذروں سے خالی ہونا۔ ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کر لے تو بہتر ہے، نہ ادا

① فتسن أو تجب علی الرجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصلوة بالجماعة من غیر حرج. [تنویر الأبصار مع الدر المختار ۳/۲۶۷] (قوله: البالغین) قید به؛ لأن الرجل قد یراد به مطلق الذکر بالغاً أو غیره، کما فی قوله تعالیٰ: "وإن كانوا إخواناً رجالاً" و کما فی حدیث: "ألحقوا الفرائض بأهلها، فما أبقت فلا ولی رجل ذکر" ولذا قید بذکر، لدفع أن یراد به البالغ بناء علی ما کان فی الجاهلیة من عدم توریتهم إلا من استعد للحرب دون الصغار، فافهم. (قوله: الأحرار) فلا تجب علی القن، و سیاتی فی الجمعة لو أذن له مولاه وجبت، وقیل: یخیر، ور جحه فی البحر. [ردالمحتار ۳/۲۶۷] ② (قوله: من غیر حرج) قید به لكونها سنة مؤكدة أو واجبة، فبالحرج یرتفع الاثم و یرخص فی تركها ولكنه یفوته الأفضل،... والظاهر أن المراد به العذر المانع كالمرض والشیخوخة والفلج. [ردالمحتار ۳/۲۶۷]

کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔ ترک جماعت کے عذر چودہ^{۱۲} ہیں:-

- ۱: لباس بقدر ستر عورت کے نہ پایا جانا۔^(۱)
- ۲: مسجد کے راستے میں سخت کچھڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو، امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کچھڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لئے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔
- ۳: پانی بہت زور سے برستا ہو، ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے کہ اگر چہ نہ جانا جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت سے جا کر نماز پڑھے۔^(۲)
- ۴: سردی سخت ہونا کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔^(۳)
- ۵: مسجد جانے میں مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔^(۴)
- ۶: مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔^(۵)
- ۷: مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو، بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو، اور اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔^(۶)
- ۸: اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو، لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہئے۔^(۷)
- ۹: رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔^(۸)
- ۱۰: کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔^(۹)
- ۱۱: کھانا تیار ہو یا تیماری کے قریب اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔^(۱۰)
- ۱۲: پیشاب یا پاخانہ زور کا معلوم ہوتا ہو۔^(۱۱)

① والأفضل أن يصلي العزاة وحدانا متبا عدين. [الهندية ۱/ ۹۴] ② عن أبي يوسف سألت أبا حنيفة عن الجماعة في طين و ردغة، فقال: لا أحب تركها. وقال محمد في المؤطا: الحديث رخصة، يعني قوله رحمہ اللہ علیہ: "إذا ابتلت النعال فالصلوة في الحال والنعال: هنا الأراضي الصلاب. [رد المحتار ۲/ ۳۴۸] ③ تا ④ فلاتجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يدورجل من =

۱۳: سفر کا ارادہ رکھتا ہوا اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی، قافلہ نکل جائے گا، ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے، مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلے کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے، اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے، اگر ایک وقت کی ریل نہ ملے تو دوسرے وقت جاسکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضا نقہ نہیں، ہماری شریعت سے حرج اٹھا دیا گیا ہے۔

۱۴: کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنگا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو ترک جماعت نہ کرنا چاہئے۔

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

شرط (۱): اسلام^۳۔ کافر کی جماعت صحیح نہیں۔

شرط (۲): عاقل ہونا۔ مست، بیہوش اور دیوانے کی جماعت صحیح نہیں۔

شرط (۳): مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کے اقتدا کی بھی نیت کرنا، یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں، نیت کا بیان اوپر بہ تفصیل ہو چکا ہے۔

شرط (۴): امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا، خواہ حقیقتاً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اُس پار ہو مگر

=خلاف اور جل فقط،... و مفلوج و شیخ کبیر عاجز و أعمی، وإن وجد قائدا، ولا علی من حال بینہ و بینہا مطر و طین و برد شدید و ظلمة كذلك، وریح لیللا نہاراً، أو خوف علی مالہ، أو من غریمہ، أو ظالم، و مدافعة أحد الأخیین، وإرادة سفر، و قیامہ بمریض، و حضور طعام تنوقہ نفسہ۔ [الدرا المختار ۳۴۷/۲] (قولہ: أو من غریم) ای: إذا کان معسرا لیس عندہ ما یوفی غریمہ، وإلا کان ظالماً۔ (قولہ: و قیامہ بمریض) أي یحصل لہ بغیثہ المشقة والوحشة۔ [رد المحتار: ۳۴۹/۲]

① (وإرادة سفر) أي: وأقیمت الصلوة ویخشى أن تفوته القافلة. بحر. وأما السفر بنفسه فلیس بعذر. [رد المحتار ۳۴۹/۲] یعنی جماعت میں امام کی امامت اور مقتدی کی اقتدا کے صحیح ہونے کی شرطیں. ② وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام... والبلوغ... والعقل... والذكورة... والقراءة... والسلامة من الأعذار... كالرعاف... والفأفة والتمتمة... واللغغ... ومن فقد شرط كطهارة... وستر عورة. [مراقي الفلاح ۲۸۷]

③ یعنی جبکہ وہ مسجد یا گھر بہت بڑے نہ ہوں، کیونکہ بڑی مسجد اور بڑے گھر کا حکم آگے آئے گا۔ (حبیب احمد)

درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جوپل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقتہً متحد نہیں، مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لئے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ ①: اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے، اس لئے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے، اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گے، اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی، اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتدا کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔

مسئلہ ②: اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا یا جنگل ہو، اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جسمیں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی۔

مسئلہ ③: اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے، یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو، یا کوئی عام رہگذر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ نکل سکے، اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی، البتہ بہت چھوٹی گول اگر حائل ہو جس کی برابر تنگ راستہ نہیں ہوتا وہ مانع اقتدا نہیں۔

①. ویمنع من الاقتداء... طریق تجری فیہ عجلة... أونهر تجری فیہ السفن... أوخلاء... فی الصحراء أوفی مسجد کبیر جداً کمسجد القدس یسع صفین فأكثر إلا إذا اتصلت الصفوف فیصبح مطلقاً، كأن قام فی الطريق ثلاثاً، وكذا اثنان عند الثاني لاواحد اتفاقاً. [الدر المختار ۳۹۸/۲] وصورة اتصال الصفوف فی النهر: أن يقفوا علی جسر موضوع فوقه أو علی سفن مربوطة فیہ. [رد المختار ۴۰۱/۲] ②. ولوقام علی سطح المسجد واقتدی بإمام فی المسجد إن كان للسطح باب فی المسجد ولا یشتبہ علیہ حال الإمام یصح الاقتداء، وإن اشتبه علیہ حال الإمام لا یصح. [الفتاویٰ الهندیة ۹۸/۱] ولواقتدی من سطح داره المتصلة بالمسجد لم یجز لاختلاف المكان، درو بحر وغیرهما، وأقره المصنف، لكنه تعقبه فی الشرنبلالیة، ونقل عن البرهان وغیرہ: أن الصحیح اعتبار الاشتباه فقط. قلت: وفي "الأشباه" و"زواهر الجواهر" و"مفتاح السعادة": أنه الأصح. وفي النهر: عن الزاد أنه اختیار جماعة من المتأخرین. [الدر المختار ۴۰۳/۲] ③. دیکھو باب ہذا نمبر (۳)۔ ④. تنگ سے تنگ راستہ وہ ہے جس کے عرض میں اونٹ آسکے تو جو گول یا راجبہا عرض میں اس سے کم ہو وہ مانع اقتدا نہیں۔ کذا فی الشامیہ عن أبی یوسف. ظ.

مسئلہ ۱: اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہریا ایسا رہگذر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتدا درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اُس پار ہے۔

مسئلہ ۲: پیادے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں، اس لئے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں، ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

شرط (۵): مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغایر (جدا) نہ ہونا۔ اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغایر ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی۔ مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے۔ یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے اس لئے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

مسئلہ ۳: مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتدا نہ ہوگی، کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

شرط (۶): امام کی نماز کا صحیح ہونا، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی، خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد ختم ہونے کے مثل اس کے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ تھی اور بعد نماز ختم ہونے یا اثنائے نماز میں معلوم ہو گیا، یا امام کا وضو نہ تھا اور بعد نماز ختم ہونے کے یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا۔

مسئلہ ۴: امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں

① دیکھو حاشیہ مسئلہ باب ہذا۔ ② ولا نازل براکب ولا راکب براکب دابة آخری، فلو معه صح. [الدر المختار ۳۹۵/۲]

③ لأن اتحاد الصلوتين شرط عندنا. [الدر المختار ۳۹۲/۲] ④ ولا مفترض بمقتل ومفترض فرضا آخر، سواء تغاير الفرضان اسما أو وصفة، كمصلي ظهر أمس بمصلي ظهر اليوم، بخلاف ما إذا فاتتهم صلوة واحدة من يوم واحد فإنه يجوز. [رد المختار ۳۹۱/۲] ⑤ إذا صلى التراويح مقتديا بمن يصلي المكتوبة أو بمن يصلي نافلة غير التراويح اختلفو فيه. والصحيح أنه لا يجوز. [رد المختار: ۴۰۸/۲] ⑥ (قوله: وصحة صلوة إمامه) فلو تبين فسادها فسقا من الإمام أو نسيانا لمضي مدة المسح أو لوجود الحدث أو غير ذلك لم تصح صلوة المقتدي لعدم صحة البناء. [رد المختار: ۳۳۹/۲] ⑦ وإن ظهر بطلان صلوة إمامه... أعاد،... ويلزم الإمام... إعلام القوم بإعادة صلواتهم بالقدر الممكن ولو بكتاب أو رسول في المختار. [مراقي الفلاح ۲۹۶ و رد المختار ۴۱۱/۲]

کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تاکہ اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں، خواہ اطلاع آدمی کے ذریعہ سے کی جائے یا خط کے ذریعہ سے۔

شرط (۷): مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا، خواہ برابر ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اسکی اقتدا درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا، درست ہو جائے گی۔

شرط (۸): مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع، قوے، سجدوں اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا، خواہ امام کو دیکھ کر یا اسکی یا کسی بکبر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو، مگر امام کے انتقالات معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔

مسئلہ: اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو، لیکن قرآن سے اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو بشرطیکہ وہ شہر یا

① وتقدم الإمام بعقبه عن عقب المقتدي شرط لصحة اقتدائه، حتى لو كان عقب المقتدي غير متقدم على عقب الإمام، لكن قدمه أطول فتكون أصابعه قدام أصابع إمامه تجوز، كما لو كان المقتدي أطول من إمامه فيسجد أمامه. [رد المحتار ۳۳۹/۲]

② (وعلمه بانتقالاته) أى: بسماع أو رؤية للإمام أو لبعض المقتدين، وإن لم يتحد المكان. [رد المحتار ۳۳۹/۲]

③ (قوله: و بعكسه صح فيهما) وهو اقتداء المقيم بالمسافر فهو صحيح في الوقت وبعده؛ لأن صلوة المسافر في الحالين واحدة، والقعدة فرض في حقه غير فرض في حق المقتدي؛ وبناء الضعيف على القوى جائز، وقد أم النبي ﷺ وهو مسافر أهل مكة، وقال: "أتوموا صلاتكم فإنما قوم سفر" ويستحب أن يقول ذلك بعد السلام كل مسافر صلى بمقيم لاحتمال أن خلفه من لا يعرف حاله ولا يتيسر له الاجتماع بالإمام قبل ذهابه، فيحكم حينئذ بفساد صلوة نفسه بناء على ظن إقامة الإمام ثم إفساده بالسلام على رأس الركعتين، وهذا مجمل مافي الفتاوى. إذا اقتدى بالإمام لا يدرى أم مسافر هو أم مقيم لا يصح؛ لأن العلم بحال الإمام شرط الأداء بجماعة، لا أنه شرط في الابتداء لمافي المبسوط: رجل صلى الظهر بالقوم بقرية أو مصر ركعتين وهم لا يدرون أم مسافر هو أم مقيم فصلا تهم فاسدة، سواء كانوا مقيمين أم مسافرين؛ لان الظاهر من حال من في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، فإن سألوه فأخبرهم أنه مسافر جازت صلاتهم، وفي القنية: وإن كان خارج المصر لا تفسد ويجوز الأخذ بالظاهر في مثله، وإنما كان قول الإمام ذلك مستحبا؛ لأنه لم يتعين معرفا صحة سلامه لهم، فإنه ينبغي أن يتموا ثم يسألوه فتحصل المعرفة. [البحر الرائق ۲/۲۱۲]

گاؤں کے اندر ہو اور نماز پڑھائے مسافر کی سی یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے متعلق سہو کا شبہ ہو تو اس مقتدی کو اپنی چار رکعتیں پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام کو سہو ہوا یا وہ مسافر تھا، اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہوا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر سہو کا ہونا متحقق ہوا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر کچھ تحقیق نہیں کی بلکہ مقتدی اسی شبہ کی حالت میں نماز پڑھ کر چلا گیا تو اس صورت میں بھی اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ ①: اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا خیال ہے، مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا اس صورت میں بھی مقتدی اپنی چار رکعت پوری کر لے اور بعد نماز کے امام کا حال معلوم کر لے تو اچھا ہے، اگر نہ معلوم کرے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ شہر یا گاؤں سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے، اور اس کے متعلق مقتدی کا یہ خیال کہ شاید اس کو سہو ہوا ہے ظاہر کے خلاف ہے، لہذا اس صورت میں تحقیق حال ضروری نہیں، اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں میں پڑھائے یا جنگل وغیرہ میں اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہ ہو لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو بعد نماز کے تحقیق حال امام واجب نہیں، اور فجر اور مغرب کی نماز میں کسی وقت بھی امام کے مسافر یا مقیم ہونے کی تحقیق ضروری نہیں، کیونکہ ان نمازوں میں مقیم و مسافر سب برابر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس تحقیق کی ضرورت صرف ایک صورت میں ہے جبکہ امام شہر یا گاؤں میں یا کسی جگہ چار رکعت کی نماز میں دو رکعت پڑھائے اور مقتدی کو امام پر سہو کا شبہ ہو۔

شرط (۹): مقتدی کو تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کا شریک رہنا، خواہ امام کیساتھ ادا کرے یا اسکے بعد یا اس سے پہلے، بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔

پہلی صورت کی مثال: امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔

دوسری صورت کی مثال: امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۸ باب ہذا۔ (۲) (قوله: ومشاركته في الأركان) أي: في أصل فعلها أعم من أن يأتي بها معه أو بعده لاقبله، إلا إذا أدرکه إمامه فيها فالأول ظاهر، والثاني كما لو ركع إمامه ورفع ثم ركع هو فيصيح، والثالث عكسه، فلا يصح إلا إذا ركع وبقي راعياً حتى أدرکه إمامه، فيصيح لوجود المتابعة التي هي حقيقة الاقتداء. [رد المحتار ۳۳۹/۲]

تیسری صورت کی مثال: امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ: اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ کی جائے، مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو۔ مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع کرے مقتدی کھڑا ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔

شرط (۱۰): مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مثال (۱): قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے، شرع میں معذور کا قعود بمنزلہ قیام کے ہے۔

۲: تیمم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے، اس لئے کہ تیمم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے، کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔

۳: مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر، دھونے والے کی اقتدا درست ہے، اس لئے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجے کی طہارت ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔

۴: معذور کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں ایک عذر میں مبتلا ہوں۔ مثلاً دونوں کو سلسل بول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو۔

۵: امی کی اقتدا امی کے پیچھے درست ہے۔ بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو۔

① ویفسدھا مسابقة المقتدي برکن لم یشارکہ فیہ امامہ، کما لورکع ورفع رأسہ قبل الإمام ولم یعدہ معہ أو یعدہ وسلم.

[مرافی الفلاح ۳۳۷] ② وكونه مثله أو دونه فیها، (أی فی الأركان) وفي الشرائط. [الدر المختار ۳۳۹/۲]

③، ④، ⑤: وصح اقتداء متوضئ لأماء معہ أي: مع المقتدي، أمالو كان معہ ماء فلا یصح الاقتداء بتیمم، أي: عندہما، بناء علی أن الخلقة عندہما بین الاثنين واما الماء والتراب والطهارتان سواء. (وغاسل بماسح ولوعلی جبيرة) الأولى قوله فی الخرائن: علی خف أو جبيرة، إذ لا وجه للمبالغة هنا أيضاً؛ لأن المسح علی الجبيرة أولى بالجواز؛ لأنه كالغسل لمانحتہ. (وقائم بقاعد یرکع ویسجد) وقيد القاعد بكونه یرکع ویسجد؛ لأنه لو كان مؤمیا لم یجز اتفاقاً. [رد المحتار ۴۰۵/۲] ⑥ (وصح اقتداء معذور بمثله). أي: إن اتحد عذرہما، ویصلی من به سلسل البول خلف مثله. [رد المحتار ۳۸۹/۲] ⑦ أمی وہ شخص ہے جو بقدر قراءت مفروضہ یعنی ایک آیت قرآن مجید زبانی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو بقدر قراءت مفروضہ زبانی قرآن مجید پڑھ سکے۔

(محشی) ⑧ أما اقتداء آخرس بأخرس أو أمی بأمی فصحيح. [رد المحتار ۳۹۱/۲]

- ۶: عورت یا نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔
 ۷: عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے۔
 ۸: نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتداء نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔
 ۹: نفل پڑھنے والے کی اقتداء واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے۔
 ۱۰: نفل پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔
 ۱۱: قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، اس لئے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہ نفل ہے، یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی متنفّل کے پیچھے اس نے دو رکعت پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی۔
 ۱۲: نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو، مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے، اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً الگ نذر کی اور دوسرے نے الگ، تو ان میں سے کسی کو دوسرے کی اقتداء درست نہ ہوگی، حاصل یہ ہے کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتداء درست ہو جائے گی، اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے خواہ یقیناً یا احتمالاً، اور اقتداء درست نہیں:-
 ۱: بالغ کی اقتداء خواہ مرد ہو یا عورت، نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

① إمامة الرجل للمرأة جائزة إذ انوى الإمام إمامتها ولم يكن في الخلوة..... ويصح اقتداء المرأة بالرجل في صلوة الجمعة وإن لم ينو إمامتها. [الهندية ۱/ ۹۴ والشامية ۲/ ۳۸۷] ② والأثنى البالغة تصح إمامتها للأثنى مطلقاً فقط مع الكراهة. [الشامية ۲/ ۳۸۷] ③ وأما غير البالغ فإن كان ذكراً تصح إمامته لمثله من ذكروأثنى. [الشامية ۲/ ۳۸۷] ④ و(صح اقتداء) متنفّل بمفترض في غير التراويح. [الدّر المختار ۲/ ۴۰۸] ⑤ صح اقتداء متنفّل بمتنفّل. [الدّر المختار ۲/ ۴۰۹] ⑥ صح اقتداء الحالف بالمتنفّل، لأن المحلوف عليها نفل. [الشامية ۲/ ۳۹۳] ⑦ ولا (يصح اقتداء) ناذر..... بنا ذر؛ لأن كلا منهما كمفترض فرضاً آخر، إلا إذا نذر أحدهما عين منذور الآخر للإتحاد. بأن قال بعد نذر صاحبه: نذرت تلك المنذورة التي نذرها فلان. [الدّر المختار مع الشامية ۲/ ۳۹۲] ⑧ وأما غير البالغ فإن كان ذكراً تصح إمامته لمثله من ذكروأثنى وخثنى،=

۲: مرد کی اقتدا خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عورت کے پیچھے درست نہیں۔

۳: خنثی کی خنثی کے پیچھے درست نہیں۔ خنثی اس کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت ہونے کی علامات ایسی متعارض ہوں کہ نہ اس کا مرد ہونا تحقیق ہو نہ عورت ہونا اور ایسی مخلوق شاذ و نادر ہوتی ہے۔

۴: جس عورت کو اپنے حیض کا زمانہ یاد نہ ہو اس کی اقتدا اسی قسم کی عورت کے پیچھے درست نہیں۔

ان دونوں صورتوں میں مقتدی کا امام سے زیادہ ہونا محتمل ہے اسلئے اقتدا جائز نہیں، کیونکہ پہلی صورت میں جو خنثی امام ہے شاید عورت ہو اور جو خنثی مقتدی ہے شاید مرد ہو، اسی طرح دوسری صورت میں جو عورت امام ہے شاید یہ زمانہ اس کے حیض کا ہو اور جو مقتدی ہے اس کی طہارت کا ہو۔

۵: خنثی کی اقتدا عورت کے پیچھے درست نہیں اس خیال سے کہ شاید وہ خنثی مرد ہو۔

۶: ہوش و حواس والے کی اقتدا مجنون، مست، بیہوش اور بے عقل کے پیچھے درست نہیں۔

۷: طاہر کی اقتدا معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل بول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں۔

۸: ایک عذر والے کی اقتدا دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً کسی کو صرف خروج ریح کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو خروج ریح اور سلسل بول کی دو بیماریاں ہوں۔

۹: ایک طرح کے عذر والے کی اقتدا دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً سلسل بول والا

= وإن كان أنثى تصح إمامتها لمثلها فقط. [رد المحتار ۳۸۷/۲] ① ولا يصح اقتداء رجل بامرأة. [الدر المختار ۳۸۷/۲]

② والخنثى البالغ تصح إمامته للأنتى مطلقاً فقط، لا للرجل ولا للمثله. [الشامية ۳۸۷/۲] ③ الاقتداء بالمماثل صحيح إلاثلاثة: الخنثى المشكل، والضالة؛ لاحتمال الحيض، ومن جوز اقتداء الضالة بالضالة فقد غلط غلطاً فاحشاً. [الدر المختار مع الشامية ۳۹۰/۲] ④ اس سے مراد وہ عورت ہے جس کو اول ایک خاص عادت کے ساتھ حیض آتا ہو اس کے بعد کسی مرض کی وجہ سے اس کا خون جاری ہو جائے اور جاری رہے اور وہ عورت اپنی عادت حیض کو بھول جائے۔ (حبیب احمد) ⑤ صفحہ ہذا حاشیہ ۲ دیکھو۔

⑥ ولا يصح الاقتداء بالمجنون المطبق ولا بالسكران، فإن كان يبحن ويفيق يصح الاقتداء به في زمان الإفاقة، هكذا في فتاوى قاضى خان، قال الفقيه: وفي الروايات الظاهرة لافرق بين أن يكون لإفاقته وقت معلوم أو لم يكن، فهو بمنزلة الصحيح في زمان الإفاقة، وبه نأخذ، هكذا في التتارخانية. [الهندية ۹۴/۱] ⑦ ولا يصلي الطاهر خلف من به سلسل البول، ولا الطاهرات خلف المستحاضة. [الهندية ۹۴/۱] ⑧ لا يصلي من به سلسل بول خلف من به انفلات ریح وجرح لا يرقأ؛ لأن الإمام صاحب عذرین، والمأموم صاحب عذر. [الهندية ۹۴/۱] ⑨ ويجوز اقتداء المعذور بالمعذور إن اتحد عذرهما، =

ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکیر پہنے کی شکایت ہو۔

۱۰: قاری کی اقتداء اُمّی کے پیچھے درست نہیں۔ اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور اُمّی وہ جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

۱۱: اُمّی کی اقتداء اُمّی کے پیچھے جبکہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس امام اُمّی کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ اس لئے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام کر دیتا اور اسکی قراءت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے، اور جب امام کی نماز فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ اُمّی مقتدی بھی ہے۔

۱۲: اُمّی کی اقتداء گونگے کے پیچھے درست نہیں، اس لئے کہ اُمّی اگرچہ بالفعل قراءت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے اس وجہ سے کہ وہ قراءت سیکھ سکتا ہے، گونگے میں تو یہ قدرت بھی نہیں۔

۱۳: جس شخص کا جسم جس قدر ڈھانکنا فرض ہے چھپا ہوا ہو، اس کی اقتداء برہنہ کے پیچھے درست نہیں۔

۱۴: رکوع سجود کرنے والے کی اقتداء ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں، اور اگر کوئی شخص صرف سجدے سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتداء درست نہیں۔

۱۵: فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔

۱۶: نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، اسلئے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

۱ [۹۳/۱] [الہندیۃ فلا یجوز۔] لا حافظ آية من القرآن بغير حافظ لها وهو الأمي. [الدر المختار ۳۹۱/۲]

۲ [۴۱۲/۲] [الدر المختار] وإذا اقتدى أمي وقاري بأمي تفسد صلوة الكل للقدرة على القراءة بلاقتداء بالقاري. [الدر المختار ۴۱۲/۲]

۳ [۳۹۱/۲] [الدر المختار] ولا أمي باخرس للقدرة الأمي على التحريمة فصح عكسه. [الدر المختار ۳۹۱/۲] ۴ [۳۹۱/۲] [الدر المختار] ولا مستور عورة بعار.

۵ [۳۹۱/۲] [الدر المختار] ولا قادر على ركوع وسجود بعا جز عنهما لبناء القوي على الضعيف. [الدر المختار ۳۹۱/۲]

۶ [۳۹۱/۲] [الدر المختار] ولا مفترض بمتنفل. [الدر المختار ۳۹۱/۲] ۷ [۳۹۱/۲] [الدر المختار] ولا ناذر بمتنفل؛ لان النذر واجب فيلزم بناء القوي على الضعيف؛ ولا ناذر بحالف؛ لان المنذورة أقوى. أي: من المحلوف عليها فإنها لا تخرج بالحلف عن كونها نافلة. [الدر المختار مع

۱۷: نذر^(۱) کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر کی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی، اس لئے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نفل۔ کیونکہ قسم کا پورا کرنا ہی واجب نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفارہ دیدے اور وہ نماز نہ پڑھے۔

۱۸: جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہو سکتے ہوں، مثلاً سین کو ثے یا رے کو غین پڑھتا ہو یا کسی اور حرف میں ایسا ہی تبدل و تغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ ہاں اگر پوری قراءت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

شرط (۱۱):^(۲) امام کا واجب الانفراد نہ ہونا، یعنی ایسے شخص کے پیچھے اقتدا درست نہیں جس کا اس وقت منفرد رہنا ضروری ہے، جیسے مسبوق کہ اس کو امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے، پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتدا کرے تو درست نہ ہوگی۔

شرط (۱۲):^(۳) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا، یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے جو خود کسی کا مقتدی ہو، خواہ حقیقتہً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق، لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے، لہذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاحق کی اقتدا کرے تو درست نہیں، اسی طرح مسبوق اگر لاحق کی یا لاحق مسبوق کی اقتدا کرے تب بھی درست نہیں۔ یہ بارہ شرطیں جو ہم نے جماعت کے صحیح ہونے کی بیان کیں اگر ان میں سے کوئی

① دیکھو حاشیہ ۷ صفحہ ۷۵ باب ہذا۔ ② تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس کام کے لئے قسم کھائی جائے اگر وہ کام اصل سے فرض یا واجب ہے تب تو قسم کا پورا کرنا متعین ہے اور اگر وہ کام گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے، اور اگر نہ فرض و واجب ہے نہ گناہ تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کا پورا کرنا افضل ہوگا، اور نہ کرنا بہتر ہے تو قسم کا توڑنا بہتر ہوگا، اور اگر دونوں برابر ہیں تو قسم پورا کرنا اولیٰ ہوگا، بہر حال جس کام پر قسم کھائی جائے اس کام کا کرنا مطلقاً واجب نہیں ہو جاتا، اس لئے اگر نفلی نماز کے لئے قسم کھالی تو وہ واجب نہ ہوئی [کذا فی ردالمحتار ۱/۵۴۳] محمد شفیع دیوبندی۔ ③ لا غیر الألفغ به أي: بالألفغ علی الأصح، هو الذی یتحول لسانہ من السین إلی التاء، وقیل: من الراء إلی الغین أو اللام أو الباء، زاد فی القاموس: أو من حرف الی حرف، وكذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف أو لا یقدر علی إخراج الفاء إلا بتکرار. [الشامیة ۲/۳۹۵] ④، ⑤ ولا لاحق ولا مسبوق بمثلها؛ لما تقرر أن الاقتداء فی موضع الانفراد مفسد کعکسه. [الدر المختار ۱/۶۰۷] ⑥ واعلم انه اذا فسد الاقتداء بأي وجه كان لا یصح شروعه فی صلوة نفسه؛ علی =

شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اسکی اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ اور جب کسی مقتدی کی اقتدا صحیح نہ ہوگی تو اس کی وہ نماز بھی نہ ہوگی جس کو اس نے بحالت اقتدا ادا کیا ہے۔

جماعت کے احکام

مسئلہ: ① جماعت جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں شرط ہے، یعنی یہ نمازیں تنہا صحیح ہی نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہے اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو، اور اسی طرح نماز کسوف کے لئے اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، اور سوائے رمضان کے اور کسی زمانے کے وتر میں مکروہ تنزیہی ہے، یعنی جبکہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، ② اور نماز خسوف میں اور تمام نوافل میں، جبکہ نوافل اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے، یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا اور کسی طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے، تو جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بے اذان و اقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور پھر بھی دوام نہ کریں، اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ہر فرض

=المذہب. [الدر المختار ۳/۳۹۷] ① (والشرط) السادس (من شروط صحة الجمعة): الجماعة وأقلها ثلاثة رجال. [الدر المختار ۳/۲۷] تجب صلاتهما (أى: العیدین) فی الأصح علی من تحب علیہ الجمعة بشرائطها سوى الخطبة فإنها سنة بعدها. [الدر المختار ۳/۵۱] ② ومنها أنها واجبة للصلوات الخمس إلا للجمعة فإنها شرط فيها، وتجب لصلوة العیدین علی القول بوجوبهما وتسن فيها علی القول بسنيتها، وفي الكسوف والتراویح سنة. [البحر ۱/۶۵۰] ③ وتستحب في الوتر في رمضان علی قول ولا تستحب فيه علی قول [البحر ۱/۶۵۱] ولا يصلي الوتر والتطوع بجماعة خارج رمضان أي: يكره ذلك لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد. [الدر المختار ۲/۶۰۴] قال الشامي: إن كان ذلك أحيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث، وعلل الكراهة بأن الوتر نفل من وجه، والنفل بالجماعة غير مستحب في غير رمضان، وهو كالصريح في أنها كراهة تنزيه، والتداعي: هو أن يدعوا بعضهم بعضاً. [الشامية مختصراً ۲/۶۰۴] ④ وهي مكروهة في صلوة الخسوف، وقيل: لا. وأما ما عدا هذه الجملة ففي الخلاصة: الاقتداء في الوتر خارج رمضان يكره، وذكر القدوري أنه لا يكره. وأصل هذا أن التطوع بالجماعة يكره في الأصل للصدر الشهيد، أما إذا صلوا بجماعة بغير أذان وإقامة في ناحية المسجد لا يكره. وقال شمس الأئمة الحلواني: إن كان سوى الإمام ثلاثة لا يكره بالاتفاق، وفي الأربع اختلف المشايخ، والأصح أنه لا يكره. [البحر ۱/۶۵۱]

کی دوسری جماعت مسجد میں ان چار شرطوں سے:-

۱: مسجد محلے کی ہو اور عام رہنڈر پر نہ ہو، اور مسجد محلے کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی معین ہوں۔

۲: پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳: پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔

۴: دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے اور یہ چوتھی شرط صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیئت بدل دینے پر بھی کراہت رہتی ہے۔ پس اگر وہ دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر کوئی شرط ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے، مثلاً مسجد عام رہنڈر پر ہو محلے کی نہ ہو جس کے معنی اوپر معلوم ہو چکے تو اس میں دوسری بلکہ تیسری چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے، نہ ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے، یا بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے، جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ: ہر چند کہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے، لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول دلیل سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینیات میں اور خصوصاً امر جماعت میں جو تہاؤن (سستی) اور تکاسل ہو رہا ہے اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ باوجود تبدل ہیئت کراہت پر فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ قصداً جماعت اولیٰ کو ترک کریں گے کہ ہم اپنی دوسری کر لیں گے۔

① ویکرہ (تحریماً) تکرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق أو مسجد لا امام له ولا مؤذن، إلا إذا صلى بهما فيه أو لا غير أهله أو أهله لكن بمخافنة الأذان، ولو كرر أهله بدو نهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً، والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون. [الدر المختار والشامية ۳/۲۴۶]

مقتدی اور امام کے متعلق مسائل

مسئلہ ۱: مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اچھے اوصاف زیادہ ہوں اسکو امام بناویں، اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جو امامت کی لیاقت میں برابر ہوں تو غلبہ رائے پر عمل کریں، یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اسکو امام بناویں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام کر دینگے جو اس سے کم لیاقت رکھتا ہو تو ترکِ سنت کی خرابی میں مبتلا ہونگے۔

مسئلہ ۲: سب سے زیادہ استحقاقِ امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو، بشرطیکہ ظاہراً اس میں کوئی فسق وغیرہ کی بات نہ ہو اور جس قدر قراءت مسنون ہے اسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو، پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی قراءت کے قواعد کے موافق، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر رکھتا ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خلیق ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کی آواز سب سے عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو، پھر وہ شخص جس کا سر سب سے بڑا ہو مگر تناسب کے ساتھ، پھر وہ شخص جو متمیم ہو بہ نسبت مسافروں کے، پھر وہ شخص جو اصلی آزاد ہو، پھر وہ شخص جس نے حدیث اصغر سے تیمم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدیث اکبر سے تیمم کیا ہو۔ اور بعض کے نزدیک حدیث اکبر سے تیمم کرنے والا مقدم ہے۔ اور ^۳ جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو، مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی اچھا

① فإن استووا يقرع بين المستويين أو الخيار إلى القوم، فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم، ولو قدموا غير الأولى أسأؤوا وتركو السنة. [الدر المختار و الشامية ۳۵۳/۲] ② والأحق بالإمامة الأعلّم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأحسن صوتاً، ثم الأنظف ثوباً، ثم الأكبر رأساً، ثم المقيم على المسافر، ثم الحر الأصلي على العتيق، ثم المتيمم عن حدث على المتيمم عن جنابة. [الدر المختار ۳۵۰/۲] وفي الشامية: لكن في منية المفتي: المتيمم عن الجنابة أولى بالإمامة من المتيمم عن حدث. [۳۵۲/۲] ③ لا يقدم أحد في التزامه إلا بمرجح، ومنه سبق إلى الدرس الخ. [الدر المختار ۳۵۳/۲] وفي الشامية: ولو أن رجلين في الفقه والصلاح سواء إلا أن أحدهما قرأ، فقدم القوم الآخر، فقد أسأؤوا وتركو السنة. [۳۵۴/۲]

پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو اور قرآن مجید اچھا نہ پڑھتا ہو۔

مسئلہ ۱: اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحب خانہ امامت کے لئے زیادہ مستحق ہے، اُس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بناوے۔ ہاں اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو استحقاق ہوگا۔

مسئلہ ۲: جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اسکے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنائے تو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۳: قاضی یعنی حاکم شرع یا بادشاہ اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔

مسئلہ ۴: بے رضامندی قوم کے امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اسکے برابر کسی میں نہ پائے جاویں تو پھر اسکے اوپر کچھ کراہت نہیں، بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

مسئلہ ۵: فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر خدا نخواستہ ایسے لوگوں کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بدعتی و فاسق زوردار ہوں کہ اُنکے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظیم برپا ہوتا ہو تو بھی مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

مسئلہ ۶: غلام کا یعنی جوفتہ کے قاعدے سے غلام ہو، وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے اس کا امام بنانا اگرچہ

① وصاحب البيت أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، أي: وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، فإن قدم (أي المالك) واحداً منهم (أي من الأضياف) بعلمه وكبره فهو أفضل. [الدر المختار والشامية ۳۵۴/۲] ② واعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره). [الدر المختار ۳۵۴/۲] ③ وأما إذا اجتمعوا فالسلطان مقدم، ثم الأمير، ثم القاضي، ... وكذا يقدم القاضي على إمام المسجد. [رد المختار ۳۵۴/۲] ④ ولو أم قوما وهم له كارهون ... كره، وإن هو أحق لا، والكرهية عليهم. [الدر المختار ۳۵۵/۲] ⑤ يكره إمامة عبد أو عرابي و فاسق وأعمى ومبتدع الخ، ... هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة. [الدر المختار ۳۵۵/۲] في الشامية: على أن كراهة تقديمه كراهة تحریم. [۳۵۶/۲]

⑥ ويكره تنزيها إمامة عبد ولو معتقاً، وعرابي وهو من يسكن البادية عربياً أو عجمياً، وأعمى ونحوه الأعشى، هو سيء البصر لئلاً ونهاراً، لا يتوقى النجاسة، إلا أن يكون أعلم القوم فهو أولى، قيد كراهة إمامة الأعمى في المحيط وغيره بأن لا يكون =

وہ آزاد شدہ ہو، اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا، اور نابینا کا جو پاکی ناپاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو، یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو، اور ولد الزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ صاحبِ علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا گوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایسے حسین نو جوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، اور بے عقل کو امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

مسئلہ ۱: نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے، ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھوں کو اُٹھائے تو حنفی مقتدیوں کو ہاتھوں کا اُٹھانا ضروری نہیں، اس لئے کہ ہاتھوں کا اُٹھانا ان کے نزدیک بھی سنت ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں کو ضروری نہیں، ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے، لہذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق بعد رکوع کے پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی بعد رکوع کے پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ ۲: امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہِ تحریمی ہے، بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے، جو سب میں زیادہ صاحبِ ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قراءت وغیرہ کرے، بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدارِ مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے، تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلتِ جماعت کا سبب ہو جائے۔

=أفضل القوم، فإن كان أفضلهم فهو أولى، ثم ذكر أنه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والأعرابي وولد الزنا، ولو عدت أي: علة الكرهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري، والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمى من البصير، فالحكم بالصد، ولعل وجهه أن تنفير الجماعة بتقديمه يزول إذا كان أفضل من غيره، بل التنفير يكون في تقديم غيره. [الدر المختار والشامية: ۲/ ۳۵۵-۳۵۶] وكذا تكره خلف أمرد وسفيه. [الدر المختار ۲/ ۳۵۹] ① تجب متابعتة للإمام في الواجبات فعلاً وكذا تركاً... ولا تجب المتابعة في السنن فعلاً وكذا تركاً، فلا يتابعه في ترك رفع اليدين في التحريمة والثناء وتكبير الركوع، بخلاف القنوت وتكبيرات العيدن. [الشامية مختصراً ۲/ ۲۰۳] ② اور بہتر بھی نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (محشی)

③ ویکرہ تحریمات تطویل الصلوة علی القوم زائداً علی قدر السنّة فی قراءۃ أو أذکار، رضی القوم أولاً؛ لإطلاق الأمر بالتخفيف. [الدر المختار ۲/ ۳۶۴]

مسئلہ ۱۱: اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے داہنی جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے، اگر بائیں جانب امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۲: اور اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے، اگر امام کے داہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے، اسلئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوا، اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں، اور اگر نادانستگی سے وہ مقتدی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں، پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں، اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے، لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں جیسا ہمارے زمانے میں غالب ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے نماز ہی غارت ہو۔

مسئلہ ۱۴: اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو، خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ ۱۵: اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورت کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے اُن کی صفیں قائم کرے، پہلے مردوں کی صفیں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر نابالغ عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ ۱۶: امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے سے منع کرے، سب کو برابر

① ویقف الواحد ولو صبیا محاذ یا لیمین إمامه، ولا عبرة بالراس بل بالقدم، فلو وقف عن يساره كره، وكذا خلفه على الأصح. [الدر المختار ۳۶۸/۲ الفتاویٰ الہندیة ۹۸/۱] ② والزائد یقف خلفه، فلو توسط اثنين كره تنزیہا، وتحریما لو أكثر. [الدر المختار ۳۷۰/۲ الفتاویٰ الہندیة ۹۸/۱] ③ وینبغي للمقتدی التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر وإلا جذبہ الثالث إن لم یخش إفساد صلاته، فإن اقتدی عن يسار الإمام یشیر إلیهما بالتأخر، وهو أولى من تقدمه؛ لأنه متبوع. [رد المختار ۳۷۱/۲] ④ بخلاف المرأة الواحدة فإنها تتأخر مطلقاً كالمتعددات. [الشامیة ۳۷۸/۲] ⑤ ویصف... الرجال ثم الصبیان ثم الخنثی ثم النساء. [الدر المختار ۳۷۰/۲ والبحر الرائق ۶۶۵/۱] ⑥ یصفهم الإمام بأن يأمرهم بذلك. قال الشمني: وینبغي أن يأمرهم بأن یترأصوا ویسدوا الخلل ویسوا منابهم. [الدر المختار ۳۷۰/۲]

کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے۔

مسئلہ ۱۸: تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ آگے صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کر لے، لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا بُرا مانے گا تو جانے دے۔

مسئلہ ۱۹: پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۲۰: مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو، ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۱: اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتدا کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص دل میں قصد کر لے کہ میں اب امام بنتا ہوں تاکہ نماز جماعت سے ہو جائے، دوسری صورت یہ کہ قصد نہ کرے بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گویہ میرے پیچھے آ کر کھڑا ہوا لیکن میں امام نہیں بنتا بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں، پس پہلی صورت میں تو اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، پس اگر سورۃ فاتحہ یا کسی قدر دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسی

① ویقف الواحد محاذیا لیمین إمامه، فلو وقف عن يساره كره اتفاقاً، وكذا يكره خلفه على الأصح لمخالفة السنة، [الدر المختار ۳۶۸/۲] في الطحطاوي على المراقى: الأصح أنه ينتظر إلى الركوع، فإن جاء رجل وإلا جذب إليه رجلاً، أو دخل في الصف، والقيام وحده أولى في زماننا لغلبة الجهل۔ [۳۰۷] ② چونکہ اس میں بہت سے مسائل سے واقفیت ضروری ہے اور اس زمانہ میں ناواقف غالب ہے اسلئے جانے دے، نہ کھینچے۔ ③ ولوصلی علی رفوف المسجد إن وجد في صحنه مكانا كره كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة۔ [الدر المختار ۳۷۴/۲] ④ تکرہ امامۃ الرجل لهن في بیت لیس معهن رجل غیرہ ولا محرم منه كأخته أو زوجته أو أمته، أما إذا كان معهن واحد من ذكر أو أمتهن في المسجد لا يكره۔ [الدر المختار ۳۶۸/۲]

⑤ (ویجهر الإمام) وجوباً بحسب الجماعة، فإن زاد عليه أساء، ولوائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سرّاً أعدادها جهراً، لكن في آخر شرح المنية: إتم به بعد الفاتحة يجهر بالسورة إن قصد الإمامة، وإلا فلا يلزمه الجهر۔ (في الفجر و أولي العشاءين أداء وقضاء و جمعة وعیدین و تراویح و وتر بعدها) أي في رمضان فقط، ويسرفي غيرها۔ [الدر المختار ۳۰۴/۲] ⑥ یہ مسئلہ درمختار سے ماخوذ ہے اور گو اس میں فی الجملہ اختلاف کیا گیا ہے، مگر حضرت مؤلف رحمہ اللہ کے نزدیک رائج وہی ہے جو کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔

جگہ سے بقیہ فاتحہ یا بقیہ سورت کو بلند آواز سے پڑھے، اس لئے کہ امام کو فجر و مغرب و عشاء کے وقت بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اور دوسری صورت میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں، اور اس مقتدی کی نماز بھی درست رہے گی کیونکہ صحتِ صلوٰۃ مقتدی کے لئے امام کا نیتِ امامت کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۲۱: امام کو اور ایسا ہی منفرد کو جبکہ وہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ داہنی جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزرنہ ہوتا ہو تو اسکی کچھ ضرورت نہیں، اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، بعد سترہ قائم ہو جانے کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں، لیکن اگر سترہ کے اندر کوئی شخص نکلے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

مسئلہ ۲۲: لائق وہ مقتدی ہے جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں بعد شریک جماعت ہونے کے جاتی رہیں، خواہ بعد، مثلاً نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہی، یا لوگوں کی کثرت سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے، یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں جاتی رہیں، (نماز خوف میں پہلا گروہ لائق ہے، اسی طرح جو مقیم مسافر کی اقتدا کرے اور مسافر قصر کرے تو وہ مقیم بعد امام کے نماز ختم کرنے کے لائق ہے)، یا بے عذر جاتی رہیں مثلاً امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع ^(۲) سجدہ کر لے اور اس وجہ سے رکعت اس کی کا عدم سمجھی جائے تو اس رکعت کے اعتبار سے وہ لائق سمجھا جائے گا۔ پس لائق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہیں، بعد ان کے ادا کرنے کے اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے، ورنہ باقی نماز بھی پڑھے۔

① وینبغي لمن یصلی فی الصحراء أن یتخذ أمامه سترۃً، و طولھا ذراع (فصاعدا) و غلظھا غلظ الإصبع، ... ولا بأس بترك السترة إذا أمن المرور ولم يواجه الطريق ... و سترۃ الإمام سترۃ للقوم. [الھندیۃ ۱/ ۱۱۶ مراقی الفلاح ۳۶۵]

② واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها، لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث و صلوة خوف ومقیم اتمم بمسافر، وكذا بلا عذر، بأن سبق إمامه في ركوع وسجود فإنه يقضي ركعة، وحكمه كمؤتم، فلا يأتي بقراءة ولا سهو ولا يتغير فرضه بنية إقامة، ويبدأ بقضاء ما فاتته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه، وإلا تابعه. [الدر المختار ۲/ ۴۱۴] ③ یعنی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جائے اور پہلے اٹھ بھی کھڑا ہو۔ (مشی)

مسئلہ ۲۳: ^(۱) لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا، یعنی جیسے مقتدی قراءت نہیں کرتا ویسے ہی لاحق بھی قراءت نہیں کرے، بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے، اور جیسے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے لاحق کو بھی۔

مسئلہ ۲۴: ^(۲) مسبوق یعنی جس کی ایک دو رکعت رہ گئی ہو، اُس کو چاہئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے، بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے۔

مسئلہ ۲۵: ^(۳) مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کیساتھ ادا کرنا چاہئے، اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۲۶: ^(۴) مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہئے کہ پہلے قراءت والی پھر بے قراءت کی، اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے اُن کے حساب سے قعدہ کر لے، یعنی اُن رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو اس میں اخیر قعدہ کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو، اس کو چاہئے کہ بعد امام کے سلام پھیرنے کے کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے، اس لئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، اسلئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کہ یہ قعدہ اخیر ہے۔

① مسئلہ ۲۲ کا حاشیہ صفحہ نمبر ۸۴ پر دیکھو۔ (۲)، (۳)، (۴) والمسبوق من سبقہ الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتى يثني ويتعوذ ويقرأ وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لکراهتها... فیما یقضیہ أي بعد متابعتہ لإمامہ، فلو قبلها فالأظهر الفساد ویقضی أول صلاتہ فی حق قرأۃ و آخرها فی حق تشهد فمدرك رکعة من غیر فجر یأتی برکتین بفاتحة و سورة و تشهد بینہما، و برابعة الرباعی بفاتحة فقط، ولا یقعد قبلہا إلا فی أربع۔ إلی۔ قوله و رابعہا: لوقام الی قضاء ما سبق به و علی الإمام سجدتا سہو فعلیہ أن یعود۔ [الدرا المختار ۲/ ۴۱۷-۴۱۹]

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہو ا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں، تو اس کو چاہئے پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے، مگر اُن کے ادا کرنے میں اپنے کو ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے، یعنی قراءت نہ کرے اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے، اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جاوے، ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے، بعد اس کے اُن رکعتوں کو ادا کرے جن میں مسبوق ہے۔

مثال: عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا، اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی، تو اس کو چاہئے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں، پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی، اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے، اور ان تین کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا۔ پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں امام نے قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے، اور اس رکعت میں اس کو قراءت بھی کرنا ہوگی اس لئے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

مسئلہ ۲۸: مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلاتا خیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ

① ثم صلى اللاحق ماسبق به بقراءة إن كان مسبوقاً أيضاً، بأن اقتدى في أثناء صلاة الإمام ثم نام مثلاً، وهو المسبوق اللاحق. وحكمه: أنه يصلي إذا استيقظ مثلاً مانام فيه، ثم يتابع الإمام فيما أدرك، ثم يقضي مافات، بيانه: أنه لو سبق برکعة من ذوات الأربع ونام في ركعتين يصلي أولاً مانام فيه، ثم ما أدركه مع الإمام، ثم ما سبق به فيصلّي ركعة مما نام فيه مع الإمام ويقعد متابعه له، لأنها ثانية إمامه، ثم يصلي الأخرى ممانام فيه، ويقعد؛ لأنها ثالثة ثم يصلي التي انتبه فيها، ويقعد متابعه لإمامه؛ لأنها رابعة وكل ذلك بغير قراءة؛ لأنه مقتد، ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة، والأصل: أن اللاحق يصلي على ترتيب صلاة الإمام، والمسبوق يقضي ماسبق به بعد فراغ الإمام. [رد المحتار ۲/ ۴۱۶] ② والحاصل: أن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة، فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته بل يأتي به ثم يتابع، كما لو قام الإمام قبل =

کریں، رکوع بھی امام کے ساتھ، قومہ بھی اس کے قوے کے ساتھ، سجدہ بھی اُس کے سجدے کے ساتھ۔ غرضیکہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ۔ ہاں اگر قعدہ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں، اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو^(۲) تو بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

جماعت میں شامل ہونے، نہ ہونے کے مسائل

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں تلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو، اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہا ہے، تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، بشرطیکہ ظہر، عشاء کا وقت ہو، اور فجر، عصر، مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو، اس لئے کہ فجر، عصر کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے، اور مغرب کے وقت اس لئے کہ یہ

= أن يتم المقتدي التشهد فإنه يتم ثم يقوم،... بخلاف ما إذا عارضها سنة كما لورفع الإمام قبل تسبيح المقتدي ثلاثاً فالأصح أنه يتابعه. [ردالمحتار ۲/۲۰۲] ① اگرچہ یہ احتمال ہو کہ امام رکوع میں چلا جائے گا اور اگر ایسا واقع ہو جائے تو بعد تشہد کے تین تسبیح کی قدر قیام کر کے رکوع میں جائے اور اسی طرح ترتیب وار سب ارکان ادا کرتا رہے، خواہ امام کو کتنی ہی دُور جا کر پاوے، یہ اقتداء کے خلاف نہ ہوگا کیونکہ اقتداء جیسے امام کے ساتھ رہنے کو کہتے ہیں اسی طرح امام کے پیچھے پیچھے جانے کو بھی کہتے ہیں، امام سے پہلے کوئی کام کرنا یہ اقتداء کے خلاف ہے۔ (خشعی) ② یعنی رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ اور سجدہ میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ بالکل نہ پڑھا ہو یا تین بار سے کم پڑھا ہو۔ (خشعی) ③ وإذا فاتته لا يجب عليه الطلب في المساجد بلا خلاف بين أصحابنا، بل إن أتى مسجداً لجماعة آخر فحسن، وذكر القدوري: يجمع بأهله ويصلي بهم يعني وينال ثواب الجماعة، قال شمس الأئمة: الأولى في زماننا تتبعها. [البحر الرائق ۱/۶۵۲] ④ وكره خروج من لم يصل من مسجد أذن فيها الأئمة بانتظام به أمر جماعة أخرى وإلا لمن صلى الظهر والعشاء وحده مرة فلا يكره خروجه إلا عند الشروع في الإقامة فيكره؛ لمخالفة الجماعة بلا عذر بل يقتدي متفلاً وإلا لمن صلى الفجر والعصر والمغرب مرة فيخرج مطلقاً وإن أقيمت؛ لكرهية النفل بعد الأوليين، وفي المغرب أحد المحظورين البتراء، أو مخالفة الإمام بالإتمام. [الدر المختار ۲/۶۱۲-۶۱۵]

دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو، اور اسی حالت میں فرض جماعت سے ہونے لگے تو اگر وہ فرض دو رکعت والا ہے جیسے فجر کی نماز تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس نماز کو قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جاوے، اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بھی قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جاوے، اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو دونوں رکعت پوری کر لے، اور اگر وہ فرض تین رکعت والا ہو جیسے مغرب تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز کو پوری کر لے اور بعد میں جماعت کے اندر شریک نہ ہو کیونکہ نفل تین رکعت کے ساتھ جائز نہیں، اور اگر وہ فرض چار رکعت والا ہو جیسے ظہر، عصر و عشاء تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں مل جاوے، اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے، اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو پوری کر لے، اور جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جاوے، ان میں سے مغرب اور فجر اور عصر میں تو دوبارہ شریک جماعت نہ ہو، اور ظہر اور عشاء میں شریک ہو جاوے، اور جن صورتوں میں قطع کرنا ہو کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو، اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز کو نہ توڑے بلکہ اس کو چاہئے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت کی ہو۔

مسئلہ ۳: ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر

① شرع فیہا أداء منفرداً ثم أقيمت يقطعها قائماً بتسليمة واحدة ويقتدي بالإمام، وهذا إن لم يقيد الركعة الأولى بسجدة أو قيدها بهافي غير رباعية، (الدر المختار بحذف) قال الشامي: حاصل هذه المسئلة: شرع في فرض فأقيم قبل أن يسجد للأولى قطع واقتدى، فإن سجد لها، فإن في رباعي أتم شفعا واقتدي مالم يسجد للثالثة، فإن سجد أتم واقتدي متنفلاً لإفني العصر، وإن في غير رباعي قطع واقتدى مالم يسجد للثانية، فإن سجد لها أتم ولم يقتد، وإن قيدها بسجدة في غير رباعية كالفجر والمغرب فإنه يقطع ويقتدي أيضاً مالم يقيد الثانية بسجدة، فإن قيدها أتم، ولا يقتدي لكرهة التنفل بعد الفجر، وبالثلث في المغرب، وفي جعلها أربعاً مخالفة لإمامه. [الشامية ۶۰۶/۲ - ۶۱۰] ② ③ والشارع في نفل لا يقطع مطلقاً ويتمه ركعتين، وكذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام يتمها أربعاً على القول الراجح، خلافاً لما رجحه الكمال حيث قال: وقيل: يقطع على رأس الركعتين، وهو الراجح، ثم أعلم أن هذا كله حيث لم يقم إلى الثالثة، أما إن قام إليها =

سلام پھیر کر شریک جماعت ہو جائے، اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح^① یہ ہے کہ چار رکعت پوری کر لے، اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی تو اب چار کا پورا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے، مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت فرض کی جاتی رہے گی تو پھر سنتیں مؤکدہ جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے، پھر ظہر اور جمعہ میں بعد فرض کے بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ اول پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے، مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو تب بھی ادا کر لی جائیں، بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو، اور اگر ایک رکعت کے ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے، اور پھر اگر چاہے بعد سورج نکلنے کے پڑھے۔

مسئلہ: اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت اگر نماز کے سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو

= وقیدھا بسجدة، ففي رواية النوادر: يضيف إليها رابعة ويسلم. [الدر المختار ۶۱۱/۲-۶۱۲] ① یعنی قوی مذہب۔ (محشی)
 ② (وإذا خاف فوت) رکعتی (الفجر لا اشتغاله بستها تركها، وإلا) بأن رجاء إدراك ركعة في ظاهر المذهب. وقيل: التشهد، (لا) يتركها بل يصلّيها عند باب المسجد أي: خارج المسجد لأنه لو صلاها في المسجد كان متفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه، فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلوة يصلّيها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد، وأشدّها كراهة أن يصلّيها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل، إن وجد مكاناً، وإلا تركها، (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية) أي: لا يقضى سنة الفجر إلا بإضافات مع الفجر فيقضّيها تبعاً لقضائه لو قبل الزوال، وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال، قيل: هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله "أحب إلي" دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه، وقالوا: لا يقضي، وإن قضى فلا بأس به، (بخلاف سنة الظهر) وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة يتركها ويقتردي (ثم يأتي بها في وقته) أي: الظهر (قبل شفعه) عند محمد، وبه يفتى. أقول: وعليه المتن، لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد: وفي فتاوى العتباتي أنه المختار، وفي مبسوط شيخ الاسلام أنه الأصح، لو خاف أنه لو صلى سنة الفجر بوجهها تفوته الجماعة، ولو اقتصر فيها بالفاتحة وتسيحة في الركوع والسجود يتركها فله أن يقتصر عليها. [الدر المختار و رد المحتار ۶۱۶/۲-۶۲۱] ③ ظاہر مذہب یہی ہے کہ جب تک کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو اُس وقت تک پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے اور ایک قول یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ ملنے تک سنتیں پڑھ لے، مگر راجح ظاہر مذہب ہے۔ (ظفر احمد)۔ ④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۶ باب ہذا۔

جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہئے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اقتصار کرے، سنن وغیرہ کو چھوڑ دے۔

مسئلہ ۱: فرض شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو، اس لئے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۲: اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جاوے گا۔

مسئلہ ۳: جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جاوے کہ وہ رکعت مل گئی۔ ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

نماز جن چیزوں سے فاسد ہوتی ہے

مسئلہ ۴: حالت نماز میں اپنے امام کے سوا کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا فاسد نماز ہے۔ تنبیہ: چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے، بعض علمائے کرام نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کئے ہیں، اس لئے ہم چند جزئیات اس کی اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔

مسئلہ ۵: صحیح یہ ہے کہ اگر مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی، خواہ امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں۔ قدر ضرورت سے وہ مقدار مقصود ہے جو مسنون ہے، البتہ ایسی صورت میں امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ رکوع کر دے جیسا اس سے اگلے مسئلہ میں آتا ہے۔

مسئلہ ۶: امام اگر بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ رکوع کر دے، مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۶ باب ہذا۔ ② لو أدرك التشهد يكون مدركا لفضيلتها (أي الجماعة) [الشامية ۲/۶۱۷]

③ إذا وصل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع، فقد أدرك معه الركعة. [طحاوي على المراقي ۴۵۵]

④ ويفسد... فتحة على غير إمامه. [الدر المختار ۲/۴۶۱ و البحر الرائق ۲/۱۱] ⑤ لو فتح على إمامه فلا فساد، أما إن كان الإمام لم يقرأ الفرض فظاهر، وأما إن كان قرأ ففيه إختلاف، والصحيح عدم الفساد. [البحر الرائق ۲/۱۱ و الدر المختار ۲/۴۶۱] ⑥ يكره أن يفتح من ساعته، كما يكره للإمام أن يلجئه إليه، بل ينتقل إلى آية أخرى، أو إلى سورة أخرى، أو يركع

إذا قرأ قدر الفرض، وفي رواية: قدر المستحب. [رد المحتار ۲/۴۶۲ و البحر الرائق ۲/۱۱]

کرے (ایسا مجبور کرنا مکروہ ہے)، اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک ضرورتِ شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں (یہ بھی مکروہ ہے)، ضرورتِ شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے پڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اور اگر بلا ضرورتِ شدیدہ بھی بتلا دیا تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی جیسا اس سے اوپر مسئلے میں گزرا۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو، خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر خود بخود یاد آجائے خواہ اُس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا پیچھے اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو اور اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں، خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں، ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳: مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سُن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لے لیگا تو اس کی نماز بھی۔ اور اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھ کر یا دوسرے سے سُن کر خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد پر لقمہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ ۴: اسی طرح اگر حالتِ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر ایک آیت قراءت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر وہ آیت جو دیکھ کر پڑھی ہے اُس کو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا پہلے سے یاد تو نہ تھی مگر ایک

①② ویفسدھا فتحة أي المصلي على غير إمامه سواء كان الغير في الصلوة أم لا، وتفسد بأخذ الإمام ممن ليس معه. [طحطاوي المراقي ۳۳۳] وفتح على غير إمامه، وهو شامل لفتح المقتدي على مثله وعلى المنفرد وعلى غير المصلي وعلى إمام آخر، وفتح الإمام والمنفرد على أي شخص كان، وكذا الأخذ أي أخذ المصلي غير الإمام بفتح من فتح عليه مفسد أيضا، أو أخذ الإمام بفتح من ليس في صلاته. [الدر المختار و رد المحتار ۴۶۱/۲] ③ إذا سمعه المؤمن من غير مصلي ففتح به تفسد صلوة الكل، وقراءته من مصحف مطلقاً، إلا إذا كان حافظاً لما قرأه وقرأ بلا حمل، وقيل: لا تفسد إلا بآية. [الدر المختار ۴۶۱/۲ والبحر الرائق ۱۲/۲] ④ لم أره صريحاً ولم يكن جزم به في الدر مسئله النظر من المصحف عموماً، وفي مسئله السماع في حق الإمام، والظاهر أن المؤمن مثله. (ظفر احمد) ⑤ دیکھو حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۹۷۔

آیت سے کم دیکھ کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱: عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے ان شرطوں سے نماز کو فاسد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر سجدے میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز جاتی رہے گی۔

۱: عورت بالغ ہو چکی ہو (خواہ جوان ہو یا بوڑھی) یا نابالغ ہو مگر قابلِ جماع ہو، تو اگر کوئی کسن نابالغ لڑکی نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۲: دونوں نماز میں ہوں پس اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہ ہو تو اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

۳: کوئی حائل درمیان میں نہ ہو، پس اگر کوئی پردہ درمیان میں ہو یا کوئی سترہ حائل ہو یا بیچ میں اتنی جگہ چھوٹی ہو جس میں ایک آدمی بے تکلف کھڑا ہو سکے تو بھی فاسد نہ ہوگی۔

۴: عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ پس اگر عورت مجنوں ہو یا حالت حیض و نفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی، اس لئے کہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں نہ سمجھی جائے گی۔

۵: نماز جنازے کی نہ ہو پس جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔

۶: محاذات بقدر ایک رکن کے باقی رہے، اگر اس سے کم محاذات رہے تو مفسد نہیں۔ مثلاً اتنی دیر تک محاذات رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذات سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔

۷: تحریمہ دونوں کی ایک ہو، یعنی یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔

① وإذا حاذته ولو بعضو واحد امرأة ولو امرأة مشتهة حالا كنت تسع، أو ماضيا كعجوز، ولا حائل بينهما، أقله قدر ذراع في غلط إصبع، أو فرجة تسع رجلاً، في صلوة مطلقة مشتركة تحريمة وأداء، والاشتراك في التحريمة أن تبني صلاتها على صلوة من حاذته أو على صلوة إمام من حاذته واتحدت الجهة فسدت صلوته. [الدر المختار والشامية ۳۷۸/۲-۳۸۷ و البحر ۱/۶۶۹]

② ومنها: أن تكون ممن تصح منها الصلوة حتى أن المجنونة إذا حاذته لا تفسد صلوته، ومنها: أن ينوي الإمام إمامتها أو إمامة النساء وقت الشروع لابعده، وأن تكون المحاذاة في ركن كامل، وأن تكون الصلوة مطلقة وهي التي لها ركوع و سجود، وأن تكون الصلوة مشتركة، تحريمة وأداء. [الهندية ۱/۹۹] ③ نماز کے رکن چار ہیں قیام، قراءت، سجدہ اور رکوع۔ اور بقدر رکن سے یہ مراد ہے کہ جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے۔ (محشی)

۸: امام نے اس عورت کی امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت یا درمیان میں جب وہ آکر ملی، کی ہو، اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: ۱۰: اگر امام بعد حدث کے بے خلیفہ کئے ہوئے مسجد سے باہر نکل گیا تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: ۱۱: امام نے کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں، مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: ۱۲: اگر مرد نماز میں ہو اور عورت اس مرد کا اسی حالت نماز میں بوسہ لے تو اس مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس کے بوسہ لیتے وقت مرد کو شہوت ہو گئی ہو تو البتہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر عورت نماز میں ہو اور کوئی مرد اس کا بوسہ لے لے تو عورت کی نماز جاتی رہے گی، خواہ مرد نے شہوت سے بوسہ لیا ہو یا بلا شہوت اور خواہ عورت کو شہوت ہوئی ہو یا نہیں۔

مسئلہ: ۱۳: اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالت نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس روکنے میں عمل کثیر نہ ہو اور اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے

مسئلہ: ۱۴: حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقے سے اس کو

۱) عبارت خط کشیدہ اصل میں موجود ہے، مگر عالمگیری، شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ صرف امام کے نماز شروع کرتے وقت نیت کرنے کا اعتبار ہے درمیان میں نیت کرنے کا اعتبار نہیں، اس لئے اگر درمیان میں جب وہ آکر ملی امام اس کی امامت کی نیت کر لے تو محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی ولیحرر من الجامع۔

۲) سبق الإمام حدث استخلف مالم یخرج من المسجد، فإذا خرج بطلت الصلوة، والمراد بطلان الصلوة صلوة القوم والخليفة دون الإمام في الأصح. [الدر المختار والشامية ۲/۴۲۴-۴۲۶] ۳) ولم يستخلف الإمام غیر صالح لها کصبي وامرأة وأمی، فإذا استخلف أحدہم فسدت صلواته و صلوة القوم. [الدر المختار و رد المحتار ۲/۴۲۳ والفتاویٰ الهندیة ۱/۱۰۶ و البحر ۱/۶۹۴] ۴) یعنی سب کی نماز فاسد، امام کی بھی، خلیفہ کی بھی، مقتدیوں کی بھی۔ (محشی)

۵) لو كانت المرأة في الصلوة فجامعها زوجها فتفسد صلواتها وإن لم ينزل مني، وكذا لو قبلها بشهوة أو بغیر شهوة أو مسها، أما لو قبلت المرأة المصلي ولم يشتهها لم تفسد صلاته. [رد المحتار ۲/۴۷۰] ۶) (ویدفعه ہو رخصة) فترکہ أفضل (بتسبیح أو إشارة) و يؤخذ منه فساد الصلوة لو بعمل كثير. [الدر المختار و رد المحتار ۲/۴۸۵] ۷) کرہ سدل ثوبه تحريماً للنهي أي =

اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مثال: کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانے پر نہ ڈالے یا گرتے پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھنے میں گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اٹھا کر پہن لے، لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔

مسئلہ: مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدے کی حالت میں زمین پر بچھا دینا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ: صرف امام کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہے تو مکروہ ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ایک ہاتھ سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: گل مقتدیوں کا امام سے بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں کوئی ضرورت

= إرساله بلا لبس معتاد، وفسره الكرخي بأن يجعل ثوبه على رأسه أو على كتفيه ويرسل أطرافه من جانبه، وكذا القباء بكم إلى وراء، إذا أخرج المصلي يده من الخرق وأرسل الكم إلى ورائه مثلاً فإنه يكره لصدق السدل عليه؛ لأنه إرخاء من غير لبس؛ لأن لبس الكم يكون بإدخال اليد فيه. [الدر المختار والشامية ٤٨٨/٢] ① یعنی دونوں کنارے چھوٹے ہوں، اگر ایک کنارہ چھوٹا ہو اور دوسرا شانے پر پڑا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (حشی) ② (وتكره) صلواته كاشف رأسه للتكاسل ولا بأس به للتذلل. [الدر المختار ٤٩١/٢] ③ ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل، إلا إذا احتاجت لتكوير أو عمل كثير. [الدر المختار ٤٩١/٢]

④ يكره افتراش الرجل ذراعيه أي بسطها في حالة السجود، والظاهر أنها تحرمية. [الشامية ٤٩٦/٢ والهداية ٢٧٧/١]

⑤ وقيام الإمام في المحراب، لا سجوده فيه وقد ما خارج، يظهر من كلامهم أنها كراهة تنزيهية. [الدر المختار والشامية ٤٩٩/٢]

⑥ وانفراد الإمام على الدكان للنهي، وقدر الارتفاع بذراع، ولا بأس بمادونه، وقيل: ما يقع به الامتياز، وكره

عكسه عند عدم العذر كجمعة وعيد، فلو قاموا على الرفوف والإمام على الأرض أوفي المحراب لضيق المكان لم يكره، كما

لو كان معه بعض القوم. [الدر المختار ٥٠٠/٢ والهداية ٢٨٠/١]

ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں، بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ ہوں تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۸: مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۹: مقتدی کو جبکہ امام قیام میں قراءت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ یا قرآن مجید کی قراءت کرنا خواہ وہ سورۃ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔

نماز میں حدت ہو جانے کا بیان

نماز میں اگر حدت ہو جائے تو اگر حدت اکبر ہوگا جس سے غسل واجب ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر حدت اصغر ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں: اختیاری ہوگا یا بے اختیاری، یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہوگا یا نہیں، اگر اختیاری ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہے کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اُخراجِ ریح کرے، یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔ اور اگر بے اختیاری ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں: یا نادر الوقوع ہوگا جیسے جنون، بیہوشی، یا امام کا مرجانا وغیرہ، یا کثیر الوقوع جیسے خروجِ ریح، پیشاب، پاخانہ، ندی وغیرہ۔ پس اگر نادر الوقوع ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر

① ویکرہ للمأموم أن يسبق الإمام بالركوع والسجود وأن يرفع راسه فيهما قبل الإمام. [الهندية ۱/۱۱۹] ② والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة في السرية، فإن قرأ (كره تحريماً) بل يستمع إذا جهر وينصت إذا أسر. [الدر المختار ۲/۳۲۶]

③ (اعلم أن لجواز البناء ثلاثة عشر شرطاً: كون الحدث سماوياً) هو مالا اختار للعبد فيه ولا في سببه، فخرج بالأول مالا أحدث عمداً، وبالثاني مالا كان بسبب شجة أو عضة أو سقوط حجر من رجل مشى على نحو سطح، (من بدنه، غير موجب لغسل، ولا نادر وجوده، ولم يؤد ركنا مع حدث) خرج ما إذا سبقه الحدث ساجداً فرفع رأسه قاصداً لأداء أو قرأ ذاهباً (أو مشى) خرج ما إذا قرأ آيياً ولم يفعل منافعها أو فعلاً له منه بدو ولم يتراخ بلا عذر، ولم يظهر حدثه السابق كمضي مدة مسحه، ولم يتذكر فائتة وهو ذو ترتيب، ولم يتم المؤتم في غير مكانه، ولم يستخلف الإمام غير صالح لها، واستينافه أفضل، ويتعين الاستيناف لجنون أو حدث عمداً أو خروجه من مسجد بظن حدث أو احتلام أو إغماء أو قهقهة. [الدر المختار و الشامية ۲/۴۲۲-۴۲۹ والهندية ۱/۱۰۴] ④ یعنی وہ حدت جس سے وضو واجب ہوتا ہے۔ (کشتی)

نادر الوقوع نہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی، بلکہ اس شخص کو شرعاً اختیار اور اجازت ہے کہ بعد اُس حدث کو رفع کرنے کے اسی نماز کو تمام کر لے اور اس کو ”بناء“ کہتے ہیں، لیکن اگر نماز کا اعادہ کرے یعنی پھر شروع سے پڑھے تو بہتر ہے۔ اور اس بنا کرنے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں:-

- ۱: کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔
 - ۲: کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے، مثلاً جب وضو کے لئے جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے، اس لئے کہ قرآن مجید کا پڑھنا نماز کا رکن ہے۔
 - ۳: کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے، نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔
 - ۴: بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے، بلکہ فوراً وضو کرنے کے لئے جائے۔ ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں، مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔
- مسئلہ:** منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو جائز ہے کہ فوراً وضو کر لے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے، مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ چاہئے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے، پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے۔ حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے۔ بعد وضو کے چاہے وہیں اپنی بقیہ نماز تمام کر لے اور یہی افضل ہے، اور چاہے جہاں پہلے تھا وہاں جا کر پڑھے، اور بہتر یہ ہے کہ قصداً پہلی نماز کو سلام پھیر کر قطع کر دے اور بعد وضو کے از سر نو نماز پڑھے۔

مسئلہ: امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدہ اخیرہ میں ہو تو اُسکو چاہئے کہ فوراً وضو کرنے کے لئے چلا جائے، اور

- ① پس اس صورت میں اگر بقدر رکن کے آنے میں دیر لگ جائے کہ مشکل سے صفوں سے نکل کر آئے تو مضائقہ نہیں اور جس طرح اس شخص کو صفیں پھاڑ کر اپنی جگہ جانا جائز ہے اسی طرح وضو کرنے کے لئے جس کا وضو جاتا رہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی اس کو بھی صفوں کو پھاڑ کر نکل جانا اور بضرورت قبلہ سے پھر جانا بھی جائز ہے۔ (محشی) ② (وإذا ساء له البناء توضأ فوراً) أي بلامكث قدر أداء ركن بلا عذر (بكل سنة) أي من سنن الوضوء (وبني على ما مضى ويتم صلوته ثم، أو يعود إلى مكانه كمنفرد فإنه مخير، واستينافه أفضل) هذا ظاهر في المنفرد ولأن مانواه هو عين صلوته، وأما المنفرد فيخير بين العود وعدمه. [الدر المختار ۴۳۲/۲ و الشامية بتقديم وتأخير ۴۳۲/۲] ③ (سبق الإمام حدث ولو بعد التشهد استخلف أي جاز له ذلك، ولو في جنازة بإشارة أوجر لمحارب، ولو

بہتر یہ ہے اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اُس کو اپنی جگہ کھڑا کر دے، مُد رک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلا دے کہ میرے اوپر اتنی رکعتیں وغیرہ باقی ہیں۔ رکعتوں کے لئے انگلی سے اشارہ کرے، مثلاً ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی اٹھاوے۔ دو رکعت باقی ہوں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دے۔ سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر۔ قراءت باقی ہو تو منہ پر۔ سجدہ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر۔ سجدہ سہو کرنا ہو تو سینے پر جبکہ وہ سمجھتا ہو ورنہ اُس کو خلیفہ نہ بنائے۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آ کر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے۔ اور اگر وضو کر کے وضو کی جگہ کے پاس ہی کھڑا ہو گیا تو اگر درمیان میں کوئی ایسی چیز یا اتنا فصل حائل ہو جس سے اقتدایہ صحیح نہیں ہوتی تو درست نہیں، ورنہ درست ہے۔^(۱) اور اگر جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز تمام کر لے، خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں، یا جہاں پہلے تھا وہاں۔

مسئلہ ۲: اگر پانی مسجد کے فرش کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں، چاہے کرے اور چاہے نہ کرے، بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے، اور اتنی دیر مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔

مسئلہ ۳: خلیفہ کر دینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے، لہذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام

= لبقاء ركعة، وبإصبعين لركعتين، ويضع يده على ركبته لترك ركوع، وعلى جبهته لسجود، وعلى فمه لقراءة، وعلى جبهته ولسانه لسجود تلاوة أو صدره لسهو، [الدر المختار والشامية ۱/ ۴۲۴] (وإذا ساغ له البناء توضع فوراً وبني على ما مضى بلا كراهة ويتم صلواته ثمه، وهو أولى تقليلاً للمشي، أو يعود إلى مكانه ليتخذ مكانها، وهذا كله) أي تخير الإمام بين العود إلى مكانه وعدمه (إن فرغ خليفته وإعاد إلى مكانه) أي الذي كان فيه، أو قريباً منه مما يصح فيه الاقتداء؛ لأنه بالاستخلاف خرج عن الإمامة وصار مقتدياً بالخليفة، (حتماً لو بينهما ما يمنع الاقتداء)؛ لأن شرط الاقتداء اتحاد البقعة. [الدر المختار والشامية بحذف ۲/ ۴۳۳] ① یعنی وضو کی جگہ ایسی صورت میں کھڑا ہونا درست ہے اور اس کا جماعت میں شریک ہونا صحیح ہو جائے گا۔ (محشی)

② لو كان الماء في المسجد فإنه يتوضأ ويبنى ولا حاجة إلى الاستخلاف، وإن لم يكن في المسجد فالأفضل الاستخلاف. [الشامية ۲/ ۴۲۵] ③ (استخلف أشار إلى أن الاستخلاف حق الإمام؛ حتى لو استخلف القوم بعد استخلافه فالحليفة خليفته فمن اقتدى بخليفتهم فسدت صلاته ولو قدم الخليفة غيره إن قبل أن يقوم مقام الأول وهو۔ أي الأول۔ في المسجد جاز، وإن قدم القوم واحداً أو تقدم بنفسه لعدم استخلاف الإمام جاز إن قام مقام الأول قبل أن يخرج من المسجد؛ ولو خرج منه فسدت صلوة الكل دون الإمام، (مالم يجاوز الصفوف لوفي الصحراء ومالم يخرج من المسجد) فإذا خرج بطلت الصلوة فلم يصح الاستخلاف، (أو العجانة أو الدار لو كان يصلي فيه) أي في أحد المذكورات؛ (لأنه على إمامته مالم يجاوز هذا الحد) أي الصحراء أو المسجد ونحوه أي فإذا تجاوزه خرج الإمام عن الإمامة وإلا فلا. [الدر المختار و رد المحتار ۲/ ۴۲۵]

اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کر لے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے خلیفہ کر دیں، یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام ہونے کی نیت کر لے تب بھی درست ہے، بشرطیکہ اس وقت تک امام مسجد سے باہر نہ نکل چکا ہو۔ اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو، اور اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اب کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا۔^(۱)

مسئلہ: اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً وضو کرنا چاہئے، اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ اپنی نماز تمام کر لے اور مقتدی کو اپنے مقام پر جا کر نماز پڑھنا چاہئے اگر جماعت باقی ہو، لیکن اگر امام کی اور اُسکے وضو کی جگہ میں کوئی چیز مانع اقتداء نہ ہو تو یہاں بھی کھڑا ہونا جائز ہے۔ اور اگر جماعت ہو چکی ہو تو مقتدی کو اختیار ہے، چاہے محل اقتداء میں جا کر نماز پوری کرے یا وضو کی جگہ میں پوری کر لے اور یہی بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے تو اُس کو چاہئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں ان کو ادا کر کے کسی مدرک کو اپنی جگہ کر دے تاکہ وہ مدرک سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

مسئلہ: اگر کسی کو قعدہ اخیرہ میں بعد اُسکے کہ بقدر التحیات کے بیٹھ چکا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا بلا قصد حدث اصغر ہو جائے یا یہوش ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ: چونکہ یہ مسائل باریک ہیں اور آج کل علم کی کمی ہے، ضرور غلطی کا احتمال ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ بنانا کرے، بلکہ وہ نماز سلام کے ساتھ قطع کر کے پھر اس سر نو نماز پڑھیں۔

(۱) یعنی اس نماز کے پورا کرنے کو کوئی امام نہیں بن سکتا۔ ہاں دوبارہ جماعت سے پڑھی جائے۔ (مخفی) (۲) والمقتدی يعود إلى مكانه إلا أن يكون إمامه قد فرغ أو لا يكون بينهما حائل. [الهداية ۱/ ۲۵۰ والفتاوى الهندية ۱/ ۱۰۶] (۳) ومن اقتدى بالإمام بعد ما صلى ركعة فأحدث الإمام فقدمه أجزأه فلو تقدم يبتدى من حيث انتهى إليه الإمام؛ وإذا انتهى إلى السلام يقدم مدركا يسلم بهم. [الهداية ۱/ ۲۵۷ الدر المختار ۲/ ۴۴۰ والفتاوى الهندية ۱/ ۱۰۶] (۴) ويتعين الاستيناف إن لم يكن تشهد يعني إن لم يكن قعد قدر التشهد، لجنون أو حدث عمدا. [الدر المختار و رد المختار ۲/ ۴۲۸] (۵) استينافه أفضل أي بأن يعمل عملا يقطع الصلوة، ثم يشرع بعد الوضوء تحرزا عن الخلاف. [الدر المختار و رد المختار ۲/ ۴۲۸]

سہو کے بعض مسائل

مسئلہ ۱: اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص خواہ امام ہو یا منفرد بلند آواز سے قراءت کر جائے، یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قراءت کرے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ ہاں اگر آہستہ آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قراءت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لئے کافی نہ ہو۔ مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں یا جہری نماز میں امام اسی قدر آہستہ پڑھ دے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہے، یہی اصح ہے۔

نماز قضا ہو جانے کے مسائل

مسئلہ ۳: اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضا ہوگئی ہو تو انکو چاہئے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں، اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے، اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو بقول راجح اس کو چاہئے کہ عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے۔

مریض کے بعض مسائل

مسئلہ ۵: اگر کوئی معذور اشارے سے رکوع سجدہ ادا کر چکا ہو، اس کے بعد نماز کے اندر ہی رکوع سجدے پر قدرت ہوگئی تو وہ نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، پھر نئے سرے سے اس پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور اگر ابھی

① والجهر فيما يخافت فيه لكل مصلي وعكسه للإمام والأصح تقديره بقدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين؛ لأن اليسير من الجهر والإخفاء لا يمكن. [الدر المختار والشامية ۶۵۷/۲] ② اور اس صورت میں منفرد پر سجدہ سہو نہیں۔ (حشی) ③ ومتى قضى الفوائت إن قضاها بجماعة: فإن كانت صلوٰة يجهر فيها يجهر فيها الإمام بالقراءة، وإن قضاها وحده يتخير بين الجهر والمخافتة. [الفتاوى الهندية ۱۳۴/۱] ④ صبي احتلم بعد صلوٰة العشاء واستيقظ بعد الفجر لزمه قضاؤها، ولو استيقظ قبل الفجر لزمه إعادتها إجماعاً. [الدر المختار والشامية ۶۴۹/۲] ⑤ ولو كان يصلي بالإيماء فصح لا يني، إلا إذا صح قبل أن يؤمى بالركوع والسجود. [الدر المختار ۶۸۹/۲]

اشارے سے رکوع سجدہ نہ کیا ہو کہ تندرست ہو گیا تو پہلی نماز صحیح ہے، اس پر بنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص قراءت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔ تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مسافر کی نماز کے مسائل

مسئلہ ۲: کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقام میں، اور ان دو مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کی اذان کی آواز دوسرے مقام پر نہ جاسکتی ہو، مثلاً دس روز مکہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں۔ مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہوگا۔

مسئلہ ۳: اور اگر مسئلہ مذکور میں رات کو ایک ہی مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں، تو جس موضع میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا، وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی۔ اب دوسرا موضع جس میں دن کو رہتا ہے اگر اُس پہلے موضع سے سفر کی مسافت پر ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا ورنہ مقیم رہے گا۔

مسئلہ ۴: اور اگر مسئلہ مذکور میں ایک موضع دوسرے موضع سے اس قدر قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں موضع ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم ہو جائے گا۔

① من تعذر عليه القيام لمرض حقيقي أو حكمي بأن خاف زيادته، أو وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعدا ولو مستنداً إلى وسادة أو إنسان. [الدر المختار ۶۸۱/۲] ② فيقصر إن نوى فيه لكن بموضعين مستقلين كـ "مكة" ومنى. [الدر المختار ۷۲۹/۲] ③ كما لو نوى مبيتاً بأحدهما. فإن دخل أولاً الموضع الذي نوى المقام فيه نهارة لا يصير مقيماً، وإن دخل أولاً مانوى المبيت فيه يصير مقيماً، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافراً؛ لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به. [الدر المختار والشامية ۷۳۰/۲] ④ أو كان أحدهما تبعاً للآخر بحيث تجب الجمعة على ساكنه للاتحاد حكماً كالقربة التي قربت من المصر بحيث يسمع النداء على ما يأتي في الجمعة. [الدر المختار والشامية ۷۳۰/۲]

مسئلہ ۱: مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، خواہ ادا نماز ہو یا قضا، اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کر لے، اور اس میں قراءت نہ کرے بلکہ چُپ کھڑا رہے، اسلئے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی متابعت امام کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قبل نماز شروع کرنے کے بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے۔

مسئلہ ۲: مسافر بھی مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر، اور وقت جاتا رہا تو فجر اور مغرب میں کر سکتا ہے اور ظہر، عصر، عشاء میں نہیں۔ اسلئے کہ جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو بہ تبعیت امام کے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ فرض نہ ہوگا اور اس کا فرض ہوگا۔ پس فرض پڑھنے والے کی اقتدا غیر فرض والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کر لے خواہ اول میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سجدہ سہویا سلام سے پہلے یہ نیت کر لے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے، اس میں قصر جائز نہیں۔ اور اگر سجدہ سہویا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔

① و صبح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام المقيم إلى الإتمام لا يقرأ ولا يسجد للسهو، لأنه كاللاحق، و ندب للإمام أن يقول بعد التسليمين: "أتموا صلاتكم فياني مسافر" وينبغي أن يخبرهم قبل شروعه وإلا فبعد سلامه. [الدر المختار ۷۳۵/۲ والبحر ۲/۲۱۲] ② وأما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم لبعده فيما يتغير؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة لو اقتدى في الأوليين أو القراءة لو في الآخرين. [الدر المختار و الشامية ۷۳۶/۲] ③ اور وقت کے اندر یہ بات نہیں ہے کہ اقتدا مفترض کی متقل کے پیچھے لازم آوے، اس لئے کہ بوجہ اقتدا کے مسافر کے ذمے چار رکعت فرض ہو گئیں اور وقت گزرنے کے بعد یہ حکم نہیں۔ دونوں صورتوں کا فرق کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (حُشی) ④ اوینوی ولو فی الصلوة، شمل إذا كان في أولها أو وسطها أو آخرها أو كان منفرداً أو مقتدياً مدرکاً أو مسبوقاً، و شمل ما إذا كان عليه سجود سهو ونوى الإقامة قبل السلام والسجود أو بعدهما، أما لو نواها بينهما فلا تصح نيته بالنسبة لهذه الصلوة مالم يتغير فرضها إلى الأربع، إذا لم يخرج وقتها أي قبل أن ينوي الإقامة؛ لانه إذا نواها بعد صلوة ركعة ثم خرج الوقت تحول فرضه إلى الأربع، أما لو خرج الوقت وهو فيها ثم =

مثال ۱: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی، بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا، بعد اسکے اُس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اُس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔

مثال ۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا، پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا، پھر اُس لاحق نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا۔ اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔

خوف کی نماز

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سوار یوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہئے کہ سوار یوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں۔ اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لیں، اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں اُنکو جماعت نہ چھوڑنا چاہئے، اس قاعدہ سے نماز پڑھیں یعنی تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں: ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو جیسے ظہر، عصر، مغرب، عشاء جبکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں اور قصر نہ کریں، پس جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے تب یہ

=نوی الإقامة فلا يتحول في حق تلك الصلوة، ولم يك لاحقا، إقامة نصف شهر حقيقة أو حكما. [الدر المختار والشامية ۷۲۸/۲] ① ہی جائزۃ بشرط حضور عدو أو سبع أوحية عظيمة ونحوها وحان خروج الوقت، فيجعل الإمام (ولا فرق بين ما إذا كان العدو في جهة القبلة أولا، على المعتمد.) طائفة بإزاء العدو ويصلي بأخرى ركعة في الثنائي، ومنه الجمعة والعید، وركعتين في غير لزو ما وذهبت اليه، وجاءت الأخرى فصلی بهم مابقي وسلم وحده وذهبت اليه ندبا، وجاءت الطائفة الأولى وأتموا صلاتهم بلأقراء؛ لأنهم لاحقون وسلموا، ثم جاءت الطائفة الأخرى وأتموا صلاتهم بقراءة؛ لأنهم مسبوقون، وإن اشتد خوفهم وعجز واعن النزول صلوا ركبانا فرادى إلا إذا كان رديفا للإمام فيصح الاقتداء بالإمام بالركوع والسجود وإلى جهة قدرتهم للضرورة. [الدر المختار ۸۶/۳ والهداية ۴۰۴/۱]

حصہ چلا جاوے اور اگر یہ لوگ قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نماز یا مسافر کی ظہر، عصر، عشاء کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جاوے اور دوسرا حصہ وہاں آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے، پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ بدون سلام پھیرے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بے قراءت کے تمام کر لیں اور سلام پھیر دیں، اسلئے کہ وہ لوگ لاحق ہیں، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں، دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قراءت کے ساتھ تمام کر لے اور سلام پھیر دے، اسلئے کہ وہ لوگ مسبوق ہیں۔

مسئلہ ۱: حالت نماز میں دشمن کے مقابلہ میں جاتے وقت یا وہاں نماز تمام کرنے کیلئے آتے وقت پیادہ چلنا چاہئے، اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسلئے کہ یہ عمل کثیر ہے۔

مسئلہ ۲: دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلے جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر اپنی نماز تمام کرنا اُسکے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے، ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے، اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں تمام کر لے، تب دشمن کے مقابلہ میں جائے، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے، یہاں نہ آوے۔

مسئلہ ۳: یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اُس وقت کے لئے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں، مثلاً اگر کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا، اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدے سے نماز پڑھی، بعد اس کے یہ خیال غلط نکلا، تو امام کی نماز تو صحیح ہوگئی، مگر مقتدیوں کو اس نماز

① والواجب أن يذهبوا مشاة، فلو ركبوا بطلت، لأنه عمل كثير. [ردالمحتار ۸۷/۳] ② فلو أتموا صلاتهم في مكانهم صحت، وهل الأفضل الإتمام في مكان الصلوة أو في محل الوقوف؟ في الكافي: إن العود أفضل. [ردالمحتار ۸۷/۳] ③ هذا إن تنازعوا في الصلوة خلف واحد، وإلا فالأفضل أن يصلي بكل طائفة إمام. [الدر المختار والشامية ۸۸/۳ والبحر ۲/۲۶۶]

④ فلو صلوا على ظنه أي حضوره، فظهر غير ذلك أعادوا أي القوم، وحازت صلوة الإمام. [الدر المختار ورد المحتار ۸۶/۳]

کا اعادہ کر لینا چاہئے، اس لئے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لئے خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے، بے ضرورت شدیدہ اس قدر عمل کثیر مفسد نماز ہے۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں، یا کسی دنیاوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے، تو ایسے لوگوں کے لئے اس قدر عمل کثیر معاف نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲: نماز خلاف جہت قبلہ کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے، تو ان کو چاہئے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳: اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں، اور اسی حالت میں دشمن آجائے، تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے، اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو اور نماز کا وقت اخیر ہو جائے تو اس کو اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

یہاں تک پنج وقتی نماز کا اور ان کے متعلقات کا ذکر تھا، اب چونکہ بحمد اللہ اس سے فراغت ملی، لہذا جمعہ کا بیان لکھا جاتا ہے، اس لئے کہ نماز جمعہ بھی اعظم شعائر اسلام سے ہے، اس لئے عیدین کی نماز سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

جمعے کی نماز کا بیان

اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں، اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت

① لا تشرع صلوة الخوف للعاصي في سفره، وعليه فلا تصح من البغاة. [الدر المختار ۸۹/۳] ② ولو حصل الأمن في وسط الصلوة بأن ذهب العدو لا يجوز أن يتموا صلوة الخوف، ولكن يصلون صلوة الأمن ما بقى من صلوتهم، ومن حول منهم وجهه عن القبلة بعد ما انصرف العدو فسدت صلاته، ومن حول منهم وجهه قبل انصراف العدو لأجل الصلوة ثم ذهب العدو بنى على صلوته. [الهندية ۱/۱۷۱] ③ شرعوا ثم ذهب العدو لم يجز انحرافهم، وبعبارة جاز أي لهم الانحراف في أوانه لوجود الضرورة. [الدر المختار والشامية ۸۹/۳] ④ والسباح في البحر إن أمكنه أن يرسل أعضاء ساعة صلى بالإيماء. [الدر المختار ۸۹/۳ والهندية ۱/۱۷۱]

شریعت صافیہ میں وارد نہیں ہوئی، اور اسی وجہ سے پروردگارِ عالم نے اس عبادت کو اپنی ان غیر متناہی نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش سے آخری وقت تک، بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے، اور جمعے کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائز (حاصل) ہوئی ہیں، حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لئے اصلِ اوّل ہیں اسی دن پیدا کئے گئے ہیں، لہذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا، اور ہم اوپر جماعت کی حکمتیں اور فائدے بھی بیان کر چکے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مختلف محلوں کے لوگ اور اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں، اور ہر روز پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا۔ ان سب وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا جس میں مختلف محلوں اور گاہوں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں، اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل و اشرف تھا، لہذا یہ تخصیص اسی دن کے لئے کی گئی ہے۔ اگلی امتوں کو بھی خدائے تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا، مگر انھوں نے اپنی بدنصیبی سے اس میں اختلاف کیا، اور اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہے، اور یہ فضیلت بھی اسی امت کے حصے میں پڑی۔ یہود نے سینچر کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی۔ نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے، چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں، اور تمام دنیا کے کام کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر میں تعطیل ہو جاتی ہے۔

جمعے کے فضائل

۱: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اور اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے، اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے، (جو اس عالم میں انسان کے وجود کا سبب ہوا، جو بہت بڑی نعمت ہے) اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا (صحیح مسلم شریف)۔

۲: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا شبِ جمعہ کا مرتبہ بعض وجوہ سے لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے، اس لئے کہ اسی شب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ طاہر میں جلوہ افروز ہوئے، اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کر سکتا۔ (اشعۃ اللمعات ^(۱) فارسی شرح مشکوٰۃ شریف)۔

۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے تو ضرور قبول ہو (صحیحین شریفین ^(۲))، علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث میں گذرا کس وقت ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں چالیس قول نقل کئے ہیں، مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے، ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں ہے، اور اس دوسرے قول کو ایک جماعت کثیر نے اختیار کیا ہے، اور بہت احادیث صحیحہ اس کی مؤید ہیں۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو اُن کو خبر کر دے تاکہ وہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جاویں (اشعۃ اللمعات ^(۳))۔

۴: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کہ وہ اُسی دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ بعد وفات آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کر دیا ہے (ابوداؤد شریف ^(۴))۔

۵: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں، اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دُعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے (ترمذی شریف)، شاہد کا لفظ سورۃ بروج میں واقع ہے، اللہ تعالیٰ نے اُس دن

① ص ۶۱۶/۱ ② مشکوٰۃ المصابیح ۱/۱۱۹ ③ ص ۶۱۰/۱ ④ اسی دن کی قید اس حدیث میں نہیں ہے۔ (محشی)

⑤ یعنی زمین انبیاء کے بدن میں کچھ تصرف نہیں کر سکتی جیسا کہ دُنیا میں تھا ویسا ہی رہتا ہے۔ (محشی)

⑥ ص ۱۳۰۱، رقم الحدیث: ۱۰۴۷۔

کی قسم کھائی ہے: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ. وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ. وَشَهِدٍ وَ مَشْهُودٍ“ (البروج: ۱-۳) قسم ہے اُس آسمان کی جو بُرجوں والا ہے (یعنی بڑے بڑے ستاروں والا) اور قسم ہے دنِ موعود (قیامت) کی۔ اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشہود (عرفہ) کی۔

۶: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ پاک کے نزدیک سب سے بزرگ ہے، اور عید الفطر اور عید الضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے (ابن ماجہ) ^(۱)۔

۷: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے (ترمذی شریف) ^(۲)۔

۸: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آیت ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (المائدہ: ۳) کی تلاوت فرمائی۔ اُن کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا اس نے کہا اگر ہم پر ایسی آیت اُترتی تو ہم اُس دن کو عید بنا لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اُترتی تھی: جمعہ کا دن، اور عرفہ کا دن۔ یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اُس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں ^(۳)۔

۹: نبی ﷺ فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے (مشکوٰۃ شریف) ^(۴)۔

۱۰: قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں اور مستحقینِ دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہی دن وہاں بھی ہونگے، اگرچہ وہاں دن رات نہ ہونگے، مگر اللہ تعالیٰ اُن کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمائے گا، پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لئے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت! مزید کے جنگلوں میں چلو، وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول و عرض سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، وہاں مُشک کے ڈھیر ہونگے آسمان کے برابر بلند، انبیاء علیہم السلام نور کے ممبروں پر بٹھلائے جائیں گے، اور مؤمنین یا قوت کی کرسیوں پر۔ پس جب سب لوگ اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے، حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مُشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا۔ وہ ہوا اس مُشک کو اُن کے کپڑوں میں لے جائے گی اور منہ میں اور بالوں میں لگا جائے گی، وہ ہوا اس مُشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی

ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں۔ پھر حق تعالیٰ حاملانِ عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب فرمائے گا کہ اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا، اور میرے پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی، اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو، یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے، سب لوگ ایک زبان ہو کر کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں، تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اے اہل جنت! اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا۔ اور کچھ مانگو، یہ دن مزید کا ہے تب سب لوگ مُتَفِقُ اللِّسَان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو اپنا جمال دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ و تعالیٰ پردہ اٹھا دے گا، اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جاوے گا، اور اپنے جمال جہاں آراء سے اُن کو گھیر لے گا، اگر اہل جنت کے لئے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلانے نہ جائیں تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں، پھر اُن سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ، اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دونا ہو گیا ہوگا، یہ لوگ اپنی پیبیوں کے پاس آئیں گے، نہ پیبیاں اُن کو دیکھیں گی نہ یہ پیبیوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو اُن کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا، تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ان کی پیبیاں کہیں گی: جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں، یعنی ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے، یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں یہ اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا، اور ہم نے اُس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا (شرح سفر السعادت)۔ دیکھے جمعہ کے دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

۱۱: ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ^(۱) تیز کی جاتی ہے، مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز کی جاتی (احیاء العلوم^(۲))۔

۱۲: نبی ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو، اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے، اور مسواک کو اُس دن لازم کرو (ابن ماجہ^(۳))۔

① حدیث نمبر ۱ کو اور اس حدیث کو ابو داؤد نے ذکر کیا ہے۔ (بخاری)

② ص: ۱/۲۵۲ وأخرجہ أبو داود ص: ۱۳۰۳، رقم الحديث: ۱۰۸۳

③ ص: ۲۵۴۱ رقم الحديث: ۱۰۹۸.

جمعے کے آداب

۱: ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے، پنجشنبہ کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اُسی دن لا رکھے، تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے، بزرگانِ سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے، حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کے آج کونسا دن ہے اور بعض بزرگ شبِ جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کر رہتے تھے۔ (احیاء العلوم ۱/۱۶۱) ①۔

۲: پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے، اور مسواک کرنا بھی اُس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔ (احیاء العلوم ۱/۱۶۱) ②۔

۳: جمعہ کے دن بعد غسل عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے، اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے، اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے (احیاء العلوم ۱/۱۶۱) ③۔

۴: جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر اُس مسجد کے جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں، اور سب سے پہلے جو آتا ہے اُسکو، پھر اُسکے بعد دوسرے کو، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں، اور سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے واسطے مرغ کے ذبح کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں، اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں، (صحیح مسلم شریف و صحیح بخاری شریف) ⑤ اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اثرِ دھام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں،

① ص ۲۵۴/۱، ②، ③، ۲۵۵/۱۔ (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) ④ ص: ۸۱۲، رقم الحدیث: ۱۹۸۶۔

⑤ ص: ۷۳، رقم الحدیث: ۹۲۹۔

پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی۔

یہ لکھ کر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیوں شرم نہیں آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن، یعنی یہود سینچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں، اور طالبان دُنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کیلئے پہنچ جاتے ہیں، پس طالبان دین کیوں نہیں پیش قدمی کرتے (احیاء العلوم)۔ درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹادی، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون سا دن ہے، اور اس کا کیا مرتبہ ہے، افسوس! وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ (افضل) تھا، اور جس دن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر تھا، اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا، آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ناقدری ہو رہی ہے، خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے، جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۵: جمعہ کی نماز کے لئے پاپیادہ جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے (ترمذی شریف)۔

۶: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ الم سجدہ اور سورۃ ہل آتی 'عَلٰی الْاِنْسَانِ پڑھتے تھے، لہذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی پڑھا کرے، کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

۷: جمعہ کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون یا سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ہل اَنَّا کَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ پڑھتے تھے۔

۸: جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۃ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورۃ کہف پڑھے اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ یہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آوے گا، اور اُس جمعے سے پہلے جمعے تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف

① یعنی سویرے نہ جانا، اور یہاں بدعت سے لغوی مراد ہے یعنی نئی بات اور شرعی بدعت مراد نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دین میں عبادت سمجھ کر نئی بات پیدا کرنا، کیونکہ یہ حرام ہے اور سویرے نہ جانا حرام نہیں۔ (محشی) ② ۲۵۷/۱ ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۴۹۶۔

③ الترمذی: ۱۶۹۶، رقم الحدیث: ۵۲۰۔ ④ یعنی کبھی اوپر کی دونوں سورتیں اور کبھی یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ (محشی)

⑤ الترمذی: ۱۶۹۶، رقم الحدیث: ۵۱۹۔

ہو جائیں گے (شرح سفر السعادت)۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہِ صغیرہ مراد ہیں اس لئے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے۔ واللہ اعلم، وھو ارحم الراحمین۔

۹: جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔

جمعے کی نماز کی فضیلت اور تاکید

اسلام میں نماز جمعہ فرض عین ہے، قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، اور اعظم شعائر اسلام سے ہے، منکر اس کا کافر اور بے عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

۱: قولہ تعالیٰ: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ (الجمعة: ۹) یعنی اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔ دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

۲: نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے، بعد اُس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے، اس کے بعد نماز کے لئے چلے، اور جب مسجد میں آئے اور کسی آدمی کو اُس کی جگہ سے اُٹھا کر نہ بیٹھے، پھر جس قدر نوافل اُس کی قسمت میں ہوں پڑھے، پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے، تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے (صحیح بخاری شریف)۔

۳: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیادہ پا جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے، تو اُس کو ہر قدم کے عوض ایک سال کامل کی عبادت کا

① یہ کلمہ ترغیب کیلئے ہے کہ تم مسلمان تو جانتے ہو، جاننے والوں کو اس کے خلاف نہ کرنا چاہئے۔ (محشی) ② دوسری حدیث میں ہے کہ جس وقت امام منبر پر آ کر بیٹھ جائے اسی وقت سے نماز پڑھنا اور کلام کرنا جائز نہیں اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (محشی) ③ ص: ۶۹،

ثواب ملے گا، ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔ (ترمذی شریف) ^(۱)

۴: ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں، ورنہ خدائے تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر کر دے گا، پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم شریف) ^(۲)

۵: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے سُستی سے یعنی بے عذر ترک کر دیتا ہے اُس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے (ترمذی شریف) ^(۳)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم اُس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۶: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے، مگر چار پر: (۱) غلام یعنی جو قاعدہ شرع کے موافق مملوک ہو (۲) عورت (۳) نابالغ لڑکا (۴) بیمار۔ (ابوداؤد شریف) ^(۴)

۷: ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا کہ میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام کر دوں، اور خود اُن لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے (صحیح مسلم شریف) ^(۵)، اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حق میں بھی وارد ہوئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۸: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بے ضرورت جمعے کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ منافق ^(۶) لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ ہے (مشکوٰۃ شریف) ^(۷)، یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا، ہاں اگر توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنی محض عنایت سے معاف فرمائے تو وہ دوسری بات ہے۔

۹: جابر رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُس کو جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے، مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکا اور غلام۔ پس

① ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۴۹۶۶۔ ② یعنی مہر کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کی پناہ! جب غفلت مسلط ہوگئی تو جہنم سے چھٹکارا نہایت دشوار ہے۔ (مُحْشٰی) ③ ص: ۸۱۳، رقم الحدیث: ۲۰۰۲۔ ④ ص: ۱۶۹۳، رقم الحدیث: ۵۰۰۔ ⑤ ص: ۱۳۰۲، رقم الحدیث: ۱۰۶۷۔ ⑥ یعنی مضبوط اور مستقل ارادہ ہو گیا، مگر بعض وجوہات سے آپ نے ایسا کیا نہیں۔ (مُحْشٰی) ⑦ ص: ۷۷۹، رقم الحدیث: ۱۴۸۵۔ ⑧ یہ غرض نہیں ہے کہ وہ کافر ہو گیا جو کہ حقیقی معنی منافق کے ہیں، بلکہ یہ منافق کی سی خصلت ہے جو گناہ ہے۔ (مُحْشٰی) ⑨ ص: ۱۲۱/۱۔

اگر کوئی شخص لغو کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس سے اعراض^(۱) فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے (مشکوٰۃ شریف^(۲))۔ یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پرواہ نہیں، نہ اس کا کچھ فائدہ ہے۔ اس کی ذات بہ ہمہ صفت موصوف ہے، کوئی اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے۔

۱۰: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس شخص نے پے درپے کئی جمعے ترک کر دیئے پس اُس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا (اشعۃ اللمعات^(۳))۔

۱۱: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مر گیا، اور وہ جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اُسکے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ پھر وہ شخص ایک مہینے تک برابر ان سے یہی سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے (احیاء العلوم^(۴))۔ ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد بھی یہی نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ نماز جمعہ کی سخت تاکید شریعت میں ہے، اور اس کے تارک پر سخت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، کیا اب بھی کوئی شخص بعد دعویٰ اسلام کے اس فرض کے ترک کرنے پر جرأت کر سکتا ہے۔

نماز جمعہ کا بیان^(۵)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے، یہ سنتیں مؤکدہ ہیں۔ پھر خطبہ کے بعد دو رکعت فرض امام کے ساتھ جمعہ کی پڑھے۔ پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱: مقیم ہونا۔ پس مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۱ یعنی اس سے بے توجہ ہو جاتا ہے اور وہ تو بے پرواہ ہے ہی، نہ کسی کا محتاج، نہ کسی سے نفع حاصل کرنے والا۔ بندہ جو بہتری بھی کرتا ہے اپنے ہی نفع کے لئے کرتا ہے، پس جب بندہ نے خود ہی اپنی نالافتی سے دوزخ میں جانے کا سامان کیا تو خدائے تعالیٰ کو بھی اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ (محشی)

۲ ص: ۱۲۱/۱۔ ۳ ص: ۶۱۷۔ ۴ اس سے پہلے یہ مضمون کچھ تغیر کے ساتھ مع اس کی تاویل کے گذر چکا ہے۔ (محشی)

۵ ص: ۲۵۲/۱۔ ۶ یہ پورا مضمون اس مرتبہ اضافہ ہوا۔ (شبیر علی) ۷ الجمعة فرض علی کل من اجتمع فیہ سبعة =

- ۲: صحیح ہونا۔ پس مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جو مرض جامع مسجد تک پیادہ پا جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے، بوڑھا پے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو یا مسجد تک نہ جاسکے یا نابینا ہو، یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نماز جمعہ اُن پر واجب نہ ہوگی۔
- ۳: آزاد ہونا۔ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔
- ۴: مرد ہونا۔ عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔
- ۵: جماعت کے ترک کرنے کے لئے جو عذر اوپر بیان ہو چکے ہیں اُن سے خالی ہونا۔ اگر اُن عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی۔

مثال:

- ۱: پانی بہت زور سے برستا ہو۔
- ۲: کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔
- ۳: مسجد جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔
- ۴: اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں۔ یعنی عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں۔ اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یعنی ظہر کا فرض اُس کے ذمہ سے اتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت^① نماز جمعہ پڑھے۔

= شرائط: الذکورة، خرج به النساء، فلا تجب على امرأة. والحرية، خرج به الأرقاء، فلا تجب عليهم إجماعاً. والإقامة، لو بنية المكث خمسة عشر يوماً، خرج به المسافر. والصحة، خرج به المريض أي الذي لا يقدر على الذهاب إلى الجامع، أو يقدر ولكن يخاف زيادة مرضه، أو ببطء برئه بسبب جلي. والشيخ الكبير الذي ضعف ملحق بالمريض، وألحق بالمريض الممرض إن بقي المريض ضائعاً بخروجه على الأصح. والأمن من ظالم، فلا تجب على من اختفى من ظالم، ويلحق به المفلس الخائف من الحبس. وسلامة العينين، فلا تجب على الأعمى. وسلامة الرجلين: فلا تجب على المقعد لعجزه عن السعي اتفاقاً. ومن العذر المطر العظيم، وكذا الثلج، والوحل، قال في الشرح: وقدمنا أنه يسقط به الحضور للجماعة، وأما البلوغ والعقل فليسا خاصين بالجمعة. [مراقي الفلاح والطحطاوى ۵۰۳] إن اختار العزيمة أي صلوة الجمعة، وصلاها وهو مكلف بالغ عاقل وقعت فرضاً عن الوقت، وهي أفضل لإلّا للمرأة؛ لأن صلواتها في بيتها أفضل. [الدر المختار والشامية ۳/۳۳] ① اگرچہ عورت کو شریک جماعت نہ ہونا چاہئے۔ (محشی)

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

- ۱: مصر یعنی شہر یا قصبہ۔ پس گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔
- ۲: ظہر کا وقت۔ پس وقت ظہر سے پہلے اور اس کے نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں، حتیٰ کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو، اور اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔
- ۳: خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، خواہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے اگرچہ صرف اسی قدر پر اکتفا کرنا بوجہ مخالفت سنت کے مکروہ ہے۔
- ۴: خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔
- ۵: خطبہ کا وقت ظہر کے اندر ہونا۔ پس وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔
- ۶: جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبے سے سجدہ رکعت اولیٰ تک موجود رہنا، گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں، اور نماز کے وقت اور۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں کہ امامت

① رسالہ ”الظہر فی القرئ القول البدیع احسن القرئ“ کو ملاحظہ فرمائیں اس کے متعلق کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ (ی)

② ویشرط لصحتها المصّر، وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ووقت الظهر، فتبطل الجمعة بخروجه مطلقاً أي ولو بعد القعود قدر التشهد، والخطبة فيه، أي في الوقت فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح، وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة، وكونها قبلها أي بلا فصل كثير؛ لأن شرط الشيء سابق عليه، وهي شرط الانعقاد في حق من ينشئ التحريم للجمعة لا كل من صلاها؛ فلذا قالوا: لو أحدث الإمام تقدم من لم يشهد بها جاز؛ لأنه بان تحريمه على تلك التحريم المنشأة، بحضرة جماعة تعتقد بهم الجمعة؛ بأن يكونوا ذكورا بالغين عاقلين ولو كانوا معذورين بسفر أو مرض، والجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو غير الثلاثة الذين حضرو الخطبة، فإن نفرو بعد شروعهم معه قبل سجوده بطلت، وإن بقي ثلاثة أو نفروا بعد سجوده لا تبطل، وأتمها جمعة أي ولو وحده فيما إذا لم يعودوا ولم يأت غيرهم، والإذن العام، من الإمام أي أن يأذن للناس إذا عايناً بأن لا يمنع أحدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذي تصلي فيه، وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردين أي من المكلفين بها فلا يضر منع نحو النساء لخوف الفتنة. [الدر المختار والشامية ۶/۳-۲۸۹]

کر سکیں، پس اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔

۷: اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں، اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں، یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔

۸: عام اجازت کے ساتھ علی الاشتهار (علی الاعلان) نماز جمعہ کا پڑھنا۔ پس کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو، یا جمعہ کو مسجد کے دروازے بند کر لئے جاویں تو نماز نہ ہوگی، یہ شرائط جو نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی بیان ہوئیں، اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے نماز جمعہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی، نماز ظہر پھر اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے، لہذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جمعے کے خطبے کے مسائل

مسئلہ ۱: جب سب لوگ جماعت میں آجائیں، تو امام کو چاہئے کہ منبر پر بیٹھ جائے، اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے۔ بعد اذان کے فوراً امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

مسئلہ ۲: خطبے میں بارہ چیزیں مسنون ہیں:-

۱: خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطبہ پڑھنے والے کو کھڑا رہنا۔

۲: دو خطبے پڑھنا۔

① ویؤذن ثانیاً بین یدیه أي الخطیب إذا جلس علی المنبر، إذا فرغ المؤذنون قام الإمام والسيف في يساره وهو متكى عليه. [الدر المختار ۴۲/۳] ② (وسن خطبتان بجلسة بينهما وطهارة قائما) أما سننها فأحدها: الطهارة، و ثانيها: القيام، وثالثها: استقبال القوم بوجهه. ورابعها: التعوذ في نفسه قبل الخطبة، وخامسها: أن يسمع القوم الخطبة، وسادسها: أنه يخطب خطبة خفيفة، وهي تشتمل على عشرة: أحدها: البداء بحمد الله. وثانيها: الثناء عليه، وثالثها: الشهادتان، ورابعها: الصلوة على النبي ﷺ، وخامسها: العظة والتذكير، وسادسها: قراءة القرآن، وسابعها: الجلوس بين الخطبتين: وثامنها: أن يعيد في الخطبة الثانية الثناء والحمد لله والصلوة على النبي ﷺ، وتاسعها: أن يزيد فيها الدعاء للمؤمنين والمؤمنات، وعاشرها: تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل، ومن السنة: أن يكون الخطيب على

۳: دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔

۴: دونوں حدیثوں سے پاک ہونا۔

۵: خطبہ پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔

۶: خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہنا۔

۷: خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

۸: خطبہ میں ان آٹھ قسم کے مضامین کا ہونا: اللہ تعالیٰ کا شکر، اس کی تعریف، خداوندِ عالم کی وحدت اور نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت، نبی ﷺ پر درود، وعظ و نصیحت، قرآن مجید کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا، دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا اور دوسرے خطبے میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لئے دُعا کرنا۔ یہ آٹھ قسم کے مضامین کی فہرست تھی، آگے بقیہ فہرست ہے ان اُمور کی جو حالت خطبہ میں مسنون ہیں۔

۹: خطبے کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

۱۰: خطبہ نمبر پر پڑھنا، اگر نمبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ کا سہارا دے کر کھڑا ہونا، اور نمبر کے ہوتے ہوئے کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا اور ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا بعض لوگوں کی ہمارے زمانہ میں عادت ہے منقول نہیں۔

۱۱: دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا، اور کسی زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض عوام کا دستور ہے خلافِ سنتِ مؤکدہ اور مکروہ تحریمی ہے۔

۱۲: خطبہ سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔ دوسرے خطبے میں نبی ﷺ کے آل و اصحاب و ازواجِ مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دُعا کرنا مستحب ہے، بادشاہِ اسلام کے لئے بھی دُعا

① دیکھو حاشیہ ۲ صفحہ ۱۱۹۔ ② اور عربی زبان میں خطبہ کا ضروری ہونا اس کی مفصل بحث رسالہ تحقیق الخطبہ میں بھی ہے۔ (شیر علی)

③ اس مسئلہ پر ہر عبارات فقہیہ کی تفصیل امداد الفتاویٰ مبوب جلد اول کے ۴۱۵ و ۴۲۲ پر موجود ہے۔ ④ ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمّین ہما حمزة و العباس رضی اللہ عنہما لا الدّعاء للسلطان، وجوّزہ القہستانی، ویکرہ تحریمہ وصفہ بما لیس فیہ [الدرا المختار والشامیہ ۲/۳] ویتحبّ للرجل أن یستقبل الخطیب بوجہہ، هذا إذا کان امام الإمام. فإن کان عن یمین الإمام أو عن یسارہ قریباً من الإمام ینحرف إلى الإمام مستعداً للسماع. [الہندیہ ۱/۱۶۲]

کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکر وہ تحریمی ہے۔

مسئلہ ①: جب امام خطبہ کے لئے اُٹھ کر کھڑا ہو اُس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں قضا نماز کا پڑھنا صاحبِ ترتیب کے لئے اس وقت بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے، پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

مسئلہ ②: جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے، خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دُور۔ اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سننے میں خلل ہو مکر وہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، جیسا کہ حالتِ نماز میں ممنوع ہے ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے۔ ہاں خطیب کیلئے جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

مسئلہ ③: اگر سنتِ نفل پڑھنے میں خطبہ شروع ہو جائے تو رائج یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ تو پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

مسئلہ ④: دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو، یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں بے ہاتھ اٹھائے ہوئے اگر دل میں دُعا مانگی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے۔ نہ آہستہ نہ زور سے، لیکن نبی ﷺ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا بوجہ اس کے کہ نبی ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے، اور اس پر مداومت کرنے سے عوام کو اس کے ضروری ہونے کا خیال ہوتا ہے اس لئے بدعت ہے۔

تنبیہ: ہمارے زمانہ میں اس خطبہ پر ایسا التزام ہو رہا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ موردِ طعن ہوتا ہے اور اس خطبے کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے (روح الاخوان)۔

① إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام إلى تمامها خلا قضاء فائتة لم يسقط ترتيب بينها وبين الوقتية. [الدر المختار ۳/۳۸ والبحر ۲/۲۴۲] ② (كل ما حرم في الصلوة حرم في الخطبة، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً، أورد سلام أو أمر بمعروف)، ويكره للخطيب أن يتكلم في حال الخطبة إلا إذا كان أمراً بمعروف فلا يكره (بل يجب عليه أن يستمع ويسكت بلا فرق بين قريب و بعيد). [الدر المختار ۳/۳۹ والبحر ۲/۲۴۴] ③ لو خرج وهو في السنة أو بعد قيامه لثلاثة النفل يتم في الأصح ويخفف القراءة. [الدر المختار ۳/۳۸ والبحر ۲/۲۴۳] ④ فيسن الدعاء بقلبه لا بلسانه. [رد المختار ۳/۴۷]

مسئلہ: خطبہ کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: نبی ﷺ کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔^(۱)

نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ کے دن کا

نبی ﷺ کا خطبہ نقل کرنے سے یہ غرض نہیں کہ لوگ اسی خطبے پر التزام کر لیں، بلکہ کبھی کبھی بغرض تبرک و اتباع اس کو بھی پڑھ لیا جایا کرے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے، اس وقت آپ تشریف لاتے اور حاضرین کو سلام کرتے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے۔ جب اذان ختم ہو جاتی آپ کھڑے ہو جاتے اور معاً خطبہ شروع فرما دیتے۔ جب تک منبر نہ بنا تھا کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگا لیتے تھے۔ بعد منبر بن جانے کے پھر کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول نہیں^(۲) (تفصیل حاشیہ پر دیکھو)۔ دو خطبے پڑھتے، اور دونوں کے درمیان میں کچھ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے اور اس وقت کچھ کلام نہ کرتے نہ دعا مانگتے، جب دوسرے خطبے سے آپ کو فراغت ہوتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرماتے۔ خطبہ پڑھتے وقت حضرت نبی ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو اپنے لوگوں کو خبر دیتا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ^(۳) میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجے گئے ہیں جیسے

(۱) اختلفوا في الصلوة على النبي ﷺ عند سماع اسمه، والصواب أنه يصلي في نفسه. [البحر ۲/۴۴۲ الدر المختار ۳/۴۰]

(۲) اس عبارت کو دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ خطیب کو خطبہ کے وقت لاٹھی لینا مکروہ ہے، اس لئے حضرت مولانا تھانوی رضی اللہ عنہ کی تحقیق امداد الفتاویٰ مجبب جلد اول ۳۶۱ سے نقل کی جاتی ہے تاکہ اشتباہ زائل ہو جائے۔ **سوال:** الخطب الماثورة میں مذکور ہے کہ امام خطبہ کے وقت عصا کو ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور بہشتی زیور سے ممانعت مفہوم ہے۔ فکیف التوفيق وعلى أي القولین العمل۔ **جواب:** ”در مختار“ میں قوس یا عصا پر سہارا لگانے کو مکروہ کہا ہے، اور در مختار میں اس پر دو اشکال کئے ہیں: ایک ابوداؤد کی روایت سے کہ حضور ﷺ نے عصا یا قوس کا سہارا لیا ہے، دوسرا حیط کی روایت سے کہ اخذ عصا کو سنت کہا ہے مثل قیام، [۸۶۲/۱] اور ترجیح رد المحتار کے قول کو ہے۔ پس بہشتی زیور میں گواس مسئلہ کا ہونا جید ہے اس لئے کہ اس میں احکام مخصوصہ بالرجال نہیں لئے گئے۔ لیکن اگر کہیں ایسا ہے تو غالباً ”در مختار“ کی روایت کی بنا پر لکھ دیا ہوگا جس کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہوا۔ (۱۵، ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری) (۳) مطلب آپ کا یہ تھا کہ قیامت بہت قریب ہے میرے بعد جلد آئے گی۔ (محشی)

یہ دو انگلیاں۔ اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے اور اس کے بعد فرماتے تھے:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، أَنَا أَوْلَىٰ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهِ مَن تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ وَمَن تَرَكَ دِينًا أَوْ ضِيَاعًا فَعَلَىٰ.

کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوْبُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَصَلُّوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةٍ ذَكَرْكُمْ لَهُ وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تَوَجَّرُوا وَتَحَمَّدُوا وَتَرَزَّعُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ مَكْتُوبَةً فِي مَقَامِي هَذَا فِي شَهْرِي هَذَا فِي عَامِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ وَجَدَ إِلَيْهِ سَبِيلًا فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي أَوْ بَعْدِي جُحُودًا بِهَا وَاسْتِخْفَافًا بِهَا وَلَهُ إِمَامٌ جَائِرٌ أَوْ عَادِلٌ فَلَا جَمْعَ اللَّهُ شَمْلُهُ وَلَا بَارَكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ أَلَا وَلَا صَلَوةَ لَهُ أَلَا وَلَا صَوْمَ لَهُ أَلَا وَلَا زَكَاةَ لَهُ أَلَا وَلَا حَجَّ لَهُ أَلَا وَلَا بَرَّ لَهُ حَتَّىٰ يَتُوبَ فَإِنْ تَابَ تَابَ اللَّهُ أَلَا وَلَا تَوَمَّنْ إِمْرَأَةً رَّجُلًا أَلَا وَلَا يُؤْمَنْ أَعْرَابِيٌّ مُّهَاجِرًا أَلَا وَلَا يُؤْمَنْ فَاجِرٌ مُّؤْمِنًا أَلَا أَنْ يَقْهَرَهُ سُلْطَانٌ يَخَافُ سَيْفَهُ وَسَوْطَهُ. (ابن ماجہ) اور کبھی بعد حمد و صلوة کے یہ خطبہ پڑھتے تھے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا وَمَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدَىٰ وَمَنْ يَعَصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا. ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت سورہ قحطہ میں اکثر پڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ میں نے سورہ قحطہ حضرت ہی سے سُن کر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی سورہ العصر اور کبھی لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ط (الحشر: ۲۰) اور کبھی وَنَادُوا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَا كَثُوتُمْ. (الزخرف: ۷۷)

① وروی أنه ﷺ قرأ فيها "سورة العصر" ومرة أخرى "لا يستوي" (الاية) وأخرى "ونادوا يا مالك ليقض" (الاية)

نماز کے مسائل

مسئلہ ۱: بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے، اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۲: خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے، خطبے اور نماز کے درمیان میں کوئی دُنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر درمیان میں فصل زیادہ ہو جائے اس کے بعد خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ ہاں کوئی دینی کام ہو مثلاً کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا بعد خطبہ کے معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں، نہ خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔

مسئلہ ۳: نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے: نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَرَضِ صَلَوةَ الْجُمُعَةِ۔ یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں۔

مسئلہ ۴: بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں، اگرچہ ایک مقام کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی مسبوق قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدہ سہو کے بعد آکر ملے تو اُس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنا چاہئے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۶: بعض لوگ جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی پڑھا کرتے ہیں، چونکہ عوام کا اعتقاد اس سے بہت بڑ گیا ہے ان کو مطلقاً منع کرنا چاہئے، البتہ اگر کوئی ذی علم موقع شبہ میں پڑھنا چاہے تو اپنے پڑھنے کی کسی کو اطلاع نہ کرے۔

① لا ينبغي أن يصلي (بالقوم) غير الخطيب؛ لأنها كشيء واحد، فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ جاز. [الدر المختار ۴۳/۳] ② فإذا أتم أقيمت بحيث يتصل أول الإقامة باخر الخطبة، ويكره الفصل بأمر الدنيا إما بنهي عن منكر أو أمر بمعروف فلا، وكذا بوضوء لو غسل أو ظهر أنه محدث أو جنب، بخلاف أكل وشرب حتى لو طال الفصل استأنف الخطبة. [الدر المختار والشامية ۴۳/۳] ③ وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة. [الدر المختار والشامية ۱۸/۳ والبحر ۲/۲۹۹] والأفضل هو الجامع الواحد حلبي كبير ۵۵۲ [۴] وإن كان أدر كه في التشهد، أوفي سجود السهو بنى عليها الجمعة. [الهداية ۱/۳۸۰ الدر المختار والشامية ۳۷/۳] ⑤ مع ما لزمن فعلها في زماننا من المفسدة العظيمة، وهو اعتقاد الجهلة أن الجمعة ليست بفرض؛ لما يشاهدون من صلوة الظهر فيظنون أنها الفرض وأن الجمعة ليست بفرض، فيتكاسلون عن أداء الجمعة فكان الاحتياط في تركها، وعلى تقدير فعلها ممن لا يخاف عليه مفسدة منها، فالأولى أن=

عیدین کی نماز کا بیان

مسئلہ: ^① شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ”عید الفطر“ کہتے ہیں، اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ”عید الضحیٰ“۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکر یہ کے پڑھنا واجب ہے، جمعہ کی نماز کی صحت و وجوب کے لئے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکے ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی مثل جمعہ کے خطبے کے واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا چاہنا نماز پڑھنا سب حرام ہے، عید الفطر کے دن تیرہ چیزیں مسنون ہیں: شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ عید گاہ میں بہت سویرے جانا۔ قبل عید گاہ جانے کے کوئی شیریں چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ قبل عید گاہ جانے کے صدقہ فطر دے دینا۔ عید کی نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔ جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ پیادہ پا جانا اور راستے میں اللہ اکبر پڑھنا۔ جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ پیادہ پا جانا اور راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد۔ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

مسئلہ: ^⑤ عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ نیت کرے: نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْوَجِبِ صَلَوةً

=تكون في بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها. [البحر ۲/۲۵۲ و رد المحتار ۳/۱۹] ① تجب صلوتهما على من تجب عليه

الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة فإنها سنة بعدها. [الدر المختار ۳/۵۱ والهداية ۱/۳۸۵ والبحر ۲/۲۴۷]

② ويخطب بعدها خطبتين، ومايسن في الجمعة ويكره، يسن فيها ويكره. [الدر المختار ۲/۶۶ والهداية ۱/۳۹۱ والبحر ۲/۲۵۴]

③ وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد. [الدر المختار ۳/۴۰] ④ وندب في الفطر

ثلاثة عشر شيئاً: أن يأكل بعد الفجر قبل ذهابه للمصلي شيئاً حلواً، ويغتسل، ويستاك، ويتطيب، ويلبس أحسن ثيابه التي يباح

لبسها، ويؤدي صدقة الفطر إن وجبت عليه قبل خروج الناس إلى الصلوة، والتبكير وهو سرعة الانتباه، والابتكار وهو

المسارعة إلى المصلى، ثم يتوجه إلى المصلى ماشياً مكبراً سرّاً، ويرجع من طريق آخر، [نور الإيضاح والمراقي ۵۲۸]

والخروج إلى الجبابة لصلوة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع. [البحر ۲/۲۴۹ والدر المختار ۳/۵۵] ⑤ وكيفية

صلوة العیدین أن ينوي صلوة العيد، ثم يكبر للتحريمة، ثم يقرأ الإمام والمؤتم الثناء، (سبحانك اللهم) الخ. ثم يكبر الإمام

والقوم تكبيرات الزوائد ثلثاً، يسكت بعد كل تكبيرة مقدار ثلث تكبيرات، يرفع يديه الإمام والقوم في كل منها، ثم يتعوذ=

عِيدِ الْفِطْرِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيرَاتٍ وَاجِبَةٍ یعنی میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں۔ یہ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے، اور سبحانک اللہم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہے، اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں کانوں تک اٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دے، اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک توقف کرے کہ تین مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہہ سکیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے اور ”اعوذ باللہ“ اور ”بسم اللہ“ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورہ پڑھ کر حسب دستور رکوع سجدہ کر کے کھڑا ہو، اور دوسری رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاوے۔

مسئلہ: بعد نماز کے دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی ہی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعے کے خطبے میں۔

مسئلہ: بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا۔ گو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا (ق)۔

مسئلہ: عیدین کے خطبے میں پہلے تکبیر سے ابتدا کرے، اول خطبے میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے، دوسرے میں سات مرتبہ۔

مسئلہ: عید الضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں۔ فرق اس قدر ہے کہ عید الضحیٰ کی نیت میں بجائے عید الفطر کے عید الضحیٰ کا لفظ داخل کرے۔ عید الفطر میں عید گاہ

= الإمام، ثم يسمي سرا، ثم يقرأ الإمام الفاتحة ثم سورة، ثم يركع، فإذا قام للثانية ابتداءً بالبسملة ثم بالفاتحة، ثم بالسورة، ثم يكبر تكبيرات الزوائد ثلثاً، ويرفع يديه فيها كما في الركعة الأولى. [مراقي الفلاح ۵۳۲] وليس بين تكبيراته ذكر مسنون، ولذا يرسل يديه ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات. [الدر المختار ۶۶/۳] ① اگر زیادہ مجمع کی وجہ سے زیادہ توقف کی ضرورت ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ [الشامية ۶۶/۳] ② ويستحب أن يستفتح الأولى بتسعة تكبيرات تترى، والثانية بسبع. [الدر المختار ۶۷/۳ والبحر ۲/۲۱] ③ الأحكام المذكورة لعید الفطر ثابتة لعید الأضحى صفة وشرطاً ووقتاً ومندوباً، لكن هنا يؤخر الأكل عنها ويكبر في الطريق جهراً. [البحر ۲/۲۵۵ والدر المختار ۶۸/۳]

جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے، یہاں نہیں۔ اور عید الفطر میں راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں بلند آواز سے۔ اور عید الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عید الضحیٰ کی سویرے، اور یہاں صدقہ فطر نہیں بلکہ بعد میں قربانی ہے اہل وسعت پر۔ اور اذان واقامت نہ یہاں ہے نہ وہاں۔

مسئلہ: جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اُس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں، اُن کو بھی قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: عید الفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام، اور عید الضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرنا چاہئے۔ تکبیر تشریق یعنی ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ** کہنا واجب ہے، بشرطیکہ وہ فرض جماعت سے پڑھا گیا ہو اور وہ مقام مصر ہو۔ یہ تکبیر عورت اور مسافر پر واجب نہیں، اگر یہ لوگ کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو اُن پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی، لیکن اگر منفرد اور عورت اور مسافر بھی کہہ لے تو بہتر ہے کہ صاحبین کے نزدیک ان سب پر واجب ہے۔

① يستحب تعجيل صلوة الأضحى، وفي عيد الفطر يؤخر الخروج قليلا. [البحر ۲/ ۲۵۱ و الشامية ۳/ ۶۱]

② ولا يسن (الأذان) لغيرها (أي الفرائض) من الصلوات كعيد. [الدّر المختار والشامية ۲/ ۶۲] ③ ولا يتنفل قبلها مطلقاً، سواء كان في المصلى اتفاقاً أو في بيت في الأضح، وسواء كان ممن يصلي العيد أو لا، حتى أن المرأة إذا أرادت صلوة الضحى يوم العيد تصليها بعد ما يصلي الإمام في الجبابة. [الدّر المختار و ردالمحتار ۳/ ۵۷ و البحر ۲/ ۲۵۰] ④ اس مسئلہ میں نماز سے مراد نفل نماز ہے۔ (محشی) ⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ باب ہذا۔ ⑥ يُعلم الناس فيها أحكام صدقة الفطر ويعلم الأضحى وتكبير التشریق في الخطبة. [الدّر المختار ۳/ ۶۷-۶۹] ⑦ ويجب تكبير التشریق "اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ" (الخ) عقب كل فرض أدي بجماعة مستحبة، ووجوبه على إمام مقيم بمصر وعلى مقتد مسافر أو قروي أو امرأة، ويجب على مقيم اقتدى بمسافر، وقالوا بوجوبه فور كل فرض مطلقاً ولو منفرداً أو مسافراً أو امرأة. [ردالمحتار ۳/ ۷۱ و البحر ۲/ ۲۵۷] ⑧ یہ امام صاحب **المنهاج** کا قول ہے، صاحبین کے نزدیک گاؤں والوں پر بھی واجب ہے اور اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے، اس لئے گاؤں والوں پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے، چنانچہ المحرر الرائق ۲/ ۲۶۰ میں ہے: وأما عندهما فهو واجب على كل من يصلي المكتوبة؛ لأنه تبع لها، فيجب على المسافر والمرأة والقروي، قال في السراج الوهاج والحوهرة: والفتوى على قولهما في هذا أيضاً، فالحاصل أن الفتوى على =

مسئلہ ۱: یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہئے، کل تیس نمازیں ہوں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

مسئلہ ۲: اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔ ہاں عورتیں (اگر کہیں تو) آہستہ آواز سے کہیں۔

مسئلہ ۳: نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہئے۔

مسئلہ ۴: اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں، یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔

مسئلہ ۵: عید الضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ ۶: عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد مواضع میں جائز ہے۔

مسئلہ ۷: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ جماعت اس میں شرط ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے۔

= قولہما فی آخر وقتہ وفیمن یجب علیہ. (ف) ① من فجر عرفة إلى آخر أيام التشريق وعليه الاعتماد [الدر المختار ۳/۷۴] في البحر: ينتهي بالتكبير عقب العصر من آخر أيام التشريق وهي ثلاث وعشرون صلاة. [۲/۲۵۸] ② ③ ويجب التشريق عقب كل فرض بلا فصل يمنع البناء، وقالا بوجوبه فور كل فرض لكن المرأة تخافت. [الدر المختار ۳/۷۱-۷۵] والبحر ۲/۶۵۹، ۲/۶۶۱ ④ ويأتي المؤتم به وجوباً وإن تركه إمامه. [الدر المختار ۳/۷۶ والبحر ۲/۲۶۰] ⑤ ولا بأس به عقب العيد؛ لأن المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم. [الدر المختار ۳/۷۵ والبحر ۲/۲۵۹] ⑥ تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً. [الدر المختار ۳/۶۸] ⑦ يهال لفظ مساجد كجاءه بعد تحقيق لفظ مواضع اس مرتبه لکھا گیا۔ (شیر علی) ⑧ ولا یصلیہا وحده إن فاتت مع الإمام ولو بالإفساد، ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل. [الدر المختار ۳/۶۷ والبحر ۲/۲۵۴] ⑨ وتؤخر بعذر إلى الزوال من الغد فقط لكن هنا أي في الأضحى يجوز تأخيرها إلى ثالث أيام النحر بلا عذر مع الكراهة، وبه أي بالعذر بدونها، فالعذر هنا لنفي الكراهة، وفي الفطر لنفي الصحة. [الدر المختار ۳/۶۸ والهداية ۱/۳۹۳]

مسئلہ ۱۸: عید الضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی، مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہیں ہوگی۔

عذر کی مثال:

۱: کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو۔

۲: پانی برس رہا ہو۔

۳: چاند کی تاریخ محقق نہ ہو اور بعد زوال کے جب وقت جاتا رہے محقق ہو جائے۔

۴: ابر کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بعد ابر کھل جانے کے معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی۔

مسئلہ ۱۹: اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو، تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت باندھنے کے تکبیریں کہہ لے، اگرچہ امام قراءت شروع کر چکا ہو۔ اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے، بعد اس کے رکوع میں جائے، اور رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے نتیج کے تکبیریں کہہ لے، مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، اور اگر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے، اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔

مسئلہ ۲۰: اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قراءت کر لے

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۱۷ باب ہذا۔ ② وتؤخر بعذر کمطر دخل فیہ ما إذا لم یخرج الإمام وما إذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال أو قبله بحیث لا یمنع جمع الناس، أو صلاھا فی یوم غیم وظہر أنها وقعت بعد الزوال. [رد المحتار ۶۸/۳] ③ مراد وہ امام ہے جس کے بدون نماز پڑھنے میں قنہ کا اندیشہ ہو، خواہ صاحب حکومت ہو یا نہ ہو اور اگر قنہ کا اندیشہ نہ ہو تو مسلمان کسی کو امام بنا کر نماز پڑھ لیں، امام کے نہ آنے کی وجہ سے دیر نہ کریں۔ (ظفر احمد) ④ ولو أدرك المؤتم الإمام في القيام بعد ما كبر، كبر في الحال وإن كان الإمام قد شرع في القراءة، أما لو أدركه راکعاً فإن غلب علی ظنه إدراكه في الركوع كبر قائماً برأی نفسه ثم ركع، وإلا ركع وكبر في ركوعه ولا يرفع يديه، وإن رفع الإمام رأسه سقط عنه ما بقى من التكبير. [الدر المختار و رد المحتار ۶۴/۳] ⑤ ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لفلان يتوالي التكبيرات، ولم يقل به أحد من الصحابة. [الدر المختار والشامية ۶۴/۳]

اس کے بعد تکبیر کہے، اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے تکبیر کہنا چاہئے تھا، لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے درپے ہوئی جاتی ہیں، اور یہ کسی صحابی کا مذہب نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اُس کو خیال آئے تو اُس کو چاہئے کہ حالت رکوع میں تکبیر کہہ لے، پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے، یعنی نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن ہر حال میں بوجہ کثرت ازدحام کے سجدہ سہونہ کرے۔

کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ ۱: جیسا کہ کعبہ شریف کے باہر اُس کے رُخ پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے، استقبال قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے۔ اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے، اور جس طرح نفل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی۔

مسئلہ ۲: کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے، اس لئے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کے محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں پر منحصر نہیں ہے۔ اسی لئے اگر کوئی شخص بلند پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اُس کی نماز بالاتفاق درست ہے، لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے، اور کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے نبی ﷺ نے بھی منع فرمایا ہے، اس لئے مکروہ تحریمی ہوگی۔

مسئلہ ۳: کعبے کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی، اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور

۳) لو رقع الإمام قبل أن يكبر فإن الإمام يكبر في الركوع ولا يعود إلى القيام ليكبر في ظاهر الرواية، فلو عاد ينبغي الفساد. [الدر المختار ۶۵/۳] وفي الشامي: يعود إلى القيام ويكبر ويعد الركوع دون القراءة [۶۵/۳] ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيد. [نور الإيضاح مع المراقى ۴۶۵] ۴) يصح فرض ونفل فيها وفوقها. [الدر المختار ۱۹۸/۳] البحر ۳۱۶/۲ ۱) صحح فرض ونفل فيها وفوقها، وإنما جازت فوقها؛ لأن الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء؛ لأنه ينقل، ألا ترى أنه لو صلى على أبي قبيس جاز ولا بناء بين يديه إلا أنه يكره؛ لمافيه من ترك التعظيم، وقد ورد النهي عنه. [البحر ۳۱۷/۲] الدر المختار ۱۹۸/۳ ۲) يصح فرض ونفل فيها وفوقها وإن كرر الثاني منفرداً أو بجماعة وإن =

مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو، اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ کہا جائے گا، آگے جب ہوتا کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا اور پھر مقتدی آگے بڑھا ہوا ہوتا۔ مگر ہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔ اس لئے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

مسئلہ ۱: اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی، لیکن اگر صرف امام کعبہ کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں بوجہ اس کے کہ کعبہ کے اندر کی زمین اونچی ہے، امام کا مقام بقدر ایک قد کے مقتدیوں سے اونچا ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے، بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔

مسئلہ ۳: اور اگر سب باہر ہوں اور ایک طرف امام ہو اور چاروں طرف مقتدی حلقہ باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عام عادت وہاں اسی طرح نماز پڑھنے کی ہے تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرف امام کھڑا ہے اس طرف کوئی مقتدی بہ نسبت امام کے خانہ کعبہ کے زیادہ نزدیک نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے سمجھا جائے گا جو کہ مانع اقتدا ہے۔ البتہ اگر دوسری طرف کے مقتدی خانہ کعبہ سے بہ نسبت امام کے نزدیک بھی ہوں تو کچھ مضرت نہیں اور یہ اُس کی صورت ہے:

= اختلف وجوہہم، إلا إذا جعل قفاه إلى وجه إمامه فلا يصح اقتداؤه لتقدمه عليه، ويكره جعل وجهه لوجهه بلا حائل.

[الدر المختار ۱۹۸/۳ البحر ۳۱۶/۲]

① ویصح لو تحلقوا حولها، وكذا لو اقتدوا من خارجها بإمام فيها، [الدر المختار ۱۹۹/۳] سواء كان معه بعض القوم أولاً،

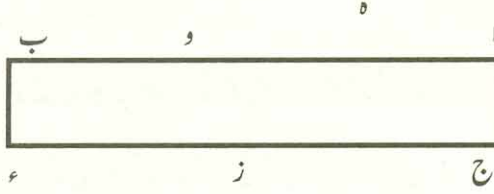
ولكنه يكره ذلك لارتفاع مكان الإمام قدر القامة، كإفرادة على الدكان لم يكن معه أحد. [رد المحتار ۲۰۰/۳]

② لو كان المقتدي فيها والإمام خارجها، والظاهر الصحة إن لم يمنع منها مانع من التقدم على الإمام عند اتحا الوجهة.

[رد المحتار ۲۰۰/۳]

③ ویصح لو تحلقوا حولها، ولو كان بعضهم أقرب إليها من إمامه إن لم يكن في جانب؛ لتأخره حكماً، ولو وقف مساماً

لركن في جانب الإمام وكان أقرب: لم أره، وينبغي الفساد احتياطاً لترجيح جهة الإمام. [الدر المختار والشامية ۱۹۹/۳]



”ا۔ب۔ج۔ع“ کعبہ ہے، ”ہ“ امام ہے جو کعبہ سے دو گز کے فاصلہ پر کھڑا ہے، اور ”و“ اور ”ز“ مقتدی ہیں جو کعبہ سے ایک گز کے فاصلہ پر کھڑے ہیں۔ مگر ”و“ تو ”ہ“ کی طرف کھڑا ہے اور ”ز“ دوسری طرف کھڑا ہے ”و“ کی نماز نہ ہوگی ”ز“ کی ہو جائے گی۔

سجدہ تلاوت کا بیان

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سُنے اس کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے۔ اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں، اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ دوسری یہ کہ وہ رکعت نہ ملے تو اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: مقتدی سے اگر آیت سجدہ سُنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا، نہ اس پر، نہ اس کے امام پر نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں۔ ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ وہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳: سجدہ تلاوت میں تمہقے سے وضو نہیں جاتا، لیکن سجدہ باطل ہو جاتا ہے۔

① فإن قرأها الإمام وسمعها رجل ليس معه في الصلوة فدخل معه بعد ما سجدها الإمام لم يكن عليه أن يسجدها؛ لأنه صار مدرکاً لها بإدراك الركعة، وإن دخل معه قبل أن يسجدها سجدها معه وإن لم يدخل معه سجدها وحده (خارج الصلوة). [الهداية ۱/۳۵۵ والبحر ۲/۱۹۳] ② ولولاها المؤتم لم يسجد المصلي أصلاً أي المصلي صلاته، سواء كان هو أي المؤتم التالي، أو كان إمامه أو مؤتماً بإمامه، ولو سمع المصلي من غيره لم يسجد فيها بل بعدها. [الدرا المختار و ردالمختار ۲/۶۹۷] ③ فلا تنقص في صلوة جنازة وسجدة تلاوة لكن يطلان. [ردالمختار ۱/۳۰۲]

مسئلہ ۱: عورت کی محاذات مفسد سجدہ تلاوت نہیں۔

مسئلہ ۲: سجدہ تلاوت اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو اس کا ادا کرنا فوراً واجب ہے، تاخیر کی اجازت نہیں۔

مسئلہ ۳: خارج نماز کا سجدہ نماز میں، اور نماز کا خارج میں، بلکہ دوسری نماز میں بھی نہیں ادا کیا جاسکتا۔ پس اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ توبہ کرے اور ارحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادیں۔

مسئلہ ۴: اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں، اور ہر شخص ایک ہی آیت سجدہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو نماز ہی میں سُنے تو ہر شخص پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، جو نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھا اور اسی کو نماز سے باہر سُنا تو دو سجدے واجب ہونگے: ایک تلاوت کے سبب، دوسرا سُننے کے سبب سے۔ مگر تلاوت کے سبب سے جو ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا، اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا، اور سُننے کے سبب سے جو ہوگا وہ خارج نماز کے ادا کیا جائے گا۔

مسئلہ ۵: اگر آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے اور فوراً رکوع کیا جائے یا بعد دو تین آیتوں کے، اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدہ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اگر اسی طرح آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز کا سجدہ کیا جائے، یعنی بعد رکوع و قنوت کے تب بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۶: جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ سجدہ کرنے میں

① فی صلوة مطلقة خرج (به) الجنابة وكذا سجدة التلاوة. [الدّر المختار والشامية ۳۸۲/۲ والهداية ۲۴۲/۱]

② فإن كانت صلوة فعلی الفور یأثم بتأخیرها. [الدّر المختار ۷۰۴/۲] ③ ولو تلاها فی الصلوة سجدها فیها لا خارجها، وإذالم یسجد أثم فتلزمه التوبة. [الدّر المختار ورد المختار ۷۰۵/۲ والبحر ۱۹۳/۲] ④ راكبان كل منهما یصلی صلوة نفسه، فتلا أحدهما آية مرتین والأخر آية أخرى مرة وسمع كل من الآخر، فعلى الأول سجدة تان: إحداهما فی الصلوة لقراءة، والأخرى بعد الفراغ لقراءة صاحبه؛ لأنها لا تكون صلاتية. وعلى الثاني سجدة فی صلاته لقراءة، وسجدة تان بعد الفراغ لتلاوتي صاحبه على رواية النودار، و واحدة فی ظاهر الرواية، وعليه الاعتماد؛ لأن السامع مكانه واحد، وكذا التالي. [رد المختار ۷۱۶/۲] ⑤ وتؤدی برکوع صلوة إذا كان على الفور من قراءة آية أو آيتين، وكذا الثلاث على الظاهر كما فی البحر إن نواه وتؤدی بسجودها كذلك وإن لم ينو. [الدّر المختار ۷۰۶/۲] ⑥ یكراه للإمام أن يتلو آية السجدة فی صلوة ینحافت فیها بالقراءة، وكذا لا ینبغي أن یقرأها فی الجمعة والعیدین. [البحر ۱۹۱/۲]

مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔

میت کے غسل کے مسائل

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اُس کا غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے، اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا۔ ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔

مسئلہ ۲: اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا، بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کا غسل دینا ضروری ہے، خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے۔ اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو تو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں۔ اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر، تو اگر دارالاسلام میں یہ واقعہ ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

مسئلہ ۴: اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا۔ اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف اُن ہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

① لو وجد میت في الماء فلا بدمن غسله ثلاثاً لأننا أمرنا بالغسل، فيحرقه في الماء بنية الغسل ثلاثاً. [الدر المختار ۱۰۸/۳ والبحر ۲۷۴/۲] ② وجد رأس آدمي أو أحد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن، إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلرأس، وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. [الدر المختار و رد المختار ۱۰۷/۳ والبحر ۲۷۵/۲] ③ لو لم يدرأ مسلم أم كافر، ولا علامة، فإن في دارنا، غسل وصلى عليه، وإلا لا. [الدر المختار ۱۰۹/۳ والبحر ۲۷۵/۲ والهندية ۱۷۴/۱]

④ یہاں مراد اس سے وہ جگہ ہے جہاں مسلمان زیادہ ہوتے ہوں۔ (محشی) ⑤ اختلط موتانا بکفار ولا علامة، اعتبر الأكثر، فإن استووا غسلوا. [الدر المختار و رد المختار ۱۰۹/۳ والبحر ۲۷۵/۲] في الشامي: إن كان بالمسلمين علامة فلا إشكال في إجراء أحكام المسلمين عليهم. [رد المختار ۱۰۹/۳ والهندية ۱۷۴/۱]

مسئلہ ۱: اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کا فر ہو اور وہ مر جائے تو اُس کی نعش اُس کے ہم مذہب کو دے دی جائے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو، یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے، تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کا فر کو غسل دے، مگر نامسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے، اور سر اس کا نہ صاف کرایا جائے، کا فور وغیرہ اُس کے بدن میں نہ ملا جائے، بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں، اور کا فر دھونے سے پاک نہ ہوگا، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو لئے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲: باغی لوگ یا ڈاکہ زن اگر مارے جائیں تو اُن کے مُردوں کو غسل نہ دیا جائے، بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مسئلہ ۳: مُرتدا اگر مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے، اور اگر اسکے اہل مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

مسئلہ ۴: اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اُس کو غسل دے دینا چاہئے۔

میت کے کفن کے بعض مسائل

مسئلہ ۵: اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے، تو اس کو بھی کسی نہ کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو، یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر بھی نہ ہو تو پھر کفن مسنون دینا چاہئے۔

① ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریہ کخالہ الکافر الأصلي عند الاحتیاج، فلولہ قریب فالأولی ترکہ لہم من غیر مراعاة السنة، فیغسلہ غسل الثوب النجس، ویلقہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرة، ولا یكون الغسل طہارة له حتی لو حملة إنسان لم تجز صلوتہ۔ [الدّر المختار ۳/۱۵۸ و البحر ۲/۲۹۸ الہدایۃ ۱/۴۲۲] ② وہی فرض علی کل مسلم مات خلا أربعة: بغاة، وقطاع طریق، فلا یغسلون ولا یصلی علیہم إذا قتلوا فی الحرب۔ [الدّر المختار ۳/۱۲۵ و الہندیۃ ۱/۱۷۵] ③ أما المرتد فلا یغسل ولا یکفن، وإنما یلقى فی حفرة کالکلب، ولا یدفع إلی من انتقل إلی دینہم۔ [البحر ۲/۲۹۹ و رد المحتار ۳/۱۵۸] ④ یُمنّ لفقداء و صلی علیہ، ثم وجدوہ غسلوہ وصلووا ثانیاً۔ [الدّر المختار ۳/۱۱۱] ⑤ لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفہ مشقوقاً طولاً أو عرضاً یلف فی خرقۃ إلا إذا کان معہ الرأس فیکفن۔ [رد المحتار ۳/۱۱۷]

مسئلہ ۱: کسی انسان کی قبر کھل جائے، یا اور کسی وجہ سے اُس کی نعش باہر نکل آئے، اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہئے، بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو، اور اگر پھٹ گئی ہو تو کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے (مسنون کفن کی حاجت نہیں)۔

جنازے کی نماز کے مسائل

نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لئے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔

مسئلہ ۲: نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے، وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو، پس جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے، نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

مسئلہ ۳: نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں: ایک قسم کی وہ شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے اوپر بیان ہو چکیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت۔ ہاں وقت اس کیلئے شرط نہیں اور اس کیلئے تیمم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے، مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر لے، بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو بھی تیمم جائز نہیں۔

مسئلہ ۴: آج کل بعض آدمی جنازے کی نماز جوتے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، اُن کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ

① وآدمي منبوش طري لم يتفسخ يكفن كالذي لم يدفن مرة بعد أخرى، وإن تفسخ كفن في ثوب واحد. [الدر المختار ۱۱۷/۳] ② إن صلوة الجنازة هي الدعاء للميت إذ هو المقصود منها. [رد المختار ۱۲۵/۳] ③ أما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والإسلام مع زيادة العلم بموته. [رد المختار ۱۲۱/۳ و البحر ۲۸۲/۲] ④ وأما الشروط التي ترجع إلى المصلى فهي شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقية بدناً وثوباً ومكاناً والحكمية، وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت، وجاز (التيمم) لخوف فوت صلوة جنازة ولو كان الماء قريباً. [رد المختار ۱۲۱/۲ والدر المختار ۴۵۵/۱ والبحر ۲۸۳/۱] ⑤ لوقام على النجاسة وفي رجله نعلان لم يجز، ولو افترش نعليه وقام عليهما جازت وبهذا يعلم ما يفعل في زماننا من القيام على النعيلين في صلوة الجنازة لكن لا بد من طهارة النعيلين. [البحر ۲۸۳/۲]

جگہ جس پر کھڑے ہوئے ہوں اور جوتے، دونوں پاک ہوں اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری^(۱) ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کو میت سے تعلق ہے، وہ چھ ہیں:

شرط (۱) میت کا مسلمان ہونا، پس کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں، مسلمان اگر چہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں، اور اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مرجائیں تو پھر اُن کی نماز پڑھی جائے گی، اسی طرح جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو، اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی، اور ان لوگوں کی نماز زجر انہیں پڑھی جاتی، جس شخص نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہو تو اس پر نماز پڑھنا، صحیح یہ ہے کہ درست ہے۔

مسئلہ ۳: جس (نابالغ) لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا، اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

مسئلہ ۴: میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو۔ اور اگر مرنا ہوا بچہ پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

شرط (۲) میت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا۔ ہاں اگر نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے (بعد غسل) خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی میت نجاستِ حکمیہ سے طاہر نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو، یا در صورت ناممکن ہونے غسل کے

(۱) یعنی جوتے کا اوپر سے پاک ہونا ضروری ہے خواہ تھلا ناپاک ہو۔ (شیر علی) (۲) و شرطها ستۃ: اسلام المیت..... خلا بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیہم إذا قتلوا فی الحرب، ولو بعدہ صلی علیہم، من قتل نفسه ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی، ولا یصلی علی قاتل أحد أبویہ إھانۃ لہ. [الدرا مختار ۱۲۱/۳ - ۱۲۸/۳] (۳) أسلم أحد أبویہ یجعل مسلماً تبعاً، سواء كان الصغیر عاقلاً أو لم یکن؛ لأن الولد یتبع خیر الأبیین دنیاً. [الشامیۃ ۱۵۵/۳] (۴) المراد بالمیت: من مات بعد ولادہ حیاً. [ردالمحتار ۱۲۱/۳] ومن استھل صلی علیہ وإلا لا. [البحر ۲۹۴/۲] (۵) الطھارۃ من النجاسۃ فی ثوب و بدن ومکان، وستر العورۃ شرط فی حق المیت والإمام جمیعاً، وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه إن كان قبل أن یکفن غسل، وبعده لا. [الدرا مختار و ردالمحتار ۱۲۲/۳] (۶) ولا تصح علی من لم یغسل،..... وهذا الشرط عند الإمكان؛ فلو دفن بلا غسل ولم یمكن إخراجہ إلا بالنیش صلی علی قبرہ بلا غسل للضرورة، ولو صلی علیہ بلا غسل جهلاً مثلاً ولا یخرج إلا بالنیش تعد لفساد الأولی. [البحر ۲۸۲/۲ و ردالمحتار ۱۲۱/۳ - ۱۲۲]

تیمم نہ کرایا گیا ہو، اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا طاہر ہونا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو، تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے علم ہو کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا، تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں، لہذا نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی نعش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے، اور نعش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہو سکتی یہی اصح ہے، اور بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

مسئلہ ۲: میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو اور اگر پلنگ یا تخت بھی ناپاک ہو یا میت کو بدون پلنگ و تخت کے ناپاک زمین پر رکھ دیا جائے، تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک طہارت مکان میت شرط ہے، اس لئے نماز نہ ہوگی، اور بعض کے نزدیک شرط نہیں، لہذا نماز صحیح ہو جائے گی۔

شرط (۳) میت کے جسم واجب الستر کا پوشیدہ ہونا۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

شرط (۴) میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔

شرط (۵) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں، یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔

شرط (۶) میت کا وہاں موجود ہونا۔ اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

① وإن دفن وأهیل علیہ التراب بغیر صلوة صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن بفسخہ من غیر تقدیر، وهو الأصح، وقیل یقدر بثلاثة أيام، وقیل عشرة، وقیل شهر. [الدر المختار والشامیة ۳/۱۴۶ و ۲/۲۸۷] ② سئل قاضی خان عن طہارة مکان المیت هل تشترط لجواز الصلوة علیہ، قال: إن کان المیت علی الجنائز لا شک أنہ یجوز، وإلا فلا رواة لهذا، وینبغی الجواز. [رد المختار ۳/۱۲۲ و البحر ۲/۲۸۳] ③ وہی ستر العورة، وحضور المیت، وكونه أو أكثره أمام المصلی، وكونه للقبلة. فلا تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابة أي كمحمول علی أیدی الناس وموضوع خلفه. [الدر المختار والشامیة ۱۲۱/۳-۱۲۳] ④ یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا واجب اور ضروری ہو۔ ⑤، ⑥ دیکھو حاشیہ شرط نمبر ۳ کا۔

مسئلہ ۱: نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض واجب نمازوں میں قیام فرض ہے، اور بے عذر کے اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان (نماز کے بیان میں) اوپر ہو چکا ہے۔

مسئلہ ۲: رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

مسئلہ ۳: نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا، (۲) نبی ﷺ پر درود پڑھنا، (۳) میت کے لئے دعا کرنا۔ جماعت اس میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ (نماز پڑھنے والا) عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ۔

مسئلہ ۴: ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لئے کہ یہ دعا ہے میت کے لئے، اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہِ الہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لئے۔

مسئلہ ۵: نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے، اور سب لوگ یہ نیت کریں: نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّيَ صَلَاةَ الْجَنَازَةِ لِلَّهِ تَعَالَى وَدُعَاءَ لِّلْمَيِّتِ یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دعا ہے، یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں، پھر سُبْحَانَكَ

① ورکھنا شیئان: التکبیرات الأربع، والقیام، فلم تجز قاعداً بلا عذر. [الدر المختار ۱۲۴/۳ البحر ۲/۲۸۸] ② یعنی جیسے رکعت ضروری ہے ویسے ہی ہر تکبیر ضروری ہے اور اس نماز کے ارکان تکبیریں اور قیام ہیں۔ (مثنیٰ) ③ فی صلوة مطلقة وهی ذات الركوع والسجود خرج الجنابة. [الدر المختار والشامیة ۳۸۲/۲] ④ وسننها ثلثة: التحمید، والثناء، (والصلوة علی النبی ﷺ) والدعاء فیها [الدر المختار ۱۲۴/۳]. وتبین أنه لا تجب صلوة الجماعة فیها، لكن نقل فی الأحكام عن جامع الفتاوی: سقوطها بفعله أي الصبی الخ. [رد المختار ۱۲۲/۳ والبحر ۲/۲۸۳] ⑤ وهی أربع تکبیرات یرفع یدیه فی الأولى فقط ویثنی بعدها وهو: سبحانک اللهم وبحمدک، ویصلی علی النبی ﷺ بعد الثانية، ویدعو بعد الثالثة بأمر الأخره، ومن المأثور: اللهم اغفر لحینا ومیتنا وشاهدنا الخ..... اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنا الخ. ویسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسلیمتین ناویا المیت مع القوم، ویسر الكل إلا التکبیر ولا قراءة ولا تشهد فیها، ولا یتستغفر فیها لصبی ومجنون، بل یقول بعد دعاء البالغین: اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجراً وذخراً وشافعاً ومشفعاً، ویقوم الإمام ندباً بحذاء الصدر مطلقاً للرجل والمرأة، الشامل للصغیر والصغیره. [الدر المختار ۱۲۸/۳-۱۳۴ والهنديہ ۱۸۰/۱ البحر ۲/۲۸۸-۲۹۰]

اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک بار اللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، بعد اس کے درود شریف پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کریں، اگر وہ بالغ ہو تو خواہ مرد ہو یا عورت یہ دعا پڑھیں: ”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا. اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ“ اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے: ”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْجِ وَالْبُرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الثُّوبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ“ اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ”رد المحتار“ میں دونوں دعاؤں کو ایک ہی میں ملا کر لکھا ہے۔ ان دونوں دعاؤں کے سوا اور دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں، اور ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے، جس دعا کو چاہے اختیار کر لے، اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے، ”اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَ مُشَفَّعًا“ اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں اجْعَلْہ کی جگہ اجْعَلْہا اور شَافِعًا وَ مُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً وَ مُشَفَّعَةً پڑھیں۔ جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قراءت وغیرہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے، صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے، باقی چیزیں یعنی ثنا اور درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

① وبخافت في الكل إلا في التكبير، ولا يقرأ فيها القرآن، ولا يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى، والإمام والقوم فيه سواء. [الهندي

جنازے کی نماز کے مسائل

مسئلہ ۱۵: جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کردی جائیں، یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنادیا جائے، اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں، دوسری میں دو، اور تیسری میں ایک۔

مسئلہ ۱۶: جنازہ کی نماز بھی اُن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں فقہہ سے وضو نہیں جاتا، اور عورت کی محاذات سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسئلہ ۱۷: جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعے یا عیدین کے لئے بنائی گئی ہو، خواہ جنازہ مسجد سے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ ہاں جو خاص جنازہ کی نماز کیلئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۱۸: میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۹: جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے،

① إذا كان القوم سبعة قاموا ثلاثة صفوف، يتقدم واحد وثلاثة بعده واثنان بعد هم وواحد بعدها. [الهندية ۱/۱۸۰] ② وتفسد صلوة الجنائز بما تفسد به سائر الصلوات إلا محاذاة المرأة. [الهندية ۱/۱۸۰] ولو فقهه في سجدة التلاوة أو في صلوة الجنائز تبطل ما كان فيها ولا تنقض الطهارة. [الهندية ۱/۱۵۰] ③ وكرهت تحريماً في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أومع القوم. واختلف في الخارجة عن المسجد وحده أومع بعض القوم، والمختار الكراهة مطلقاً. [الدر المختار ۳/۱۴۸ و البحر ۲/۲۹۲] في الهندية: أما المسجد الذي بني لأجل صلوة الجنائز فلا تكره فيه. [۱/۱۸۱] ④ عيدگاه میں فقہاء کے دو قول ہیں: بعض اس کو مسجد کے حکم میں کہتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں، جو مسجد کے حکم میں نہیں مانتے وہ عید گاہ میں نماز جنازہ کو جائز کہتے ہیں۔ (ف)

⑤ كره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة. [الدر المختار ۳/۱۶۰] ⑥ ولم تجز الصلوة عليها راكباً ولا قاعداً بغير عذر. [الدر المختار ۳/۱۴۷] ⑦ وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلوة على كل واحدة أولى من الجمع، وإن جمع جناز، ثم إن شاء جعل الجنائز صفاً واحداً وقام عند أفضلهم، وإن شاء جعلها صفاً مما يلي القبلة واحداً خلف واحد بحيث يكون صدر كل جنازة مما يلي الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل، وإن جعلها درجاً فحسن لحصول المقصود، وراعي الترتيب المعهود خلفه حالة الحيوة، فيقرب منه الأفضل فالأفضل، الرجل مما يليه، فالصبي فالخنثى فالبالغة فالمرأهقة والصبي الحريقدم على العبد، والعبد على المرأة. [الدر المختار ۳/۱۳۸ و الهندية ۱/۱۸۱]

اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے، اور اس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف، اور یہ صورت اس لئے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا جو مسنون ہے۔

مسئلہ ۲۱: اگر جنازے مختلف اصناف (قسموں) کے ہوں تو اس ترتیب سے اُنکی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، ان کے بعد لڑکوں کے، اور ان کے بعد بالغہ عورتوں کے، ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے۔

مسئلہ ۲۲: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہوں اُن کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا، اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے، اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی۔ پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کر لے، اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور ختم نماز کے بعد اپنی گئی ہوئی تکبیروں کا اعادہ کر لے (لوٹالے)۔

مسئلہ ۲۳: اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود تھا، اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا مگر سُستی یا اور کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہئے۔ امام کی دوسری

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۲۰ باب ہذا۔ ② والمسبوق ببعض التكبيرات لا يكبر في الحال، بل ينتظر تكبير الإمام ليكبر معه كما لا ينتظر الحاضر في حال التحريم، ثم يكبر ان أي المسبوق والحاضر مافاتهما بعد الفراغ نسقاً بلا دعاء إن خشياً رفع الميت على الأعناق، فلو جاء المسبوق بعد تكبير الإمام الرابعة فاتته الصلوة؛ لتعذر الدخول في تكبير الإمام، وعند أبي يوسف يدخل لبقاء التحريم، فإذا سلم الإمام كبر ثلثاً، وعليه الفتوى. [الدر المختار ۳/۱۳۴ والبحر ۲/۲۹۰] ③ وإن كان مع الإمام فتغافل ولم يكبر مع الإمام، أو كان في النية بعد فأخر التكبير فإنه يكبر ولا ينتظر تكبير الإمام الثانية في قولهم؛ لأنه لما كان مستعداً جعل بمنزلة المشارك. [الهندي ۱/۱۸۱ و رد المختار ۳/۱۳۵]

تکبیر کا اس کو انتظار نہ کرنا چاہئے، اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمے نہ ہوگا، بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام دوسری تکبیر کہے۔ یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو۔

مسئلہ ۲۳: جنائز کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے، اور خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی، اور جنازہ اس کے سامنے سے اٹھالیا جاوے گا تو دعا نہ پڑھے۔

مسئلہ ۲۵: جنائز کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کو وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے۔

مسئلہ ۲۶: جنائز کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اُس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے، گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں۔ اور وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر۔ وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا بلا اُن کی اجازت کے جائز نہیں، اُن ہی کا امام بنانا واجب ہے۔ اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے، بشرطیکہ میت کے اعزہ میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو، ورنہ میت کے وہ اعزہ جن کو حق ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں۔ اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں، تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے، حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے، تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

مسئلہ ۲۷: اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے، تو پھر ولی

① ثم یکبران مافاتهما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء إن خشیا رفع المیت. [الدرا المختار ۳/۱۳۶ والہندیۃ ۱/۱۸۱ والبحر ۲/۲۹۰]

② اللاحق فیہا کاللاحق فی سائر الصلوات. [البحر ۲/۳۲۶] ③ ویقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان إن حضر أو نائبہ وهو امیر المصیر، ثم القاضی، ثم صاحب الشرط، ثم خلیفہ، ثم خلیفۃ القاضی، ثم إمام الحي بشرط أن یكون أفضل من الولی، وإلا فالولی، ولی، ثم الولی بترتیب عصبوبۃ الإنکاح، وله أي للولی الإذن لغيرہ فیہا؛ فإن صلی غیرہ أي غیر الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی أعاد الولی ولو علی قبرہ مالم یتمق۔ [الدرا المختار ۳/۱۳۹-۱۴۴ والہندیۃ ۱/۱۷۹ والبحر ۲/۲۸۱-۲/۲۸۶] ④ یہاں تقویٰ اور ورع دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پرہیزگاری۔ (خشعی) ⑤ وإن صلی هو أي الولی بحق بأن لم یحضر من یقدم علیہ لایصلی غیرہ بعدہ. [الدرا المختار ۳/۱۴۶] فی الشامیۃ: لو صلی السلطان أو القاضی أو إمام=

میت نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھا دی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، گواہی حالت میں بادشاہ وقت کے امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ حاصل یہ کہ ایک جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں، مگر ولی میت کو جبکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھا دی ہو دوبارہ پڑھنا درست ہے۔

دفن کے مسائل

مسئلہ ۱: میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

مسئلہ ۲: جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہو لے جانا چاہئے۔

مسئلہ ۳: اگر میت کوئی شیرخوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں، یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے۔ اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں، اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں، اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے۔ میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہئے۔ مثل مال و اسباب کے شانوں پر لادنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے، اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے مثلاً قبرستان بہت دور ہو۔

=الحی ولم يتابعه الولي ليس له الإعادة؛ لأنهم أولى منه. ففيه نظر: إذ لا يلزم من كونهم أولى منه أن تثبت لهم الإعادة إذا صلى بحضرته؛ لأنه صاحب الحق وإن ترك واجب احترام السلطان ونحوه. [الشامية ۳/ ۱۴۵] ① دفن الميت فرض علی الکفایة. [الهندية ۱/ ۱۸۲] ② ويستحب الإسراع بتجهيزه كله. [مراقي الفلاح ۴/ ۶۰۴] ③ ویؤخذ سریره بقوائمه الأریع، ویرفعونه أخذاً بالید لا وضعا علی العنق کما تحمل الأمتعة، وکره أن یحمل بین عمودی السریر من مقدمه أو مؤخره؛ لأن السنة فیہ التریع، ویکره حملة علی الظهر والدابة، الصبی الرضيع أو الفطیم أوفوق ذلك قليلا إدامات فلا یس بأن یحملة رجل واحد علی یدیه ویند اوله الناس بالحمل علی أیدیهم. [البحر ۲/ ۲۹۹] ④ الہندیة ۱/ ۱۷۸ یکره حملة علی ظهر ودابة بلا عذر. [مراقي الفلاح ۳/ ۶۰۳] ⑤ یعنی ہر ایک کا اٹھانا چاروں آدمیوں میں سے چالیس چالیس قدم ہو جائے۔ (محشی)

مسئلہ ۱: میت کے اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، بعد اس کے پچھلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ بعد اس کے بائیں پایا اپنے بائیں شانے پر رکھ کر، پھر پچھلا بائیں پایا بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، تاکہ چاروں پاؤں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

مسئلہ ۲: جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر نہ اس قدر کہ نعرش کو حرکت و اضطراب ہونے لگے۔

مسئلہ ۳: جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اُتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۴: جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اُن کو جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونا نہیں چاہئے۔

مسئلہ ۵: جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں اُن کو جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے، ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۶: جنازے کے ہمراہ پیادہ پا چلنا مستحب ہے، اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

مسئلہ ۷: جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ میت کی قبر کم سے کم

① فإذا حمل الجنازة وضع ندباً مقدمها على يمينه عشر خطوات، ثم وضع مؤخرها على يمينه كذلك، ثم مقدمها على يساره، ثم مؤخرها كذلك. [الدر المختار ۱۵۸/۳ والهندية ۱/۱۷۸] ② ويسرع بها بلا حجب، وحاد التعجيل المسنون: أن يسرع به بحيث لا يضطرب الميت على الجنازة. [الدر المختار و رد المختار ۱۶۰/۳ والبحر ۲/۲۹۹] ③ كما كره لمتبعها جلوس قبل وضعها. [الدر المختار ۱۶۰/۳ والبحر ۲/۳۰۰] ④ ولا يقوم من مرت به جنازة ولم يرد المشي معها. [مراقي الفلاح ۶۰۷] ⑤ وندب المشي خلفها ولو مشى أمامها جاز، ولكن إن تباعد عنها أو تقدم الكل أو ركب أمامها كره. [الدر المختار ۱۶۱/۳ والبحر ۲/۳۰۰] ⑥ أما الركوب خلفها فلا بأس به، والمشي أفضل. [الشامية ۱۶۲/۳ والبحر ۲/۳۰۰] ⑦ وينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت، ويكره رفع الصوت بالذكور قراءة القرآن وغيرهما في الجنازة. [البحر ۲/۳۰۰ والدر المختار والشامية ۱۶۳/۳] وحفر قبره مقدار نصف قامة، فعلم أن الأدنى نصف القامة والأعلى القامة، وطوله على قدر طول الميت، وعرضه على قدر نصف طوله، ويلحد ولا يشق إلا في أرض رخوة. [الدر المختار والشامية ۱۶۳/۳ والبحر ۲/۳۰۳]

اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے، اور قد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے، اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو اور بغلی قبر بہ نسبت صندوقی کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

مسئلہ ۱: یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں، خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

مسئلہ ۲: جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اُسکی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے، اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

مسئلہ ۳: قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں۔ نبی ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

مسئلہ ۴: قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۵: میت کو قبر میں رکھ کر دہن پہلو پر اس کو قبلہ رو کر دینا مسنون ہے۔

مسئلہ ۶: قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔

مسئلہ ۷: بعد اس کے کچی اینٹوں یا نرکل (سرکنڈے) سے بند کر دیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے، ہاں جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو، تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا، یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے۔

① ولا بأس باتخاذ تابوت ولو من حجر أو حديد له عند الحاجة كرخاوة الأرض، ويسن أن يفتش فيه التراب. [الدر المختار ۱۶۵/۳ والبحر ۳۰۳/۲] ② ويدخل من قبل القبلة، وهو أن توضع الجنازة في جانب القبلة من القبر، ويحمل الميت منه، فيوضع في اللحد، فيكون الآخذ له مستقبل القبلة حال الأخذ. [البحر ۳۰۴/۲ والدر المختار ۱۶۶/۳] ③ لا يضر وتر دخل القبر أم شفع، أن النبي ﷺ لمادفن أدخله العباس والفضل بن العباس وعلي وصهيب. [البحر ۳۰۴/۲ والشامية ۱۶۶/۳] ④ ويستحب أن يقول واضعه: بسم الله، والله، وعلى ملة رسول الله ﷺ. [الدر المختار ۱۶۶/۳] ⑤ ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة وتحمل العقده. [الهندية ۱۸۲/۱ والبحر ۳۰۴/۲ والدر المختار ۱۶۷/۳] ⑥ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۱۵ باب ہذا۔ ⑦ ويسوي اللبن عليه والقصب لا الآجر والخشب، وقيد الإمام السر حسی بأن لا يكون الغالب على الأراضي النز و الرخاوة، فإن كان فلا بأس بهما. [البحر ۳۰۵/۲ والدر المختار والشامية ۱۶۷/۳]

مسئلہ ۱۸: عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے، اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۹: مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہئے، ہاں اگر عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔

مسئلہ ۲۰: جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ سب اُس پر ڈال دیں، اُس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے جب کہ بہت زیادہ ہو، کہ قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے، اور اگر تھوڑی سی ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۱: قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے، اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے، اور پہلی مرتبہ پڑھے **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ**، اور دوسری مرتبہ: **وَفِيْهَا نَعِيْدُكُمْ**، اور تیسری مرتبہ: **وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی** (طہ: ۵۵)۔

مسئلہ ۲۲: بعد دفن کے تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دُعاے مغفرت کرنا، یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۳: بعد مٹی ڈال چکنے کے قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۴: کسی میت کو چھوٹا ہو یا بڑا، مکان کے اندر دفن نہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے

① ویسجی أي یغطی قبرها، أي بثوب و نحوه استحباباً حال إدخالها القبر حتی یسوي اللبن علی اللحد کذا فی شرح المنیة والإمداد، ونقل الخیر الرملي: أن الزیلعی صرح فی کتاب الخنثی أنه علی سبیل الوجوب، قلت: ویمكن التوفیق بحمله علی ما إذا غلب علی الظن ظهور شيء من بدنها. [الشامیة ۱۶۸/۳] ② ویسجی قبرها لاقبره إلا أن یكون لمطر أو تلج. [البحر ۳۰، ۵/۲ والدرا المختار ۱۶۸/۳] ③ ویهل التراب، ویکره أن یزید فیہ علی التراب الذی خرج منه، ویجعله مرتفعاً من الأرض قدر شبر أو أكثر بقليل. [مراقی الفلاح ۶۱۰] ④، ⑤، ⑥ ویستحب حثیه من قبل رأسه ثلثاً، ویقول فی الحثیة الأولى: (منها خلقتکم)، وفي الثانية: (وفيها نعيدکم)، وفي الثالثة (ومنہا نخرجکم تارَةً اُخْرٰی)، وجلس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة، ولا یلبس برش الماء علیہ بل ینبغی أن یندب. [الدرا المختار والشامیة ۱۶۸/۳ والهندیة ۱۸۲/۱]

⑦ ولا ینبغی أن یدفن المیت فی الدار و لو کان صغیراً؛ لاختصاص هذه السنة بالأنبياء علیہم السلام. [الدرا المختار ۱۶۶/۳]

ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ ۲۵: قبر کا مربع بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل کوہان شتر کے بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۲۶: قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے، قبر پر گچ (چونا یا سیمنٹ کا مسالا) کرنا یا اس پر مٹی لگانا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۷: بعد دفن کر چکنے کے قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبّے وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہے، اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے، میت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی ضرورت ہو ورنہ جائز نہیں، لیکن اس زمانہ میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد اور اعمال کو بہت خراب کر لیا ہے، اور ان مفاسد سے مباح بھی ناجائز ہو جاتا ہے، اس لئے ایسے امور بالکل ناجائز ہونگے، جو ضرورتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں، سب نفس کے بہانے ہیں جن کو وہ دل میں خود بھی سمجھتے ہیں۔

شہید کے احکام

اگرچہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام موتی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہو سکتے، اور فضائل بھی اس کے بہت ہیں۔ اس لئے اُس کے احکام علیحدہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔ شہید کے اقسام احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں، بعض علماء نے اُن اقسام کے جمع کرنے کے لئے مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں، مگر ہم کو شہید کے جو احکام یہاں بیان کرنا مقصود ہیں، وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں یہ چند شرطیں پائی جائیں:

شرط (۱) مسلمان ہونا۔ پس غیر اہل اسلام کیلئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔

شرط (۲) مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا، پس جو شخص حالت جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں،

① و ② ولا یحصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء، أي یحرم لو للزينة، ویکرہ لو للإحکام بعد الدفن، وإن احتیج إلى الكتابة حتی لا یذهب الأثر ولا یمتنع فلا بأس به، فأما الكتابة بغیر عذر فلا. [الدر المختار ۳/۱۶۹ والشامیة ۳/۱۷۱ والبحر ۲/۳۰۶]

③ صحیح حدیث میں قبر پر کچھ لکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (م) ④ (هو کل مکلف) هو البالغ العاقل، خرج به الصبی والمجنون، =

تو اس کے لئے شہادت کے وہ احکام جن کا ہم ذکر آگے کرینگے ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۳) حدث اکبر سے پاک ہونا۔ اگر کوئی شخص حیض یا عورت حیض و نفاس میں شہید ہو جائے، تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۴) بے گناہ مقتول ہونا۔ پس اگر کوئی شخص بے گناہ نہیں مقتول ہوا، بلکہ کسی جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو، یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یونہی مر گیا ہو، تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہونگے۔

شرط (۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ سے مارا گیا ہو، اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ آلہ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو، مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہ ہونگے۔ لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے، گو اس میں دھار نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو، یا اُن کے معرکہ جنگ میں مقتول ملے، تو اس میں

= (مسلم) أما الکافر فلیس بشہید، (طاہر) آی: لیس بہ جنابة ولا حیض ولا نفاس ولا انقطاع أحدہما، (قتل ظلماً) ولو قتل بحد أو قصاص مثلاً لا یكون شہیداً (بغیر حق بجارحة) وهذا قید فی غیر من قتله باغ أو حربی أو قاطع طریق آی بما یوجب القصاص، ولم یجب بنفس القتل مال بل قصاص، حتی لو وجب المال بعارض، كالصلح أو قتل الأب ابنه لا تسقط الشهادة، فالحاصل: أنه إذا وجب بقتله القصاص وإن سقط لعارض أولم یجب بقتله شيء أصلاً فهو شہید، أما إذا وجب به المال ابتداءً فلا، وذلك بأن كان قتله شبه العمد كضرب بعضاً أو خطأً کرمی غرض فأصابه، أو ما جرى مجراه كسقوط نائم علیه، وكذا إذا وجب به القسامة لو جوب المال بنفس القتل شرعاً، وكذا لو وجد مذبحاً ولم یعلم قاتله، سواء وجبت فیہ القسامة أو لا، (ولم یرث) وكذا ایكون شہیداً لو قتله باغ أو حربی أو قاطع طریق، (ولو تسبياً) أو بغیر الة جارحة فإن مقتولهم شہید بأي الة قتلوه (فلو أوطأوا دابتهم مسلماً، أو نفروا دابة مسلم فرمته، أو رموا ناراً فی سفینته فاحترقت ونحو ذلك، فهو شہید. أما لو قتل بانفلات دابة مشرك لیس علیها أحد أو دابة مسلم أو برمینا إلیهم فأصابه، أو نفر المسلمون منهم فالحأوهم إلى خندق أو نار أو نحوه فمات لم یکن شہیداً، أو وجد جریحاً میتافی معرکتهم، (المراد بالحراحة: علامة القتل) كخروج الدم من عینه أو أذنه أو حلقه صافياً، لا من أنفه أو ذكره أو دبره أو حلقه جامداً، ویغسل من وجد قتیلاً فی مصر أو قرية فیما تجب فیہ الدية، ولو فی بیت المال كالمقتول فی جامع أو شارع، ولم یعلم قاتله، أو علم ولم یجب القصاص، فإن وجب كان شہیداً، أو قتل بحد أو قصاص أو جرح وارث، وذلك بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ولو قلیلاً أو أوى خیمه أو مضى علیه وقت صلوة وهو یعقل ویقدر علی أدائها، أو نقل من المعركة وهو یعقل، سواء وصل حیاً أو مات علی الأیدی، وكذا لو قام من مكانه إلى مكان آخر لا لخوف وطی الخیل، أو أوصی بأمور الدنیا، وإن بأمور الآخرة لا یصیر مرتثاً، أو باع أو اشتري أو تكلم بكلام كثير وإلا فلا، وهذا كله إذا كان بعد انقضاء الحرب، ولو فیها یصیر مرتثاً بشيء مما ذكر. [الدرالمختار والشامية ۱۸۷/۳ والبحر ۳۰۹/۲ والهندية ۱/۱۸۴]

آلہ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں یا مرجائے، تو شہید کے احکام اُس پر جاری ہو جائیں گے، بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکب قتل ہوئے ہوں، بلکہ اگر وہ سبب قتل بھی ہوئے ہوں یعنی اُن سے وہ اُمور وقوع میں آئیں جو باعث قتل ہو جائیں تب بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے:

مثال:

۱: کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

۲: کوئی مسلمان جانور پر سوار تھا اُس جانور کو کسی حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اُس جانور سے گر کر مر گیا۔

۳: کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھریا جہاز میں آگ لگادی جس سے کوئی جل کر مر گیا۔

شرط (۶) اُس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو، بلکہ قصاص واجب ہوا ہو۔ پس اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اُس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے گو ظلماً مارا جائے۔

مثال:

۱: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آلہ جارحہ سے قتل کر دے۔

۲: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو آلہ جارحہ سے قتل کر دے مگر خطاً۔ مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کر رہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے۔

۳: کوئی شخص کسی جگہ سوائے معرکہ جنگ کے مقتول پایا جائے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو، ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے، قصاص نہیں واجب ہوتا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہونگے، مالی عوض کے مقرر ہونے میں ابتداءً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا ہو، مگر کسی مانع کے سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

مثال:

۱: کوئی شخص آلہ جارحہ سے قصد یا ظماً مارا گیا، لیکن قاتل میں اور ورثہ مقتول میں کچھ مال کے عوض صلح ہوگئی ہو، تو

اس صورت میں چونکہ ابتداء قصاص واجب ہوا تھا، اور مال ابتدا میں واجب نہیں ہوا تھا، بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا، اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

۲: کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلہ جارحہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں ابتداء قصاص ہی واجب ہوا تھا، مال ابتداء واجب نہیں ہوا، لیکن باپ کے احترام و عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہے، لہذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

شرط (۷) بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امر راحت و تمتع زندگی کا مثل کھانے، پینے، سونے، دوا کرنے اور خرید و فروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئے، اور نہ بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش و حواس میں گزرے، اور نہ اس کو حالت ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائیں۔ ہاں اگر جانوروں کے پامال کرنے کے خوف سے اٹھا لائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص بعد زخم کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وہ وصیت اگر کسی دنیاوی معاملہ میں ہو تو شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا، اور اگر دینی معاملہ میں ہو تو خارج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا، ورنہ نہیں، لیکن یہ شخص اگر محاربہ میں مقتول ہوا ہے، اور ہنوز حرب ختم نہیں ہوئی تو باوجود تمتعات مذکورہ کے بھی وہ شہید ہے۔

جس شہید میں یہ سب شرائط پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے، اور اُس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے، اسی طرح اُس کو دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں اُن کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں، ہاں اگر اس کے کپڑے عدد مسنون سے کم ہوں، تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑے زیادہ کر دیئے جائیں۔ اسی طرح اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لئے جائیں۔ اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوسٹین وغیرہ تو اُن کو بھی اتار لینا چاہئے۔ ہاں اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوسٹین وغیرہ

① فینزع عنه مالا یصلح للکفن، مثل الفرو والحشو والقلنسوة والخف وال سلاح والدرع، ویزاد إن نقص ماعلیه من کفن

السنة، وینقص إن زاد لأجل أن یتیم کفن المسنون، ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمه وثیابہ. [الدرا المختار والشامیة ۱/۳۱۹]

کو نہ اُتارنا چاہئے۔ ٹوپی، جوتا، اور ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اُتار لیا جائے گا، اور باقی سب احکام جو اور موتی کے لئے ہیں مثل نماز وغیرہ کے وہ سب اُن کے حق میں بھی جاری ہونگے، اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور مثل دوسرے مردوں کے نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

جنازے کے متفرق مسائل

مسئلہ ۱: اگر میت کو قبر میں قبلہ رُو کرنا یا نہ رہے، اور بعد دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے خیال آئے، تو پھر قبلہ رُو کرنے کے لئے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں۔ ہاں صرف تختے رکھے گئے ہوں مٹی نہ ڈالی گئی ہو، تو وہاں تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رُو کر دینا چاہئے۔

مسئلہ ۲: عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۳: رونے والی عورتوں کا یا بین کرنے والیوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔

مسئلہ ۴: میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ ۵: اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیر سے زیادہ کہے، تو حنفی مقتدیوں کو چاہئے کہ اُن زائد تکبیروں میں اُس کا اتباع نہ کریں بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں، جب امام سلام پھیرے تو خود بھی سلام پھیر دیں۔ ہاں اگر زائد تکبیریں امام سے نہ سنی جائیں، بلکہ مکبر سے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ اتباع کریں، اور ہر تکبیر کو تکبیر تحریمہ سمجھیں یہ خیال کر کے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں، امام نے اب تکبیر تحریمہ کہی ہو۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص جہاز وغیرہ پر مر جائے، اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہو جانے کا

① ولو وضع الميت لغير القبلة أو على شقه الأيسر أو جعل رأسه موضع رجليه وأهيل عليه التراب لم ينبش، ولو سوى عليه اللبن ولم يهل عليه التراب نزع اللبن وروعي السنة. [الهندية ۱/۱۸۳ والبحر ۲/۳۰۵] ② ويكره خروجهن تحريما، وتزجر النائحة وكذا الصائحة. [الدر المختار والشامية ۳/۱۶۲ والبحر ۲/۳۰۱] ③ لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاواه بأنه بدعة. [الشامية ۳/۱۶۶] ④ ولو كبر إمامه خمسالم يتبع فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم، هذا إذا سمع من الإمام ولو من المبلغ تابعه، وينوي الافتتاح بكل تكبيرة. [الدر المختار ۳/۱۳۱ والبحر ۲/۲۸۹ والهندية ۱/۱۸۱] ⑤ ومن مات في سفينة وكان البر بعيدا وخيف الضرر به أي التغير، غسل وكفن وصلي عليه، =

خوف ہو، تو اس وقت چاہئے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اس کو دریا میں ڈال دیں، اور اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور وہاں جلدی اُترنے کی امید ہو، تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔

مسئلہ ۱: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی وہ دعا جو منقول ہے یاد نہ ہو تو اس کو صرف ”اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات“ کہہ دینا کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کیا جائے تب بھی نماز ہو جائیگی، اس لئے کہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے، اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اُس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال:

۱: جس زمین میں اُس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو، اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔

۲: کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو، تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے اور مال والا مانگے، تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے، لیکن اگر مردہ مال چھوڑ کر مرے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کر دیا جائے، اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

مسئلہ ۴: قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کیلئے لے جانا خلافِ اولیٰ ہے، جبکہ وہ

= وألقى في البحر مستقبل القبلة على شقه الأيمن، ويشد عليه كفته، وأما إذا لم يخف عليه التغير ولو بعد البر أو كان البر قريباً وأمكن خروجه، فلا يرمى. [المراقبي وطحطاوي ۶۱۳] ① ومن لا يحسن الدعاء يقول: ”اللهم اغفر للمؤمنين“ الخ وهو لا يقتضي ركنية الدعاء؛ لأن نفس التكبيرات رحمة للميت وإن لم يدع له. [البحر ۲/۲۸۹ والهندية ۱/۱۸۰]

② ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلحاق آدمي، كأن تكون الأرض مغصوبة، وكما إذا سقط في قبر متاع أو كفن بثوب مغصوب أو دفن معه مال أو أخذت بشفعة. [الدر المختار والشامية ۳/۱۷۰ والبحر ۲/۳۰۷ والهندية ۲/۱۸۳] ③ حامل ماتت وولدها حي يضطرب، شق بطنها من الأيسر ويخرج ولدها، ولو بلغ مال غيره ومات هل يشق؟ قولان: والأولى نعم. [الدر المختار ۳/۱۷۱] ④ يندب دفنه في جهة موته أي في مقابر أهل المكان الذي مات فيه أو قتل، فلا بأس بنقله قبل دفنه بقدر ميل أو ميلين، فيكره فيما زاد، وأما نقله بعد دفنه فلا مطلقاً. [الدر المختار والشامية ۳/۱۷۲-۱۷۳ والهندية ۱/۱۸۳]

دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں، اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱: میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے، بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو، وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔

مسئلہ ۲: میت کے اعزہ کو تسکین و تسلی دینا، اور صبر کے فضائل اور اس کا ثواب اُن کو سنا کر اُن کو صبر پر رغبت دلانا، اور اُن کے اور نیز میت کیلئے دعا کرنا جائز ہے، اسی کو تعزیت کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر تعزیت کر نیوالا یا میت کے اعزہ سفر میں ہوں، اور تین دن کے بعد آئیں، تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں، جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳: اپنے لئے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں، قبر کا تیار رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴: میت کے کفن پر بغیر روشنائی کے ویسے ہی انگلی کی حرکت سے کوئی دُعا مثل عہد نامہ وغیرہ کے لکھنا، یا اس کے سینے پر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اور پیشانی پر کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھنا جائز ہے، مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ۵: قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے، اور اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کا کاٹ ڈالنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۶: ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کا دفن کرنا نہ چاہئے، مگر بوقتِ ضرورتِ شدیدہ جائز ہے، پھر اگر سب

① ولا بأس بإثائه بشعر أو غيره، لكن يكره الإفراط في مدحه، لا سيما عند جنازته. [الدر المختار ۱۷۳/۳]

② وبتعزية أهلها، وترغيبهم في الصبر، وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام، وأولها أفضل وتكره بعدها إلا لغائب أي إلا أن يكون المعزى أو المعزى غائباً فلا بأس بها، وتكره التعزية ثانياً. [الدر المختار والشامية ۱۸۴/۳ والهندي ۱۸۳/۱]

③ والذي ينبغي أنه لا يكره تهئية نحو الكفن، بخلاف القبر. [الدر المختار ۱۸۳/۳] ④ كتب على جبهة الميت أو عمامته أو كفنه ”عهدنامہ“ يرجى أن يغفر الله للميت. وأوصى بعضهم أن يكتب في جبهته و صدره ”بسم الله الرحمن الرحيم“ [الدر المختار ۱۸۵/۳ في الشامية: فالمنع هنا بالأولى ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت الخ. [۱۸۶/۳]

⑤ ولو وضع عليه شيء من الأشجار فلا بأس به، ويكره قطع الحشيش والحطب من المقبرة إلا إذا كان يابساً. [البحر ۳۰۹/۲ والشامية ۱۶۷/۳] ⑥ ولا يدفن اثنان أو ثلاثة في قبر واحد إلا عند الحاجة، فيوضع الرجل مما يلي القبلة، =

مردے مرد ہی مرد ہوں، تو جو ان سب میں افضل ہو اس کو آگے رکھیں، باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں۔ اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں، تو مردوں کو آگے رکھیں اور ان کے پیچھے عورتوں کو۔

مسئلہ ۱: قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مردوں کے لئے مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت قبور کی جائے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کیلئے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے، جبکہ کوئی عقیدہ اور عمل خلاف شرع نہ ہو، جیسا آج کل غرسوں میں مفاسد ہوتے ہیں۔

مسجد کے احکام

یہاں ہم کو مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے کہ ان کا ذکر وقف کے بیان میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہم یہاں ان احکام کو بیان کرتے ہیں جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسئلہ ۲: مسجد کے دروازہ کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر نماز کا وقت نہ ہو اور مال و اسباب کی حفاظت کیلئے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۳: مسجد کی چھت پر پانخانہ پیشاب یا جماع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر۔

مسئلہ ۴: جس گھر میں مسجد ہو اُس پورے گھر کو مسجد کا حکم نہیں، اسی طرح اُس جگہ کو بھی مسجد کا حکم نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کیلئے مقرر کی گئی ہو۔

ثم خلفه الغلام، ثم خلفه المرأة، ويجعل بين كل ميتين حاجز من التراب، وإن كانا رجلين يقدم في اللحد أفضلهما، وكذا إذا كانتا امرأتين. [الهندية ۱/۱۸۳ والبحر ۳/۳۰۷] ① (وبزيارة القبور) أي لا بأس بها، بل تندب، وتزار في كل أسبوع إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس، وهل تندب الرحلة لها؟ لم أر من صرح به من أئمتنا. [الشامية ۳/۱۷۷ والبحر ۲/۳۰۸ وصرح الغزالي بالاستحباب، كذا في إحياء العلوم ۱/۲۱۹] ② كره غلق باب المسجد إلا خوفاً على متاعه، به يفتى. [الدر المختار ۲/۵۱۶ والهداية ۱/۲۸۶ والبحر ۲/۶۳ والهندية ۱/۱۲۱] ③ وكره تحريماً الوطئ فوقه، والبول والتغوط؛ لأنه مسجد إلى عنان السماء. [الدر المختار ۲/۵۱۶ والبحر ۲/۶۴ والهندية ۱/۱۲۱] ④ لافوق بيت فيه مسجد واختلفوا في مصلى العيد الحنابة، والأصح أنه لا يأخذ حكم المسجد. [الهندية ۱/۱۲۱ والبحر ۲/۶۹ والدر المختار ۲/۵۱۸] ⑤ بلکہ وہ خاص جگہ جس کو نماز کے لئے خاص کر لیا ہے صاف پاک رکھنے کے قابل ہے، گو سب احکام اس میں بھی مسجد کے نہ ہونگے۔

مسئلہ ۱: مسجد کے در و دیوار کا منقش کرنا اگر اپنے خاص مال سے ہو تو مضائقہ نہیں، مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے، اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ ۲: مسجد کے در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ ۳: مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکن یا ناک صاف کرنا بہت بُری بات ہے اور اگر نہایت ضرورت درپیش آئے تو اپنے کپڑے وغیرہ میں تھوک وغیرہ لے لے۔

مسئلہ ۴: مسجد کے اندر وضو یا گُلی وغیرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۵: جنبی اور حائض کو مسجد کے اندر جانا گناہ ہے۔

مسئلہ ۶: مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اعتکاف کی حالت میں بقدر ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا جائز ہے، ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی جائز نہیں، مکروہ چیز مسجد کے اندر موجود نہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۷: اگر کسی کے پیر میں مٹی وغیرہ بھر جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۸: مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ دستور اہل کتاب کا ہے، ہاں اگر اس میں مسجد کا

① ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلى، والمراد بالمحراب جدار القبلة، بحص وماء ذهب بماله الحلال،

لا من مال الوقف؛ فإنه حرام، وضمن متوليه لو فعل. [الدر المختار ۵۲۰/۲ والبحر ۷۰/۲ والهندية ۱۲۱/۱]

② مگر ایسا نقش و نگار نہ کیا جائے جس سے نمازیوں کا نماز میں خیال بٹے اور وہ ان نقش و نگار کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نماز اچھی طرح ادا نہ

کر سکیں، اگر ایسا کرے گا جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر رواج ہے تو گنہگار ہوگا۔ (مشی) ③، ④ و یس بمستحسن کتابة القرآن علی

المحارب والجدران، و یکره المضمضة والوضوء فی المسجد، ولا یزق علی حیطان المسجد، ولا بین یدیه علی الحصى،

ولا فوق البواری ولا تحتها، وكذا المخاط، ولكن يأخذ بثوبه الخ. [الهندية ۱۲۱/۱ والبحر ۷۰/۲]

⑤ دیکھو حاشیہ مسئلہ ۵ باب ہذا۔ ⑥ إنه حرم علیها وعلى الجنب الدخول فی المسجد. [الهندية ۴۳/۱ والهداية ۱۱۳/۱]

والدر المختار ۳۴۴/۱ [⑦ (ویکره) کل عقد، المراد به. عقد مبادلة إلا لمعتكف بشرط أن لا يكون للتجارة، بدون إحضار

السلعة. [الدر المختار والشامية ۵۲۶/۲] ⑧ یعنی جس چیز کو فروخت کرتا ہے وہ مسجد میں نہ لائی جائے، اگر صرف قیمت کا روپیہ مسجد میں لایا

جائے تو مضائقہ نہیں۔ (مشی) ⑨، ⑩ ولو مشى فی الطین کره أن یمسحه بحائط لمسجد أو بأسطوانته، و یکره غرس الشجر =

کوئی فائدہ ہو تو جائز ہے، مثلاً مسجد کی زمین میں نمی زیادہ ہو کہ دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی حالت میں اگر درخت لگایا جائے تو وہ نمی کو جذب کر لے گا۔

مسئلہ ۱۲: مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں، ہاں اگر سخت ضرورت لاحق ہو تو گا ہے ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۳: مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں خصوصاً نماز کیلئے بنائی جاتی ہے، اس میں دنیا کے کام نہ ہونے چاہئیں، حتیٰ کہ جو شخص قرآن وغیرہ تنخواہ لے کر پڑھاتا ہو تو وہ بھی پیشہ والوں میں داخل ہے، اس کو مسجد سے علیحدہ بیٹھ کر پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کیلئے مسجد میں بیٹھے، اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثلاً کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرض حفاظت بیٹھے، اور ضمناً اپنی کتابت یا سلائی بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

نتم حصہ دوم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا، آگے حصہ سوم شروع ہوتا ہے

= فی المسجد؛ لأنه يشبه بالبيعة ويشغل مكان الصلوة، إلا أن يكون فيه منفعة للمسجد؛ بأن كانت الأرض نزة لا يستقر أساطينها، فيغرس فيه الشجر؛ ليقبل النز، أو رجل يمر في المسجد ويتخذ طريقاً إن كان غير عذر لا يجوز، و بعذر يجوز. [الهندي ۱/۱۲۲]

① دیکھو حاشیہ مسئلہ ۱۰ باب ہذا۔ ② الخياط إذا كان يخطط في المسجد يكره، إلا إذا جلس لدفع الصبيان وصيانة المسجد الخ لأبأس به، وكذا الكاتب، إذا كان يكتب بأجر يكره، وبغير أجر لا، وجعل مسئلة المعلم كمسئلة الكاتب والخياط. [الهندي ۱/۱۲۲]

تمہ حصہ سوم اصلی بہشتی زیور

روزے کا بیان

مسئلہ ۱: ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے۔ ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو، حتیٰ کہ اگر ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے، تو اُن پر بھی اُس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر دو ثقہ آدمیوں کی شہادت سے رویتِ ہلال ثابت ہو جائے، اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں، اور بعد تیس روزے پورے ہو جانے کے عید الفطر کا چاند نہ دیکھا جائے، خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں، تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے، اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

مسئلہ ۳: اگر تیس کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ شب آئندہ کا سمجھا جائے گا، شب گذشتہ کا نہ سمجھا جائے گا، اور وہ دن آئندہ ماہ کی تاریخ نہ قرار دیا جائے گا، خواہ یہ رویت زوال سے پہلے ہو، یا زوال کے بعد۔

مسئلہ ۴: جو شخص رمضان یا عید کا چاند دیکھے، اور کسی سبب سے اس کی شہادت شرعاً قابل اعتبار نہ قرار پائے، اُس پر اُن دونوں دنوں کا روزہ رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۵: کسی شخص نے بسبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہ رہا کچھ کھاپی لیا یا جماع کر لیا اور یہ سمجھا کہ میرا

① واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب. [الدَّرَالْمَخْتَار ۴/۱۷ و البحر ۲/۴۲۴ و الهندية ۱/۲۱۹] ② وإذا شهد على هلال رمضان شاهدان والسماء متغيمة وقبل القاضي شهادتهما وصاموا ثلثين يوماً فلم يروا هلال شوال إن كانت السماء متغيمة بفطرون من الغد بالاتفاق، وإن كانت مصحية ففطرون أيضاً على الصحيح. [الهندية ۱/۲۱۹ و الدَّرَالْمَخْتَار ۳/۱۳ و البحر ۲/۴۲۲]

③ ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقاً، سواء رُوي قبل الزوال أو بعده. [الدَّرَالْمَخْتَار و ردّ المحتار ۳/۴۱۶] ④ رأى مكلف هلال رمضان أو الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقاً وجوباً. [الدَّرَالْمَخْتَار ۳/۴۰۴ و البحر ۲/۴۱۹] ⑤ أو أكل أو جامع ناسياً فظن أنه أفطر فأكل عمداً للشبهة (قضى فقط)، ولو علم عدم فطره لزمته الكفارة إلا في مسألة المتن، فلا كفارة مطلقاً =

روزہ جاتا رہا، اس خیال سے قصداً کچھ کھاپی لیا تو اس کا روزہ اس صورت میں فاسد ہو جائے گا، اور کفارہ لازم نہ ہوگا، صرف قضا واجب ہے اور اگر مسئلہ جانتا ہو اور پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد عمداً افطار کر دے، تو جماع کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور کھانے کی صورت میں اس وقت بھی صرف قضا ہی ہے۔

مسئلہ: ۱) کسی کو بے اختیار تہ ہوگئی، یا احتلام ہو گیا، یا صرف کسی عورت وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا، اور عمداً اُس نے کھاپی لیا تو روزہ فاسد ہو گیا، اور صرف قضا لازم ہوگی نہ کفارہ، اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے روزہ نہیں جاتا، اور پھر عمداً افطار کر دیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

مسئلہ: ۲) مرد اگر اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالے تو وہ چونکہ جوف^۳ تک نہیں پہنچتی اس لئے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ: ۳) کسی نے مرد عورت سے، یا ایسی کس نبالغہ لڑکی سے جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی، یا کسی جانور سے جماع کیا، یا کسی کو لپٹایا، بوسہ لیا یا جلق کا مرتکب ہوا، اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہو گیا، تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: ۴) کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالت جنون جماع کیا، تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور عورت پر صرف قضا لازم آئے گی، اور مرد بھی اگر روزہ دار ہو اُس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

مسئلہ: ۵) وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں، رمضان کے اُس ادائی

= علی المذہب لشبهة خلاف مالك، خلافا لهما هذا مافي الدر. قال العلامة الشامي: قوله: "إلا في مسئلة المتن" وهي مالمو أكل، وكذا لو جامع أو شرب؛ لأن علة عدم الكفارة خلاف مالك، وخلافه في الأكل والشرب والجماع. [الدر المختار ۴۳۱/۳] ① أو احتلم أو أنزل بنظر، أو ذرعه القيء، فظن أنه أظطر فأكل عمداً للشبهة (ولو علم عدم فطره لزمته الكفارة) قضی فی الصور کلها فقط. [الدر المختار ۴۲۱/۳ - ۴۳۹] ② ولو أظطر في إحليله لم يفطر. [الهداية ۱۱۶/۳ و ردالمحتار ۴۲۷/۳] ③ عربی میں پیٹ کو جوف کہتے ہیں اور اندرونی حصہ کو بھی، یہاں یہی مراد ہے یعنی بدن کے اندر کا حصہ جس میں دوا وغیرہ کے پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (ف) ④ أو وطئ امرأة ميتة أو صغيرة لا تشتهي أو بهيمة أو قبل أولمس أو استمنى بكفه فأنزل، قضی فی الصور کلها فقط. [الدر المختار ۴۳۵/۳ و الهداية ۱۱۱/۲] ⑤ أو وطئت نائمة أو محنونة قضی فی الصور کلها فقط، أما الواطي فعليه القضاء والكفارة. [الدر المختار و ردالمحتار ۴۳۵/۴ و الهداية ۱۳۶/۲] ⑥ وإن جامع المكلف آدمياً =

روزہ میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو، عداً منہ کے ذریعہ سے جوف میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا یا غذا میں مستعمل ہوتی ہو یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع جسمانی یا لذت متصور ہو، اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو، گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر، یا جماع کرے یا کرائے، لواطت بھی اسی کے حکم میں ہے۔ جماع میں خاص حصہ کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں۔ ان سب صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو، بہت کمسن لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سرمہ لگائے، یا مرد اپنے مشترک حصے کے سوراخ میں کوئی خشک چیز داخل کرے اور اس کا سر باہر رہے، یا تر چیز داخل کرے اور وہ موضع حقہ تک نہ پہنچے، تو چونکہ یہ چیزیں جوف تک نہیں پہنچتیں اس لئے روزہ فاسد نہ ہوگا، اور نہ کفارہ واجب ہوگا نہ قضا۔ اور اگر خشک چیز مثلاً روٹی یا کپڑا وغیرہ مرد نے اپنی دُبر میں داخل کی اور وہ ساری اندر غائب کر دی، یا تر چیز داخل کی اور وہ موضع حقہ تک پہنچ گئی، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۲: جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں، یا کسی نفع کی غرض سے حقہ پینے روزہ کی حالت میں، تو ان پر بھی کفارہ اور قضا دونوں واجب ہوں گے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے، تب بھی اُس کو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

=مشتہی فی رمضان أداء، أو جو مع وتوارت الحشفة في أحد السبيلين أنزل أو لا، أو أكل أو شرب غذاء أو دواء، والضابط وصول مافيه صلاح بدنه لجوفه، ومنه ريق حبيب، قضی فی الصور کلھا و کفر. [الدَّرالمختار ۴۴۲/۳ و الهدایة ۱۱۱/۲]

① (أو أدهن أو أكتحل أو أدخل عوداً ونحوه في مقعده وطرفه خارج) وإن غيبه فسد، (أو أدخل إصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد، وهذا لو أدخل الإصبع موضع المحقنة. [الدَّرالمختار و ردالمحتار ۴۲۱/۳ - ۴۲۴ و الهندية ۲۲۷/۱]

② لو أدخل حلقه الدخان أفطر، أي دخان كان:

و یمنع من بیع الدخان و شر به
و یلزمه التکفیر لو ظن نافعاً
و شاربه فی الصوم لاشک یفطر
کذا دافعاً شهوات بطن فقرّ روا.

[الدَّرالمختار و ردالمحتار ۴۲۱/۳]

③ ولو مكنت نفسها من صبي أو مجنون فزنى بها فعليها الكفارة. [الهندية ۲۲۵/۱]

مسئلہ ۱۳: جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں۔ حتیٰ کے اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل، تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔

مسئلہ ۱۴: سونے کی حالت میں منی کے خارج ہونے سے جس کو احتلام کہتے ہیں اگرچہ بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح کسی عورت کے یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے جب بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۱۵: مرد کا اپنے خاص حصے کے سوراخ میں کوئی چیز مثل تیل یا پانی کے ڈالنا، خواہ پچکاری کے ذریعہ سے یا ویسے ہی۔ یا سلائی وغیرہ کا داخل کرنا اگرچہ یہ چیزیں مٹانے تک پہنچ جائیں روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

مسئلہ ۱۶: کسی شخص نے بسبب اس کے کہ اس کو روزہ کا خیال نہیں رہا، یا ابھی کچھ رات باقی تھی اس لئے جماع شروع کر دیا، یا کچھ کھانے پینے لگا اور بعد اس کے جیسے ہی روزہ کا خیال آ گیا، یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً علیحدہ ہو گیا یا تھمے کو منہ سے پھینک دیا، اگرچہ بعد علیحدہ ہو جانے کے منی بھی خارج ہو جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا، اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔

مسئلہ ۱۷: مسواک کرنے سے اگرچہ بعد زوال کے ہو، تازی لکڑی سے ہو یا خشک سے، روزے میں کچھ نقصان نہ آئے گا۔

مسئلہ ۱۸: عورت کا بوسہ لینا اور اس سے بغل گیر ہونا مکروہ ہے جبکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو، اور اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

① إذا لا فرق بين وطئه عاقله أو غيرها. [رد المحتار ۳/۴۳۵] ② فإن نام فاحتلم لم يفطر، وكذا إذا نظر إلى امرأة فأمنى، وصار كالمتفكر إذا أمنى. [الهداية ۲/۱۰۶ و رد المحتار ۳/۴۲۱] ③ أو أقطر في إحليله ماء أودهناء وإن وصل إلى المثانة. [الدر المختار ۳/۴۲۷] ④ أو نزاع المجامع حال كونه ناسياً في الحال عند ذكره، وكذا عند طلوع الفجر، وإن أمنى بعد النزاع، كما لو نزاع ثم أوجع، أو رمى اللقمة من فيه عند ذكره أو طلوع الفجر. [الدر المختار ۳/۴۲۴ و البحر ۲/۴۲۶]

⑤ ولا بأس بالسواك الرطب بالغداة والعشي للصائم. [الهداية ۲/۱۱۸ و الھندیة ۱/۲۲۰ و الدر المختار ۳/۴۵۸]

⑥ ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه الجماع أو الإنزال، ويكره إذا لم يأمن. [الهداية ۲/۱۰۸ و البحر ۲/۴۲۸ و الھندیة

مسئلہ ۲۱: کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا، اور مباشرتِ فاحشہ یعنی خاص بدن برہنہ ملانا بدون دخول کے ہر حال میں مکروہ ہے، خواہ انزال یا جماع کا خوف ہو یا نہیں۔

مسئلہ ۲۲: اگر کوئی مقیم بعد نیتِ صوم کے مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنے مکان واپس آئے، اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اُس کو کفارہ دینا ہوگا، اس لئے کہ اُس پر اُس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا، گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

مسئلہ ۲۳: سوائے جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو، اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے، تو ان دونوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں۔ ہاں جماع کے سبب سے بے (جتنے) روزے فاسد ہوئے ہوں، تو اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ اور دو رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ علیحدہ دینا ہوگا، اگرچہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

① إن المباشرة الفاحشة تكره وإن أمن، والمباشرة الفاحشة: أن يتعانقا وهما متجردان ويمس فرجه فرجها وهو مكروه بلا خلاف. [الهندية ۱/۲۲۰ و البحر ۲/۴۲۸ و الهداية ۲/۱۰۸] القبله الفاحشة بأن يمضغ شفتيها تكره على الإطلاق. [رد المحتار ۳/۴۵۴] ② ولو سافر في شهر رمضان ثم رجع إلى أهله ليحمل شيئاً نسيه فأكل بمنزله ثم خرج، القياس أن تجب عليه الكفارة؛ لأنه رفض سفره. [الهندية ۱/۲۲۷] ③ ولو تكرّر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة ولو في رمضانين، واختار بعضهم للفتوى أن الفطر بغير الجماع تداخل وإلا لا، أي: وإن كان الفطر المتكرر في يومين بجماع لا تداخل الكفارة وإن لم يكفر للأول لعظم الجنابة. [الدر المختار و رد المحتار ۳/۴۴۸-۴۴۹ و البحر ۲/۴۳۴] ④ اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں: ایک یہ کہ قتل کفارہ مطلقاً داخل ہو سکتا ہے۔ دوم یہ کہ ایک رمضان میں مطلقاً داخل ہو سکتا ہے اور دو رمضان میں مطلقاً نہیں ہو سکتا۔ سوم یہ کہ کفارہ جماع میں مطلقاً داخل نہیں ہو سکتا اور کفارہ غیر جماع میں مطلقاً داخل ہو سکتا ہے۔ بہشتی زیور میں مسلک دوم کو اختیار کیا ہے اور بہشتی گوہر میں مسلک سوم کو۔ یہ اختلاف رائے مولوی احمد علی صاحب مؤلف بہشتی زیور و مولوی عبدالشکور صاحب مؤلف علم الفقہ کا ہے۔ اور حضرت مولانا مدظلہ العالی نے امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۵ میں ایک سوال کے جواب میں مسئلہ بہشتی زیور کو غیر معلوم السند اور مسئلہ بہشتی گوہر کو مستند الی الدر المختار و رد المحتار خیال فرمایا ہے اور ہم نے اس کی اصلاح میں ثابت کیا ہے کہ مسئلہ بہشتی زیور ماخوذ از رد المحتار ہے اور وہی ان کے نزدیک رائج ہے۔ فن شاء التفصیل فلیراجع الی اصلاحاتنا المتعلقة بالتمتة المذكورة (صحیح الاغلاط)۔ پھر بعد میں بہشتی گوہر کے مسلک پر بھی ترمیم کر دی گئی، اب حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ غیر جماع میں تو مطلقاً داخل ہو سکتا ہے اور جماع میں ایک رمضان کے کفارات متداخل ہو سکتے ہیں، دو رمضان کے نہیں کیونکہ جماع سے مطلقاً داخل نہ ہونا خلافِ ظاہر روایت ہے۔ کما یظهر من الشامیة و مراقی الفلاح فیلراجع۔ خلاصہ یہ کہ ظاہر روایت میں ایک رمضان کے کفارات متداخل ہو سکتے ہیں جبکہ ہنوز کوئی کفارہ ادا نہ کیا ہو، دو رمضان کے متداخل نہیں ہو سکتے اور اس میں جماع وغیر جماع سب مساوی ہیں، مگر ہم نے غیر جماع میں قول صحیح و معتمد کو لیا ہے۔ (ظفر احمد)

اعتکاف کے مسائل

مسئلہ ①: اعتکاف کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

۱: مسجد جماعت میں ٹھہرنا۔

۲: بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا۔ پس بے قصد و ارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے، چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے، لہذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آگیا۔

۳: حیض و نفاس سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا۔

مسئلہ ②: سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اُس کے بعد مسجد نبوی کا۔ اس کے بعد مسجد بیٹ المقدس کا۔ اس کے بعد اُس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو۔ اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد، اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ ③: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، واجب ہوتا ہے اگر نذر کی جائے، نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے، یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔ اور سنت مؤکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرے میں، نبی ﷺ سے بالاتر امت اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے، مگر یہ سنت مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمے سے اتر جائے گی، اور مستحب ہے اس عشرہ رمضان کے اخیر عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں، خواہ وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ۔

① أما شروطه، فمنها: النية حتى لو اعتكف بلا نية لا يجوز، ومنها: مسجد الجماعة، ومنها: الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحیض والنفاس. [الهندية ۲۳۲/۱ والدر المختار ۴۹۴/۳ والبحر ۴۶۹/۲] ② وأفضل الاعتكاف ما كان في مسجد الحرام، ثم في مسجد النبي (عليه الصلوة والسلام)، ثم في بيت المقدس، ثم في الجامع، ثم في ما كان أهله أكثر وأوفر. [الهندية ۲۳۲/۱ و رد المحتار ۴۹۳/۳] ③ وهو ثلثة أقسام: واجب بالنذر بلسانه، وبالشرع، وبالتعليق، وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان، أي سنة كفاية، ومستحب في غيره من الأزمنة. [الدر المختار ۴۹۵/۳ والهندية ۲۳۲/۱ والبحر

مسئلہ ①: اعتکاف واجب کے لئے صوم شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا، بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا، تب بھی اُس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جاوے گی، کیونکہ رات روزے کا محل نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی، اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی، روزے کا خاص اعتکاف کیلئے رکھنا ضروری نہیں، خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لئے کافی ہے، مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اُس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے۔ ہاں اُس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے نفل روزہ اس کے لئے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور بعد اس کے اُسی دن اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے، اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی، مگر علی الاطلاق روزے رکھنا اور اُن میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ ②: اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اس لئے اس کے لئے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ③: اعتکاف مستحب میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے اور معتمد یہ ہے کہ شرط نہیں۔

① شرط الصوم لصحة الأول اتفاقاً فقط. فلو نذر اعتكاف ليلة لم يصح وإن نوى معها اليوم: لعدم محليتها للصوم، أما لو نوى بها اليوم صبح، بخلاف ما لو قال في نذره ليلاً ونهاراً، فإنه يصح وإن لم يكن الليل محلاً للصوم؛ لأنه يدخل الليل تبعاً، واعلم أن الشرط في الصوم مراعاة وجوده لا إيجاده للمشروط قصدًا، افلو نذر اعتكاف شهر رمضان لزمه، وأجزأه صوم رمضان عن صوم الاعتكاف، لكن قالوا: لو صام تطوعاً ثم نذر اعتكاف ذلك اليوم لم يصح لانعقاده من أوله تطوعاً فتعذر جعله واجباً، وإن لم يعتكف رمضان المعين قضى شهراً غيره، (أي: متتابعاً) لعود شرطه إلى الكمال الأصلي، فلم يجز في رمضان آخر، ولا في واجب سوى قضاء رمضان الأول. [الدر المختار ۳/ ۴۹۶ والبحر ۲/ ۴۷۰ الهندية ۱/ ۲۳۲] ② وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور أنه لا يكون إلا بالصوم عادة. [رد المختار ۳/ ۴۹۶] ③ وشرط الصوم لصحة الأول (أي النذر) اتفاقاً على المذهب، ومقابله رواية الحسن أنه شرط للتطوع أيضاً، وهو مبني على اختلاف الرواية في أن التطوع مقدر بيوم أولاً، ففي رواية الأصل غير مقدر، فلم يكن الصوم شرطاً له، وعلى رواية تقديره بيوم وهي رواية الحسن أيضاً يكون الصوم شرطاً له، كما في البدائع. [الدر المختار والشامية ۳/ ۴۹۶] ④ اعتكاف مستحب میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے، اعتکاف مستحب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس کی مقدار کم از کم ایک دن ہے، اور یہ احتیاط اسی قول کے مطابق ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ مسئلہ ۸ (جو آگے آ رہا ہے) دوسرے قول کے مطابق لکھا گیا ہے۔ (ف)

مسئلہ ۱: اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے، اور زیادہ جس قدر نیت کرے، اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ، اس لئے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتا ہے، اور اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ایک منٹ، بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ ۲: حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں، یعنی اُن کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا، اور اس کی قضا کرنا پڑے گی، اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں، پس اس کی قضا بھی نہیں۔

پہلی قسم: اعتکاف کی جگہ سے بے ضرورت باہر نکلنا، ضرورت عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی، طبعی جیسے پانچخانہ، پیشاب، غسل جنابت۔ کھانا کھانا بھی ضرورت طبعی میں داخل ہے جبکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو۔ شرعی ضرورت جیسے جمعہ کی نماز۔

مسئلہ ۳: جس ضرورت کے لئے اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر جائے بعد اس کے فارغ ہونے کے وہاں قیام نہ کرے، اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اُس مسجد سے زیادہ قریب ہو۔ مثلاً پانچخانے کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے۔ ہاں اگر اس کی طبیعت

① (وأقله) أي أقل مدة الاعتكاف الواجب يوم عند الإمام، وأقل مدة اعتكاف النفل ساعة، وسنة موكدة وهو اعتكاف العشر الأواخر من رمضان. [مجمع الأنهر بتغير ۱/۳۷۶] ② وحرم عليه أي على المعتكف اعتكافاً واجباً، وأما النفل فله الخروج؛ لأنه منه له لا مبطل. [الدر المختار ۳/۵۰۰ والبحر ۲/۴۷۳] ③ مطلب یہ ہے کہ جتنے دنوں کا اعتکاف فوت ہو گیا اس کو قضا کرنا پڑے گا، واجب کی قضا واجب ہے، اور سنت کی سنت ہے اور رمضان کے اعتکاف کی قضا کے لئے رمضان ہونا ضروری نہیں۔ البتہ روزہ ہونا ضروری ہے۔ (محشی) ④ حرم عليه الخروج إلّا لِحاجة الإنسان طبيعياً كقبول و غائط و غسل، لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد. أو شرعية كعيد والجمعة وقت الزوال، [الدر المختار ۳/۵۰۰ في البحر: وقيل: يخرج بعد الغروب للأكل والشرب، وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به، فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية. ۲/۴۷۶]

⑤ ولا يمكن بعد فراغه من الطهور، ولا يلزمه أن يأتي بيت صديقه القريب (إلى قوله) لأن الإنسان قد لا يألف غير بيته. رحمتي. [الشامية ۳/۵۰۱] ومن بعد معتكفه خرج في وقت يدرکها (أي الجمعة) ولو مكث أكثر كيوم وليلة أو أتم اعتكافه فيه لم يفسد؛ لأنه محل له، أي: مسجد الجمعة محل للاعتكاف، وكره تنزيها لمخالفة ما التزمه بالضرورة. [الدر المختار و رد المختار ۳/۵۰۲ والبحر ۲/۴۷۳]

اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ اگر جمعے کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور بعد نماز کے وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: بھولے سے بھی اپنی اعتکاف کی مسجد کو ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم چھوڑ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۲: جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں اُن کے لئے اپنے معتکف کو چھوڑ دینا منافی اعتکاف ہے، مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے، یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لئے، یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے، گو ان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں، بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے، مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے لئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۱۳: جمعے کی نماز کے لئے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے، اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا جائز ہے، اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے، تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اُس کو گرفتار کر لے جائیں، یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکالے۔

مسئلہ ۱۵: اسی طرح اگر شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے، یا بیمار ہو جائے، اور پھر معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

① فلو خرج ولونا سياساعة زمانية بلا عذر فسد. [الدر المختار ۵۰۳/۳ والبحر ۴۷۴/۲] ② وأما ما لا يغلب كإنحاء غريق وانهدام مسجد فمسقط للإثم لا للبطلان. لو خرج لها ثم ذهب لعيادة مريض أو صلوة جنازة من غير أن يكون خرج لذلك قصداً فإنه جائز. [الدر المختار و رد المحتار ۵۰۴/۳ والبحر ۴۷۴/۲ الهندي ۲۳۴/۱] ③ يخرج في وقت يمكنه إدراكها وصلوة أربع قبلها، وركعتان تحية المسجد، يحكم في ذلك رأيه أن يجتهد في خروجه على إدراك سماع الجمعة. [البحر ۴۷۳/۲] ④، ⑤ لو خرج ناسياً أو مكرهاً أو لبول فحبسه الغريم ساعة فسد عنده. [رد المحتار ۵۰۴/۳ والهندي ۲۳۴/۱]

دوسری قسم: اُن افعال کی جو اعتکاف میں ناجائز ہیں، جماع وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً۔ اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب سے مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر۔ ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جو افعال کہ تابع جماع کے ہیں، جیسے بوسہ لینا یا معانقہ کرنا، وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں، مگر اُن سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا تا وقتیکہ منی نہ خارج ہو۔ ہاں اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۵: حالت اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے، مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ ہاں جو کام نہایت ضروری ہو، مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو، ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے، مگر بیع کا مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں، بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جانے کا یا جگہ رک جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا خوف نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ ۱۶: حالت اعتکاف میں بالکل چُپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، ہاں بُری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے، یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے، خلاصہ یہ ہے کہ چُپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔

① ومنها الجماع ودواعیه: فيحرم على المعتكف الجماع ودواعیه نحو المباشرة والتقبيل واللمس والمعانقة، والجماع فيما دون الفرج، والليل والنهار سواء، والجماع عمداً أو ناسياً ليلاً أو نهاراً، يفسد الاعتكاف أنزل أولم ينزل، وما سواه يفسد إذا أنزل، وإن لم ينزل لا يفسد، ولو أمني بالفكر والنظر لا يفسد اعتكافه. [الهندية ۲۳۴/۱ والدر المختار ۵۰۸/۳ والبحر ۴۷۷/۲]

② فلو خرج لأجلها فسد لعدم الضرورة. وقيل يخرج بعد الغروب للأكل والشرب، وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به، فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية، وكره تحريماً إحضار مبيع فيه، و دلّ عليهم أن المبيع لو لم يشغل البقعة لا يكره إحضاره كدراهم يسيرة، لكن مقتضى التعليل الأوّل الكراهة وإن لم يشغل. [رد المحتار ۵۰۶/۳ والبحر ۴۷۶/۲]

③ ويكره تحريماً صمت إن اعتقده قرينة وإلا لا، ولا يتكلم إلا بخير، وهو مالا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه، كقراءة قرآن وحديث وعلم وتدریس في سير الرسول عليه السلام وقصص الأنبياء (عليهم السلام) وحكايات الصالحين وكتابة أمور الدين. [الدر المختار ۵۰۷/۳ والبحر ۵۳۱/۲ والهندية ۲۳۳/۱]

زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ ۱: سال گذرنا سب میں شرط ہے۔

مسئلہ ۲: ایک قسم جانوروں کی جن میں زکوٰۃ فرض ہے سائمہ ہے۔ اور سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں:

۱: سال کے اکثر حصے میں اپنے منہ سے چر کے اکتفا کرتے ہوں، اور گھر میں ان کو کھڑے کر کے نہ کھلایا جاتا ہو۔ اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں، اور نصف سال ان کو گھر میں کھڑے کر کے کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں۔ اسی طرح اگر گھاس ان کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو، خواہ وہ بقیمت یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔

۲: دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے یا فربہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل اور فربہ کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں، بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر سائمہ نہ کہلائیں گے۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ ۳: سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ اونٹنی یا گائے، بیل، بھینس، بکرا، بکری، بھیڑ اور دنبہ ہو، جنگلی جانوروں پر جیسے ہرن وغیرہ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ دیسی سمجھے جائیں گے، اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

① وحال علیہ الحول. [الهدایة ۳/۲ والہندیة ۱/۹۳] ② السائمة هی الراعیة، المکتفیة بالرعی المباح فی اکثر العام لقصد الدر والنسل والزیادة والسمن، لو أسامها للحم فلا زکوٰۃ فیہا، کما لو أسامها للحمل والركوب، فلو علفها نصفه لاتكون سائمة، إذ لو حمل الکلاء إلیہا فی البیت لاتكون سائمة. [الدر المختار و رد المحتار ۳/۲۳۲ والہندیة ۱/۹۴ والبحر ۲/۳۳۴] ③ أطلقها فشمّل المتولدة من أهلي ووحشي، لكن بعد كون الأم أهلية كالمتولدة من شاة وظبي وبقرة وحشي وأهلي فتجب الزکوٰۃ بها. [رد المحتار ۳/۲۳۳]

مثال: بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے، اور نیل گاؤ اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو جانور سائمہ ہوا اور سال کے درمیان میں اس کو تجارت کی نیت سے بیچ کر دیا جائے تو اس سال اس کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی، اور جب سے اُس نے تجارت کی نیت کی اس وقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

مسئلہ: جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر اُن کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر اُن پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا، اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ: وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور زکوٰۃ مملوٹ ہوں زکوٰۃ ہے، یا تو فی گھوڑا ایک دینار یعنی پونے تین تولہ چاندی دیدے، اور یا سب کی قیمت لگا کر اسی قیمت کا چالیسواں حصہ دیدے۔

مسئلہ: گدھے اور خچر پر جبکہ تجارت کے لئے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب

مسئلہ: یاد رکھو کہ پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے، اس سے کم میں نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری، اور دس میں

① لبواع السائمة في وسط الحول أو قبله يوم فإنه يستقبل حولاً آخر. [الدر المختار ۳/۲۳۵] ② یعنی کسی جانور کے بدلے میں یا اسباب کے بدلے میں اس کو فروخت کر دیا اور اب اس جانور یا اسباب کے خریدنے کے وقت تجارت کی نیت کر لی۔ ③ ولا في حمل وفصيل و عجول إلا تبعاً لكبير ولو واحداً، ويجب ذلك الواحد، وهلاكه يسقطها. [الدر المختار ۳/۲۴۵ والبحر ۲/۲۴۲ والهندية ۱/۱۹۶] ④ وليس في سوائم الوقف (الزكوٰۃ). [الدر المختار ۳/۲۳۶] ⑤ إذا كانت الخيل سائمة ذكوراً وإناثاً، فصاحبها بالخيار: إن شاء أعطى عن كل فرس ديناراً، وإن شاء قوّمها وأعطى عن كل مائتي درهم خمسة دراهم. [الهداية ۲/۲۱]

⑥ ولا في بغال وحمير ليست للتجارة فلولها فلا كلام. [الدر المختار ۳/۲۴۵] ⑦ ليس في أقل من خمس ذود صدقة، فإذا بلغت خمسا سائمة وحال عليها الحول، ففيها شاة إلى تسع، فإذا كانت عشراً ففيها شأتان إلى أربع عشرة، فإذا كانت خمس عشرة ففيها ثلث شياه إلى تسع عشرة، فإذا كانت عشرين ففيها أربع شياه إلى أربع وعشرين، فإذا بلغت خمسا وعشرين ففيها بنت مخاض، وهي التي طعنت في الثانية إلى خمس وثلثين، فإذا كانت ستا وثلثين ففيها بنت لبون، وهي التي طعنت =

دو۔ اور پندرہ^{۱۵} میں تین، اور بیس^{۲۰} میں چار بکری دینا فرض ہے، خواہ نہ ہو یا مادہ، مگر ایک سال سے کم نہ ہو، اور درمیان میں کچھ نہیں، پھر پچیس^{۲۵} اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو دوسرا برس شروع ہو۔ اور چھپیس^{۳۰} سے پینتیس^{۳۵} تک کچھ نہیں، پھر چھتیس^{۳۶} اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیسرا برس شروع ہو چکا ہو، اور سینتیس^{۴۰} سے پینتالیس^{۴۵} تک کچھ نہیں، پھر چھیالیس^{۴۶} اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھا برس شروع ہو، اور سینتالیس^{۴۸} سے ساٹھ^{۵۰} تک کچھ نہیں، پھر اکٹھ^{۵۱} اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہو، اور باسٹھ^{۵۲} سے پچھتر^{۵۵} تک کچھ نہیں، پھر چھتر^{۵۶} اونٹ میں دو ایسی اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو، اور ستر^{۶۰} سے نوے^{۹۰} تک کچھ نہیں، پھر اکیانوے^{۹۱} اونٹ میں دو ایسی اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو، اور بانوے^{۹۲} سے ایک سو بیس^{۱۰۰} تک کچھ نہیں، پھر جب ایک سو بیس^{۱۰۰} سے زیادہ ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں، جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے، یعنی ایک سو پچیس^{۱۰۵} ہو جائیں تو ایک بکری اور دو وہ اونٹنیاں جن کو چوتھا سال شروع ہو جائے، اسی طرح ہر پانچ میں ایک بکری بڑھتی رہے گی ایک سو چوالیس^{۱۲۰} تک، اور ایک سو پینتالیس^{۱۲۵} ہو جائیں تو ایک دوسرے برس والی اونٹنی اور دو تین برس والی ایک سو انچاس^{۱۴۰} تک، اور جب ایک سو پچاس^{۱۵۰} ہو جائیں تو تین اونٹنیاں چوتھے برس والی واجب ہوں گی، جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو پھر نئے سرے سے حساب ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں چوبیس^{۲۴} تک فی پانچ اونٹ ایک بکری تین چوتھے برس والی اونٹنی کے ساتھ، اور پچیس^{۲۵} میں ایک دوسرے برس والی اونٹنی، اور چھتیس^{۳۶} میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی، پھر جب ایک سو چھیانوے^{۱۹۶} ہو جائیں تو چار تین برس والی اونٹنی دوسو تک، پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح حساب چلے جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد سے چلا ہے۔

= في الثالثة إلى خمس وأربعين، فإذا كانت ستاً وأربعين ففيها حقة، وهي التي طعنت في الرابعة إلى ستين، فإذا كانت إحدى وستين ففيها جذعة، وهي التي طعنت في الخامسة إلى خمس وسبعين، فإذا كانت ستاً وسبعين ففيها بنتا لبون إلى تسعين، فإذا كانت إحدى وتسعين ففيها حقتان إلى مائة وعشرين، ثم إذا زادت على مائة وعشرين تستأنف الفريضة، فيكون في الخمس شاة مع الحقتين، وفي العشر شاتان، وفي خمس عشرة ثلث شياه، وفي العشرين أربع، وفي خمس وعشرين بنت مخاض إلى مائة وخمسين، فيكون فيها ثلث حقا، ثم تستأنف الفريضة، فيكون في الخمس شياه وفي العشر شاتان، وفي خمس عشر ثلث شياه، وفي العشرين أربع شياه، وفي خمس وعشرين بنت مخاض، وفي ست وثلاثين بنت لبون، فإذا بلغت مائة وستاً وتسعين، ففيها أربع حقا إلى مائتين، ثم تستأنف الفريضة أبداً كما تستأنف في الخمسين التي بعد المائة والخمسين. [الهداية ۱/ ۱۳ - ۱۵ والدر المختار ۳/ ۲۳۷ والبحر ۲/ ۳۳۵] ① بجائے لفظ دوبر کے اس مرتبہ لفظ دوسرے برس درج کیا گیا۔

مسئلہ: ① اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونا چاہئے، البتہ نہ اگر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو درست ہے۔

گائے اور بھینس کا نصاب

② گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے، اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کر لیں گے، مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو، یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی۔ اور جو دونوں برابر ہوں تو قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو، یا قسم ادنیٰ میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو دیا جائے گا۔ پس تیس گائے بھینس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو نہ ہو یا مادہ ہو، تیس سے کم میں کچھ نہیں اور تیس کے بعد اکتالیس تک بھی کچھ نہیں چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ نہ ہو یا مادہ، اکتالیس سے اسی گائے بھینس تک کچھ نہیں، جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے، پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ۔ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ۔ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا۔ اور جب اسی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے۔ کیونکہ اسی میں چالیس کے دو نصاب ہیں۔ اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے۔ کیونکہ نوے میں تیس کے تین نصاب ہیں۔ اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور

① ولا تجزىء ذکور الإبل إلا بالقيمة للإناث. [الدرا المختار ۳/ ۲۴۰] ② نصاب البقر والحاموس (ویکمل بہ نصاب البقر، وتؤخذ الزکوٰۃ من أغلبها، وعند الاستواء یوحد أعلى الأذنَى وأدنى الأعلَى) ثلثون سائمة، (ذکوراً كانت أو إناثاً، وكذا الجوامیس) غیر مشتركة وفيها تبیع؛ لأنه یبیع أمه ذو سنة كاملة، أو تبیعة أنثاه، وفي أربعین مسن ذو سنتین أو مسنة، وفيما زاد على الأربعین بحسابه في ظاهر الرواية عن الإمام (أي: لا یكون عفوا بل یحسب إلى ستین، ففي الواحدة الزائدة ربع عشر مسنة، وفي الثنتين نصف عشر مسنة) وعنه لاشيء فیما زاد إلى ستین، ففيها ضعف مافي ثلثین، وهو قولهما والثلاثة، وعليه الفتوى، ثم في كل ثلثین تبیع، وفي كل أربعین مسنة، فیتغیر الواجب بكل عشرة، ففي سبعین تبیع و مسنة، وفي ثمانین مستان، وفي تسعین ثلاث أتبعه، وفي مائة تبیعان و مسنة، إلا إذا تداعلا كمائة وعشرين، فخير بین أربع أتبعه و ثلاث مسنات، وهكذا أي: الحكم على هذا المنوال، ففي مائتین وأربعین ثمانية أتبعه أو ست مسنات. [الدرا المختار و ردالمحتار ۳/ ۲۴۱ و الهدایة ۲/ ۱۷]

ایک چھ دو برس کا۔ کیونکہ تنو میں دو نصاب تیس تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے۔ ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہو وہاں اختیار ہے چاہے جس کا اعتبار کریں، مثلاً ایک سو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں، اور تین نصاب چالیس کے، پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک ایک برس کے چار بچے دیں، یا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو دو برس کے تین بچے دیں۔

بکری بھیر کا نصاب

زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیر سب یکساں ہیں، خواہ بھیر دمدار ہو جس کو ذنب کہتے ہیں یا معمولی ہو۔ اگر دونوں کا نصاب الگ الگ پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ ساتھ دی جائے گی اور مجموعہ ایک نصاب ہوگا، اور اگر ہر ایک کا نصاب پورا نہ ہو، مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تب بھی دونوں کو ملا لیں گے۔ اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا، اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے، چالیس بکری یا بھیر سے کم میں کچھ نہیں۔ چالیس بکری یا بھیر میں ایک بکری یا بھیر۔ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زائد میں کچھ نہیں۔ پھر ایک سو اکیس میں دو بھیر یا بکریاں، اور ایک سو بائیس سے دو سو تک زائد کچھ نہیں، پھر دو سو ایک میں تین بھیر یا بکریاں، پھر تین سو ننانوے تک زائد کچھ نہیں، پھر چار سو میں چار بکریاں یا بھیریں، پھر چار سو سے زیادہ میں ہر تنو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی، تنو سے کم میں کچھ نہیں۔

مسئلہ: بھیر بکری کی زکوٰۃ میں رُمادہ کی قید نہیں، ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہئے، خواہ بھیر ہو یا بکری۔

① نصاب الغنم (ضأناً أو معزاً فإنهما سواء في تكميل النصاب) أربعون، وفيها شاة، تعم الذكور والإناث. وفي مائة وإحدى وعشرين شاتان، وفي مائتين وواحدة ثلث شياه، وفي أربع مائة أربع شياه، وما بينهما عفو، ثم بعد بلوغها أربع مائة في كل مائة شاة إلى غير نهاية، ويؤخذ في زكوتها أي الغنم الثني من الضأن والمعز، وهو ماتمت له سنة لا الجذع بالقيمة، وهو ما أتى عليه أكثرها. [الدر المختار ۲/۲۴۲ والهداية ۱۹/۲]

② اس مسئلہ میں بہت سی تحقیق کے بعد منٹ ہو گیا کہ اس صورت میں بھی مجموعہ کو ایک ہی قسم قرار دے کر ایک قسم میں جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہی مجموعہ پر ہوگی، مثلاً چالیس بکری ہیں اور چالیس بھیر تو ایسا ہی ہوگا جیسے اسی بکریاں یا اسی بھیر ہوں، اور زکوٰۃ میں ایک ہی واجب ہوگی، لیکن اگر بکری دے گا تو ادنیٰ درجہ کی اور اگر بھیر دے گا تو اعلیٰ درجہ کی، غرض اس کو دو نصاب نہ کہیں گے اور دو جانور واجب نہ کہیں گے جیسا کہ ”المغتنم فی زکوٰۃ الغنم“ میں اس کی تفصیل مذکور ہے (محشی)

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوٰۃ اُس کو دینا ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی، ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوٰۃ لے لی جائے گی، گو یہ تہائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے، اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دیدیں لے لیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: اگر ایک سال کے بعد قرض خواہ اپنا قرض مقروض کو معاف کر دے، تو قرض خواہ پر زکوٰۃ اس ایک سال کی نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور دائن کو زکوٰۃ دینا پڑے گی، کیونکہ زکوٰۃ مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۴: فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے جبکہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے زائد ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ اسی طرح اپنے کل مال کا صدقہ دے دینا بھی مکروہ ہے، ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو اور اہل عیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کر دی جائے، تو اگر وہ (لڑکی)

① ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه، فتجب الزکوٰۃ فيه ویورث عنه. [الدر المختار والشامیہ ۲۵۸/۳ والبحر ۳۵۲/۲] یعنی حرمت احد المالیین مانع زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن اگر کوئی اور وجہ مانع ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ (تصحیح الاغلاط) ② ولا تؤخذ من تركته بغير وصية؛ لفقد شرطها وهو النية، وإن أوصى بها اعتبر من الثلث، إلا أن يجيز الورثة. [الدر المختار ۲۶۵/۳]

③ ولو أبرأ رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوٰۃ، سواء كان الدين قویاً أو لا، وقیده فی المحيط بالمعسر وأما الموسر فهو استهلاك. [الدر المختار ۲۸۳/۳ والبحر ۳۲۸/۲] ④ اعلم أن الصدقة تستحب بفاضل عن كفايته وكفايته من يموه وإن تصدق بما ينقص مؤنة من يموه أثم، ومن أراد التصديق بما له كله وهو يعلم من نفسه حسن التوكل والصبر عن المسألة فله ذلك، وإلا فلا يجوز ويكره لمن لا صبر له على الضيق أن ينقص نفقة نفسه عن الكفاية التامة. [رد المحتار ۳۶۰/۳]

⑤ (لزوج طفلته) أي الفقيرة إذ صدقة الغنية في مالها تزوجت أولاً (الصالحه لخدمة الزوج) لو سلمت لزوجه لا تجب فطرتها على أبيها لعدم المؤنة، فأفاد تقييد المسئلة بقيدین: صلاحيتها للخدمة، وتسليمها للزوج. (ثم قال:) فلا فطرة، أما عليها فلفقرها، وأما على زوجها فلما سیأتي فی قوله: "لا عن زوجته" وأما على أبيها فلائنه لا يموهها وإن ولي عليها. [الدر المختار

ورد المحتار ۳۶۸/۳ والبحر ۳۹۹/۲]

مالدار ہے تب تو اس کے مال میں صدقہ فطر واجب ہے۔ اور اگر مالدار نہیں تو دیکھنا چاہئے کہ اگر قابل خدمت شوہر کے یا اس کی موانست کے ہے، تو اس کا صدقہ فطر نہ باپ پر واجب ہے نہ شوہر پر نہ خود اس پر، اور اگر وہ قابل خدمت اور قابل موانست کے نہیں ہے، تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کے ذمے واجب رہے گا، اور اگر شوہر گھر کے میں رخصت نہیں کی گئی، تو گو وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست ہو، ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقہ فطر واجب ہوگا۔

تمتہ حصہ سوم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا۔ حصہ چہارم کا تمتہ نہیں ہے۔ آگے تمتہ حصہ پنجم کا شروع ہوتا ہے۔

تتمہ حصہ پنجم اصلی بہشتی زیور^①

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ ۱: پورے سر پر بال رکھنا نرمہ گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے سُنت ہے، اور اگر سر منڈائے تو پورا سر منڈا دینا سنت ہے، اور کتر وانا بھی درست ہے، مگر سب کتر وانا اور آگے کی طرف کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں، اور اسی طرح کچھ حصہ منڈا وانا کچھ رہنے دینا درست نہیں، اسی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل بابرہ رکھنی، یا چندوا کھلوانے، یا اگلے حصہ سر کے بال بغرض گلائی بنوانے کا جو دستور ہے درست نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر بال بہت بڑھالے تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۳: عورت کو سر منڈانا بال کتر وانا حرام ہے، حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ ۴: لبوں کا کتر وانا اس قدر کہ لب کے برابر ہو جائیں سُنت ہے، اور منڈانے میں اختلاف ہے، بعض بدعت کہتے ہیں، بعض اجازت دیتے ہیں، لہذا نہ منڈانے ہی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۵: مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے، بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ ۶: ڈاڑھی منڈانا، کتر وانا حرام^⑧ ہے، البتہ ایک مُشت سے جو زائد ہو اس کا کتر وادینا درست ہے۔ اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جائے درست ہے۔

① اس حصہ کا تمام مضمون ”صفائی معاملات“ مصنفہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہے۔ (محشی) ② أن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق، وذكرنا لطحاوي أن الحلق سنة، ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع. [رد المحتار ۶۷۲/۹ والهندية ۴۳۷/۵] ③ ويرسل شعره من غير أن يفتله، وإن قتله فذلك مكروه. [الدر المختار ۶۷۲/۹ والهندية ۴۳۷/۵] ④ قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت. [الدر المختار ۶۷۱/۹] ⑤ حلق الشارب بدعة، وقيل سنة، والقص منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفة العليا سنة بالإجماع. [رد المحتار ۶۷۱/۹] ⑥ كان بعض السلف يترك سباليه، وهما: أطراف الشوارب. [الهندية ۴۳۷/۵ و رد المحتار ۶۷۲/۹] ⑦ لا بأس بأخذ أطراف اللحية، والسنة فيها القبضة، وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد فيها على قبضته قطعه. [رد المحتار ۶۷۱/۹ والهندية ۴۳۸/۵] يحرم على الرجل قطع لحيته. [الدر المختار ۶۷۲/۹] ⑧ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، جو ڈاڑھی منڈاتا یا کٹاتا ہو اس کی شہادت بھی قبول نہیں کی جائے گی، ڈاڑھی مرد کی زینت ہے، =

مسئلہ ۱: رُخسارے کی طرف جو بال بڑھ جاویں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے، اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لے لی جاویں اور درست کر دی جاویں یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۲: حلق کے بال منڈوانا نہ چاہئے، مگر ابو یوسف سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضاائقہ نہیں۔

مسئلہ ۳: ریش بچے کے جانین لب زیرین کے بال منڈوانے کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے، اس لئے نہ منڈوانا چاہئے۔ اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

مسئلہ ۴: بغرض زینت سفید بال کا چننا ممنوع ہے، البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب و ہیبت ہونے کے لئے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۵: ناک کے بال اُکھڑنا نہ چاہئے، قینچی سے کتر ڈالنا چاہئے۔

مسئلہ ۶: سینہ اور پشت کے بال بنانا جائز ہے، مگر خلافِ ادب اور غیرِ اولیٰ ہے۔

مسئلہ ۷: موئے زیرِ ناف میں مرد کے لئے استرے سے دُور کرنا بہتر ہے۔ مونڈتے وقت ابتدائاً ناف کے نیچے سے کرے، اور ہڑتال وغیرہ کوئی اور دوا لگا کر زائل کرنا بھی جائز ہے اور عورت کے لئے موافقِ سنت کے یہ ہے کہ چٹکی یا چٹھی سے دُور کرے، اُسترہ نہ لگے۔

مسئلہ ۸: موئے بغل میں اولیٰ تو یہ ہے کہ موچنے وغیرہ سے دور کئے جائیں اور اُسترے سے منڈوانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۹: اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا، رکھنا دونوں درست ہے۔ (ق)

مسئلہ ۱۰: پیر کے ناخن دُور کرنا بھی سنت ہے، البتہ مجاہد کے لئے دارِ الحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹوانا مستحب ہے۔

= تمام انبیاء علیہم السلام رکھتے تھے، ایک مٹھی یعنی چار انگلیں ڈاڑھی واجب ہے، اس سے کم کرنا گناہ ہے۔ (ف) ① ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المخنث. [رد المحتار ۶۷۰/۹ والہندیہ ۴۳۸/۵] ② ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف: لا بأس به. [رد المحتار ۶۷۱/۹ والہندیہ] ③ نف الفنبكين بدعة، وهما جانبنا العنقفة: وهي شعر الشفة السفلى. [رد المحتار ۶۷۰/۹ والہندیہ ۴۳۸/۵] ④ نف الشيب مكره للترزين لا لترهيب العدو. [الہندیہ ۴۳۹/۵] ⑤، ⑥ ولا ينتف أنفه، وفي حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب. [رد المحتار ۶۷۱/۹ والہندیہ ۴۳۸/۵] ⑦ ويستحب حلق عاتقه، ويتدئ من تحت السرة، ولو عالج بالنورة يجوز، والسنة في عانة المرأة التفف. [رد المحتار ۶۷۱/۹] ⑧ ويجوز فيه الحلق، والتفف أولى. [الدر المختار ۶۷۰/۹] ⑨ ويستحب قلم أظافيره إلا لمحاهد في دار الحرب، فيستحب توفير شاربه وأظفاره. [الدر المختار ۶۶۸/۹]

مسئلہ ۱۸: ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کتر وانا بہتر ہے: دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور چھنگلیا تک بہ ترتیب کتر واکر پھر بائیں چھنگلیا، پھر بہ ترتیب کٹو ادے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے، اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے، یہ ترتیب بہتر ہے اور اولیٰ ہے، اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۹: کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہئے، دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ پر ڈال دے، مگر نجس گندی جگہ پر نہ ڈالے، اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ ۲۰: ناخن کا دانت سے کاٹنا مکروہ ہے، اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۲۱: حالت جنابت میں بال بنانا، ناخن کاٹنا، موئے زیر ناف وغیرہ دُور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۲: ہر ہفتے میں ایک مرتبہ موئے زیر ناف، موئے بغل، لبیں اور ناخن وغیرہ دُور کر کے نہادھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے، اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کر کے نماز کو جائے۔ ہر ہفتے میں نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، انتہا درجہ چالیسویں دن، اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گنہگار ہوگا۔

شفعہ کا بیان

مسئلہ ۲۳: جس وقت شفیع کو خبر بیع کی پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہو جائے گا، پھر اس

- ① قلموا أظفاركم بالسنة والأدب،..... ویبانه بدأ بمسبحة الیمنی إلى الخنصر، ثم بخنصر اليسرى إلى الإبهام، وختم بإبهام الیمنی،..... والأولی: تغلیمها کتخلیلها، یعنی یدأ بخنصر رجله الیمنی، ویختم بخنصره اليسرى. [رد المحتار ۹/۶۶۹]
- ② فإذا قلم أظفاره أوجز شعره ینبی أن یدفنه، فإن رمی به فلا بأس، وإن ألقاه فی الكنیف أوفی المغتسل کره؛ لأنه یورث داء. [رد المحتار ۹/۶۶۸ والهندیة ۵/۴۳۸] قلمها بالأسنان مکروه، یورث البرص. [رد المحتار ۹/۶۶۸]
- ③ پس یہ کراہت طہی ہے جس سے بچنا اچھا ہے۔ (محشی) ⑤ حلق الشعر فی حالة الجنابة مکروه، وکذا قص الأظفار. [الهندیة ۵/۴۳۸] ⑥ الأفضل أن یقلم أظفاره ویحفی شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه بالاغتسال فی کل أسبوع مرة، فإن لم یفعل ففی کل خمسة عشر یوماً، ولا یعذر فی ترکه وراء الأربعین، ویستحق الوعيد. [الهندیة ۵/۴۳۷ و رد المحتار ۹/۶۷۱]
- ④ وهذا الطلب لا بدمنه، حتی لو تمکن ولو بکتاب أورسول ولم یشهد بطلت شفعته. [الدّر المختار ۹/۳۷۵] أخبر =

شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا، اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا، اور اُس وقت اُس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا، یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا، اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ ۱: اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دستبردار ہو جاؤں، تو اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضامند ہو گیا اس لئے شفعہ تو ساقط ہوا، لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اسلئے روپیہ لینا دینا حرام ہے۔
مسئلہ ۲: اگر ہنوز حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا، اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا، اور اگر خریدار مر گیا، شفعہ باقی رہے گا۔

مسئلہ ۳: شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کا مکان بکا ہے اُس نے دستبرداری کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کا بکا ہے، اُس وقت شفعہ لے سکتا ہے، اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے، یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے، ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

مُزَارَعَت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مُسَا قَاة یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ ۴: ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کر لیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ ۵: ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو، خدمت کرو، جو پھل آوے گا خواہ

= بکتاب والشفعة في أوله أو وسطه وقرأه إلى آخره بطلت. [رد المحتار ۳۷۴/۹ والھدایۃ ۲۱۴/۵] ① وإن صالح من الشفعة على عوض بطلت الشفعة ورد العوض؛ لأن حق الشفعة ثبت بخلاف القياس؛ لدفع الضرر فلا يظهر ثبوته في حق الاعتياض، ولا يتعلق إسقاطه بالجائز من الشرط فبالفساد أولى. [الھدایۃ ۳۳/۴ والھدایۃ ۵۰/۷] ② ویطلھا موت الشفیع قبل الأخذ بعد الطلب أو قبله، ولا تورث، لا یطلھا موت المشتري. [الدّر المختار ۴۰۱/۹ والھدایۃ ۵۰/۷] ③ وإذ بلغ الشفیع أنها بیعت بألف درهم وسلم، ثم علم أنها بیعت بأقل أو بحنطة أو شعیر، قیمتھا: ألف أو أكثر، فتسلیمه باطل، وله الشفعة،..... وإذ قيل له: إن المشتري فلان، فسلم الشفعة،..... ثم علم أنه غیره، فله الشفعة،..... ولو بلغه شراء النصف فسلم، ثم ظهر شراء الجميع، فله الشفعة. [الھدایۃ ۵۲/۷] ④ وفي الشریعة: هي: عقد على الزرع بیعض الخارج، وهي جائزة. [الھدایۃ ۹۹/۷ والدّر المختار ۴۵۶/۹ والھدایۃ ۲۹۱/۵] ⑤ المساقاة بحجز من الثمر..... جائزة، إذا ذكر مدة معلومة، وسمي جزء من الثمر مشاعاً،=

ایک دو سال، یا دس بارہ سال تک نصفانصف، یا تین تہائی تقسیم کر لیا جاوے گا یہ مساقاة ہے اور یہ بھی جائز ہے۔
مسئلہ: مزارعت کی درستی کے لئے بارہ شرطیں ہیں:-

- ۱: زمین کا قابلِ زراعت ہونا۔
- ۲: زمیندار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔
- ۳: مدتِ زراعت کا بیان کرنا۔
- ۴: بیج کا بیان کر دینا کہ زمیندار کا ہو گا یا کسان کا۔
- ۵: جنسِ کاشت کا بیان کر دینا کہ گھیوں ہو نگے یا جو مثلاً۔
- ۶: کسان کے حصے کا ذکر ہو جانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہو گا۔
- ۷: زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالہ کرنا۔
- ۸: زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک رہنا۔
- ۹: زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے، یا ایک کی فقط زمین اور باقی چیزیں دوسرے کے متعلق ہوں۔

مسئلہ: اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا، اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی، مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس

= والمساقاة: هي المعاملة في الأشجار. [الهداية ۱۱۷/۷ والدر المختار ۴۷۶/۹] ① وعندهما تصح بشروط ثمانية، صلاحية الأرض للزراعة وأهلية العاقلين، وذكر المدة، وذكر رب البذر، وذكر جنسه، وذكر قسط العامل الآخر، وبشرط التخلية بين الأرض ولومع البذر والعامل، وبشرط الشركة في الخارج، وكذا صحت لو كان الأرض له والباقي لآخر، والعمل له والباقي لآخر، فهذه الثلاثة جائزة. [الدر المختار ۴۵۸/۹] ② فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة إلخ، وبطلت في أربعة أوجه إلخ. [الدر المختار ۴۶۰/۹] ③ وإن فسدت المزارعة فالخارج لرب البذر، ويكون للآخر أجر مثل عمله أو أرضه، ولا يزداد على الشرط. [الدر المختار ۴۶۵/۹ والهداية ۱۰۷/۷]

قدر سے زیادہ نہ دیا جائے گا جو آپس میں دونوں کے ٹھہر چکا تھا، یعنی اگر مثلاً آدھا آدھا حصہ ٹھہرا تھا تو کل پیداوار کا نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ ۱: بعد معاملہ مزارعت کے اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے بزور کام لیا جائے گا، لیکن اگر بیچ والا انکار کرے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے گی۔

مسئلہ ۲: اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی مر جائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳: اگر مدت معینہ مزارعت کی گزر جائے اور کھیتی پکٹی نہ ہو، تو کسان کو زمین کی اجرت ان زائد دنوں کے عوض میں اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی۔

مسئلہ ۴: بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں، اور جو اجناس چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے تو اس کو تقسیم نہیں کرتے، بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں، سو ظاہر اُتبوجہ اس کے کہ یہ شرط خلاف مزارعت ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے، مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جائے، اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں یوں تفصیل کی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں، اور فلاں اجناس میں زمین بطور اجارہ کے دی جاتی ہے، اس طرح جائز ہو سکتا ہے، مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ ۵: بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور کمینوں کے بھی نکالتے ہیں، سو اگر بالقطع ٹھہرا لیا کہ ہم دوسن یا چار من ان حقوق کا لیں گے یہ تو ناجائز ہے، اور اگر اس طرح ٹھہرا لیا کہ ایک من میں ایک سیر مثلاً، یہ درست ہے۔

مسئلہ ۶: بعض لوگ اس کا تصفیہ نہیں کرتے کہ کیا بویا جائے گا، پھر بعد میں تکرار و قضیہ ہوتا ہے یہ جائز نہیں، یا تو

① ویجبر من أبی عن المضي إلا رب البذر فلا يجبر. [الدّر المختار ۹/۶۵ والهدایة ۷/۱۰۹] ② وإذا مات أحد المتعاقدين بطلت المزارعة. [الهدایة ۷/۱۱۰] ③ فإن مضت المدة قبل إدراك الزرع، فعلى العامل أجر مثل نصيبه من الأرض إلى إدراكه. [الدّر المختار ۹/۶۷ والهدایة ۷/۱۱۲] ④ هكذا يستنبط من الدرر الشامية. [۵/۱۹۷] ⑤ تفصيله في الفتاوى الهندية. [۵/۲۹۷] ⑥ وأما الذي يرجع إلى المزروع فهو أن يكون معلوماً، وهو أن يبين ما زرع إلا إذا قال له: ازرع فيها ما شئت، فيحوز له أن يزرع ماشاء. [الهندية ۵/۲۹۱]

اس تخم کا نام تصریحاً لے لے، یا عام اجازت دیدے کہ جو چاہے بونا۔

مسئلہ ۱۲: بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین میں تخم پاشی کر کے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت و خدمت کرو، جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً ان محنتیوں کا ہوگا، سو یہ بھی مزارعت ہے، جس جگہ زمیندار اصلی اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۳: اس اوپر کی صورت میں بھی مثل صورت سابقہ عرفاً تفصیل ہے، بعض اجناس تو ان عاملوں کو بانٹ دیتے ہیں اور بعض میں فی بیگھہ کچھ نقد دیتے ہیں، پس اس میں بھی ظاہراً وہی شبہ عدم جواز کا اور وہی تاویل جواز کی جاری ہے۔ (ق)

مسئلہ ۱۴: اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم و بیش مدت تک زمین سے منتفع ہو کر موروثیت کا دعویٰ کرنا، جیسا اس وقت رواج ہے محض باطل اور حرام اور ظلم و غصب ہے، بدون طیب خاطر مالک کے ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور کھانا اس کا حرام ہے۔

مسئلہ ۱۵: مساقاة کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے۔

مسئلہ ۱۶: اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کو دے، اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے، اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقات درست نہ ہوگی، جیسے مزارعت کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ ۱۷: اور عقد مساقات جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہونگے اور کام کرنے والے کو معمول کی مزدوری ملے گی جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

① إذا أراد المزارع أن يدفع الأرض إلى غيره مزارعة، فإن كان البذر من قبل رب الأرض، ليس له أن يدفع الأرض إلى غيره مزارعة إلا أن أذن له رب الأرض بذلك نصاً أو دلالة. [الهدية ۳۰۹/۵] ② وأما مجرد وضع اليد على الدكان ونحوها، وكونه يستأجرها عدة سنين بدون شيء مما ذكر فهو غير معتبر، فللموَجِر إخراجها من يده، إذا مضت مدة إيجارته وإيجارها لغيره. [رد المحتار ۲۴/۴] ③ وهي كالمزارعة حكماً وخلافاً وكذا شروطاً. [الدر المختار ۴۷۷/۹] ④ لوفيه أي الشجر المذكور ثمرة غير مدركة يعنى تزيد بالعمل، وإن مدركة قد انتهت لاتصح كالمزارعة؛ لعدم الحاجة. [الدر المختار ۴۸۱/۹] والهداية ۱۲۱/۷ ⑤ وإذا فسدت المساقاة فللعامل أجر مثله وصارت كالمزارعة إذا فسدت. [الهداية ۱۲۱/۷] والدر المختار ۴۷۹/۹

نشہ دار چیزوں کا بیان

مسئلہ ۱: جو چیز پتلی بننے والی نشہ دار ہو، خواہ شراب ہو یا تاڑی یا اور کچھ، اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگرچہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہو۔ اسی طرح دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں یا لپ کرنے میں نیز ممنوع ہے، خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصلی ہیئت پر رہے خواہ کسی تصرف سے دوسری شکل ہو جائے ہر حال میں ممنوع ہے۔ یہاں سے انگریزی دواؤں کا حال معلوم ہو گیا جن میں اکثر اس قسم کی چیزیں ملائی جاتی ہیں۔

مسئلہ ۲: اور جو چیز نشہ دار ہو مگر پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجھد ہو جیسے تمباکو، جاقفل، افیون وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ جو مقدار بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضرر شدید ہو وہ تو حرام ہے، اور جو مقدار نشہ نہ لائے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ جائز ہے۔ اور اگر ضما وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

شرکت کا بیان

شرکت ۳: دو طرح کی ہے، ایک شرکتِ املاک کہلاتی ہے، جیسے ایک شخص مر گیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک

① ما أسکر کثیرہ قلیلہ حرام، وکل مسکر خمر، ویکرہ شرب دردی الخمر والامتنشاط به، المراد بالکراهة الحرمة؛ لأن فیہ أجزاء الخمر، ولا یجوز الانتفاع بالخمر لأن الانتفاع بالنجس حرام، ولا یجوز أن یدای بہا جرح ولا دبدرابہ؛ لأنه نوع انتفاع، ولا تسقی آدمیاً ولو صبیاً. [مجمع الأنهر ۴/ ۲۴۹-۲۵۲] ② ویحرم أکل البنج والحشیشة الخ، الصواب أن مراد صاحب الهدایة وغیرہ إباحة قلیلہ للتداوی ونحوہ، ومن صرح بحرمتہ أراد به القدر المسکر منه، یدل علیہ ما فی غایة البیان عن شرح شیخ الإسلام: أکل قلیل البنج مباح للتداوی، وما زاد علی ذلك إذا کان یقتل أو یذهب العقل حرام، فهذا صریح فیما قلنا، مؤید لما بحثنا سابقاً من تخصیص ما مر أن ما أسکر کثیرہ حرم قلیلہ بالمناعات، وهكذا یقال فی غیرہ من الأشياء الجامدة المضرة فی العقل وغیرہ یحرم تناول القدر المضر منها دون القلیل النافع، وإن حرمتها لیست بعینها بل لضررها. [الدّر المختار ۱۰/ ۴۶] ③ الشركة نوعان: شركة ملك، وهی أن یتملك رجلان شیئاً من غیر عقد الشركة بینهما. وشركة عقد، وهی أن یقول أحدهما: شاركك في كذا، ویقول الآخر: قبلت، شركة الملك نوعان: شركة جبر، وشركة اختيار، فشركة الجبر أن یختلط المالان لرجلین بغیر اختیار المالکین خلطاً لا یمکن التمییز حقیقة بأن کان الجنس واحداً، أو یمکن التمییز بضرب کلفة ومشقة، نحو أن یختلط الحنطة بالشعیر، أو یرثا مالاً، وشركة الاختیار أن یوهب لهما مال، أو یملکا مالا باستیلاء أو یخلطا مالهما، أو یملکا مالاً بالشراء أو بالصدقة أو بوصی لهما فیقبلان، وركنهما: اجتماع النصیبین، وحکمها وقوع الزیادة علی =

ہیں، یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی، یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کر دی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی کو کوئی تصرف بلا اجازت دوسرے شریک کے جائز نہیں۔ دوسری شرکت عقد ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے، اس شرکت کے اقسام واحکام یہ ہیں:

مسئلہ ۱: ایک قسم شرکت عقد کی شرکت عنان ہے، یعنی دو شخصوں نے تھوڑا تھوڑا روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں، اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا راس المال نقد ہو، خواہ روپیہ یا اشرافی یا پیسے، سوا گردونوں آدمی کچھ اسباب غیر نقد شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں، یا ایک کا راس المال نقد ہو اور دوسرے کا غیر نقد، یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۲: شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم، اور نفع کی شرکت باہمی رضا مندی پر ہے، یعنی اگر یہ شرط ٹھہرے کہ مال تو کم و زیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا، یا مال برابر ہے مگر نفع تین تہائی ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۳: اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں ہر قسم کا تصرف متعلق تجارت کے جائز ہے، بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو۔ لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر بعد قرار پانے اس شرکت کے کوئی چیز خریدی نہیں گئی، اور مال شرکت تمام یا ایک شخص کا مال تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی۔ اور ایک شخص بھی اگر کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ہلاک ہو گیا تو شرکت

=الشركة بقدر الملك، ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. [الهندية ۲/۳۲۰] ①، ② وشركة عنان، وهي أن يشتركا متساويين أو غير متساويين، وتتضمن الوكالة فقط دون الكفالة، وتصح في نوع من التجارات أوفي عمو مها، وبيع مال كل منهما وبكله، ومع التفاضل في رأس المال والربح ومع التساوي فيهما أوفي أحدهما دون الآخر، ومع زيادة الربح للعامل عند عمل أحدهما. [مجمع الأنهر ۲/۵۵۲] ولا يصح بمال غائب أو دين في الحالين. [الهندية ۲/۳۲۴] ③ یعنی ایک کو دو تہائی، اور دوسرے کو ایک تہائی۔ (محشی)

④ دیکھو حاشیہ مسئلہ ①، ② صفحہ ہذا۔ ⑤ وإذا هلك مال الشركة أو أحد المالكين قبل أن يشترى شيئاً، بطلت الشركة، وإن اشترى أحدهما بماله وهلك مال الآخر قبل الشراء، فالمشترى بينهما على ما شرط، ويرجع على شريكه بحصته من ثمنه. [الهداية ۳۷۶/۴ والدر المختار ۴۸۳/۶]

باطل نہ ہوگی، مال خرید و فروش کا ہوگا اور جس قدر اس مال میں دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زینشن اُس دوسرے شریک سے وصول کر لیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے دس روپے تھے اور دوسرے کے پانچ۔ دس روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ روپے والے کے روپے ضائع ہو گئے، سو پانچ روپے والا اس مال میں ثلث کا شریک ہے، اور دس روپے والا اس سے دس روپے کا ثلث نقد وصول کر لے گا، یعنی تین روپے پانچ آنے چار پائی۔ اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ ①: اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں، صرف زبانی ایجاب و قبول سے یہ شرکت منعقد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ②: نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہئے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی، مثلاً اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو سو روپے ملیں گے، باقی دوسرے کا، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ ③: ایک قسم شرکت عقد کی شرکت صنائع کہلاتی ہے، اور شرکت تقبل بھی کہتے ہیں، جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کر لیں کہ جو کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کر لے، اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ ④: جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہو گیا، مثلاً ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لئے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس پر تقاضا کر سکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے، اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے، اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دیدی تو بھی بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ ⑤: ایک قسم شرکت کی شرکت وجوہ ہے، یعنی نہ اُن کے پاس مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے، صرف باہمی یہ

① وتجاوز الشركة وإن لم يخلطاً. [الهداية ۳۷۸/۴] ② ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح. [الهداية ۳۷۹/۴ والدر المختار ۴۸۴/۶] ③ أما شركة الصنائع، وتسمى شركة التقبل كالخياطين والصباغين يشتريان على أن يتقبلا الأعمال، ويكون الكسب بينهما، فيجوز ذلك. [الهداية ۳۸۰/۴ والدر المختار ۴۹۳/۶] ④ وكل ماتقبله أحدهما يلزمهما، فيطالب كل واحد منهما بالعمل، ويطالب كل منهما بالأجر، ويبرأ دافعها بالدفع إليه. [الدر المختار ۴۹۴/۶ والهداية ۳۸۲/۴] ⑤ وشركة الوجوه، وهي أن يشتري كل (ولا مال لهما ولا عمل) على أن يشتريا بوجوهما أي بسبب وجاهتهما ويبيعا، =

قرار دیا کہ دوکانداروں سے اُدھار مال لے کر بیچا کریں۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا، اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی اُسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا، یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو بالصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصفاً نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر مال کو تین تہائی مشترک ٹھہرایا گیا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

تتمہ حصہ پنجم اصلی بہشتی زیور کا تمام ہوا، حصہ ششم، ہفتم، ہشتم اور دہم کا تتمہ نہیں ہے آگے حصہ نہم کا تتمہ آتا ہے

=فماحصل بالبيع يدفعان منه ثمن ما اشترى بالنسبة، والربح الباقي يكون بينهما، وتتضمن الوكالة فيما يشتر يانه، فإن شرطافي

الوجوه مناصفة المشتري أو مثالثة فالربح كذلك. [سكب الأنهر ۱/۷۳۵]

① حصہ دہم کا تتمہ رسالہ ”رفیق سفر و آداب المعاشرت“ کو سمجھنا چاہئے جو علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے ہیں۔ (ی)

تمتہ حصہ نہم اصلی بہشتی زیور

تمہید

چونکہ بہشتی زیور میں مسائل مخصوص بالز جال نہیں، اسی طرح اس کے حصہ نہم میں امراض مخصوص بالز جال نہیں لکھے گئے اور ان کی تتیم و تکمیل کے لئے بہشتی گوہر لکھا گیا ہے، اس لئے حصہ مسائل کے ختم ہونے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ معالجات مخصوص بالز جال بھی اس میں شامل کر دیئے جائیں، اس کے کاتب بھی حکیم مولوی محمد مصطفیٰ صاحب ہیں۔ (کتبہ اشرف علی عفی عنہ)

مردوں کے امراض

جریان: اس کو کہتے ہیں کہ پیشاب سے پہلے یا پیشاب کے بعد چند قطرے سفید دودھ کے سے رنگ کے گریں۔ اس سے ضعف دن بدن بڑھتا ہے، اور چاہے کیسی ہی عمدہ غذا کھائی جائے مگر بدن کو نہیں لگتی۔ آدمی ہمیشہ دُبلّا اور کمزور، زرد رہتا ہے، اور جب بڑھ جاتا ہے تو معدہ بھی خراب ہو جاتا ہے، بھوک نہیں لگتی اور جو کچھ کھایا جائے ہضم نہیں ہوتا، دست آجاتے ہیں، قبض ہو جاتا ہے، جریان کے مریض کو جب قبض بہت ہو جاتا ہے تو علاج بھی مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ اکثر دوائیں جریان کی قابض ہوتی ہیں، ان سے قبض بڑھتا ہے، اور قبض سے جریان کو زیادتی ہوتی ہے اس واسطے اس کے علاج سے غفلت مناسب نہیں، شروع ہی میں غور سے علاج کر لیں۔

جریان کی اقسام: جریان کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ مزاج میں گرمی بڑھ کر خون اور منی میں حدّت آجائے، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ قطرے جو پیشاب سے پہلے یا بعد میں آتے ہیں بالکل سفید نہ ہوں، بلکہ کسی قدر زردی مائل ہوں اور سوزش کے ساتھ نکلیں، بلکہ پیشاب میں بھی جلن پیدا ہوتی ہو، اور علامات بھی خون کی گرمی کے موجود ہوں، جیسے گرمی کے موسم میں جریان کو زیادتی ہونا اور سردی میں کم ہو جانا یا سرد پانی سے نہانے سے آرام پانا۔

علاج: یہ سفوف کھائیں، گوند ببول، کتیرا، چینی گوند، طباشیر، کشتہ قلعی، ست بہروزہ، دانہ الاپچی خورد، پھلی ببول، ستاور، تالمکھانہ، موصلی سیاہ، موصلی سفید، موچرس، گوند نیم، اندر جوشیریں، سب تین تین ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ پونے چار تولہ ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیاں بنالیں اور ایک پڑیا ہر روز گائے کی تازی چھاچھ پاؤ بھر کے ساتھ پھانکیں، اگر گائے کی چھاچھ میسر نہ ہو تو بھینس کی سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو مصری کے شربت کے ساتھ کھائیں، یہ سفوف سوزاک کے لئے بھی مفید ہے۔

پرہیز: گائے کے گوشت اور جملہ گرم چیزوں سے جیسے میتھی، بیگن، مولی، گڑ، تیل وغیرہ، جریان کی اس قسم میں کسی قدر رُشی کا استعمال چنداں مُضر نہیں، بشرطیکہ بہت پُرانا ہو گیا ہو۔

دوسرا سفوف: نہایت مقوی اور سوزش پیشاب اور اس جریان کو مفید ہے جو گرمی سے ہو۔ چھوٹی مائیں، طباشیر، زہر مہرہ خطائی، تالمکھانہ، بنجبند، سُرخ گلاب، زیرہ دھنیا، پوست بیرون پستہ، دانہ الاپچی خورد، چھالیہ کے پھول سب چھ چھ ماشہ، املی کے بیجوں کی گری دو تولہ کوٹ چھان کر برگد کے دودھ میں بھگوئیں، اور سایہ میں خشک کر لیں، پھر موصلی سفید، موصلی سیاہ، شقائق مصری، ثعلب مصری سب چار چار ماشہ کوٹ چھان کر مصری چار تولہ پس کر ملا کر چھ ماشہ کی پڑیاں بنالیں، اور ایک پڑیا ہر روز دودھ کی لسی کے ساتھ پھانکیں۔

تیسرا سفوف: گرم جریان کے لئے مفید ہے اور بھوک بڑھاتا ہے اور مسک بھی ہے، ثعلب مصری، تخم خرفہ، کشتہ قلعی، بنسلوچن، کہربائے شمع، گنار، مغز تخم کدوئے شیریں، بہمن سُرخ، سب چھ چھ ماشہ، مصطکی رومی دو ماشہ، مازو، تخم ریحاں، تین تین ماشہ کوٹ چھان کر، مصری چار تولہ آٹھ ماشہ پس کر ملا کر تین تین ماشہ کی پڑیاں بنالیں، پھر ایک پڑیا صبح اور ایک شام مصری کے شربت کے ساتھ پھانکیں۔

جریان کی دوسری قسم: وہ ہے کہ مزاج میں سردی اور رطوبت بڑھ کر پٹھے کمزور ہو کر پیدا ہو۔ علامت یہ ہے مادہ منی نہایت رقیق ہو اور احتلام اگر ہو تو ہونے کی خبر بھی نہ ہو، اور منی ذرا ارادہ سے یا بالکل بے ارادہ خارج ہو جاتی ہو۔

علاج: یہ دوا کھائیں۔ اندر جوشیریں، سمندر پھل، تخم کوچ، تخم پیاز، تخم انگن، عاقر قرحا، ریوند چینی، سب ساڑھے دس دس ماشہ کوٹ چھان کر بیس پڑیاں بنالیں، پھر ایک انڈالیں اور سفیدی اس کی نکال ڈالیں، اور زردی اسی میں

رہنے دیں، پھر ایک پڑیا دوائی مذکور کی لے کر اس انڈے میں ڈالیں اور سوراخ آٹے سے بند کر کے بھوبھل میں انڈے کو نیم برشت کر کے کھالیں۔ اسی طرح بیس دن تک کھائیں۔

سفوف مغلاظ منی اور مسک: سنگھاڑا خشک، گوند ببول چھ چھ ماشہ، مازو، مصطکی رومی تین تین ماشہ، نشاستہ، تالکھانہ، ثعلب مصری چار چار ماشہ کوٹ چھان کر، مصری ڈھائی تولہ ملا کر سفوف بنالیں اور پانچ ماشہ سے سات ماشہ تک تازے پانی کے ساتھ کھائیں، اور اس قسم میں جوارش کمونی ایک تولہ ہر روز کھانا مفید ہے۔

ایک قسم جریان: کی وہ ہے کہ گردہ بہت ضعیف ہو جائے اور چربی اس کی پگھل کر بصورت منی نکلنے لگے، یہ حقیقت میں جریان نہیں صرف جریان کے مشابہ ہونے سے اس کو جریان کہہ دیتے ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ بعد پیشاب یا قبل پیشاب ایک سفید چیز بلا ارادہ نکلے، اور مقدار بہت زیادہ ہو، اور اس کے نکلنے سے ضعف بہت محسوس ہو، نیز امراضِ گردہ پہلے سے موجود ہوں جیسے درد گردہ، پتھری، ریگ وغیرہ۔

علاج: معجون لبوب کبیر بہت مفید ہے، گردہ کو طاقت دیتی ہے اور ضعف باہ اور چربی پیشاب میں آنے کو دور کرتی ہے اور مقوی تمام بدن ہے، نسخہ یہ ہے (قادری): مغز پستہ، مغز فندق، مغز بادام شیریں، حبہ الخضر اء، مغز اخروٹ، مغز چلغوزہ، مغز حب الزلم، ماہی رو بیان، خونجان، شقائق مصری، بہمن سرخ، بہمن سفید، تودری زرد، تودری سُرخ، سوٹھ، تل چھلے ہوئے، دارچینی قلمی، سب پونے نوؤ ماشہ، بالچھر، ناگر موتھ، لونگ، کبابہ، حب القلقل، تخم گاجر، تخم شلغم، تخم ترب، تخم پیاز، تخم اسپست، تخم ہلیون اھیل، اندر جو شیریں، درونج عقربی، زکچور سواپانچ پانچ ماشہ، جوز بوا، جوتری، چھڑیلہ، پیپل، ساڑھے تین تین ماشہ، ثعلب مصری، مغز تار جیل، چڑوں کا مغز یعنی بھیجا، تخم خشخاش سفید ساڑھے سترہ سترہ ماشہ، سورنجان شیریں، بوزیدان، پودینہ خشک، سب سات سات ماشہ، عود غرقی ساڑھے چار ماشہ، زعفران، مصطکی رومی، تودری سفید، سات سات ماشہ، مایہ شتر اعرابی پونے سات سات ماشہ، سب سینتالیس دوائیں ہیں، کوٹ چھان کر شہد خالص ایک سو پانچ تولہ کا قوام کر کے ملا لیں، اور غبر ساڑھے چار ماشہ اور مشک اصلی سوادو ماشہ پیس کر ملا لیں، اور ورق نقرہ پچیس عدد اور ورق طلا پندرہ عدد تھوڑے شہد میں حل کر کے خوب ملا لیں، اور چھ ماشہ ہر روز کھائیں۔ یہ معجون نہایت مقوی اور باہ کو بڑھا دینے والی ہے، مگر کسی قدر گرم ہے، جن کے مزاج میں گرمی زیادہ ہو وہ اس دوسری معجون کو کھائیں اس کا نام معجون لبوب بارد ہے (قادری)۔

مجنون لبوب بارد: مغز بادام شیریں، تخم خشکاش سفید، مغز تخم خیارین ایک ایک تولہ، مغز تخم کدوئے شیریں، سوٹھ، خلنجان، شقائق مصری، دس دس ماشہ، مغز تخم خرپڑہ، تخم خرفہ چھ ماشہ، کتیرا چار ماشہ، مغز چلغوزہ، تودری زرد، تودری سُرخ، تخم گذر، تخم ہلیون اصیل دودو ماشہ کوٹ چھان کر ترنجبین خراسانی بائیس تولہ کا قوام کر کے ملا لیں، خوراک سات ماشہ۔

مجنون لبوب: کا ایک اور نسخہ ہے، اس کا نام مجنون لبوب صغیر ہے، قیمت میں کم، نفع میں مجنون لبوب کبیر کے قریب ہے۔ دماغ و گردہ مثانہ اور دافع نسیان اور رنگ نکالنے والی اور منی پیدا کرنے والی ہے۔ مغز بادام شیریں، مغز اخروٹ، مغز پستہ، مغز حبۃ الخضراء، مغز چلغوزہ، حب الزلم، مغز فندق، مغز نارجیل، مغز حب القلقل، تخم خشکاش سفید، تودری سُرخ، تودری سفید، تل دھوئے ہوئے، تخم جرجیر، تخم پیاز، تخم شلغم، تخم اسپست اصیل، بہمن سفید، بہمن سُرخ، سوٹھ، پیپل کبابہ، خرفہ، دارچینی قلمی، خلنجان، شقائق مصری، تخم ہلیون اصیل سب ایک ایک تولہ (گل ستائیس دوائیں ہیں) خوب کوٹ کر شہد اکیاسی تولہ میں ملا لیں، پھر سات ماشہ سے ایک تولہ تک کھائیں۔

ضعفِ باہ اور سرعت کا بیان

ضعفِ باہ کی بارہ صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خواہشِ نفسانی کم ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ خواہش بدستور رہے مگر عضو مخصوص میں فتور پڑ جائے جس سے جماعت پر پوری قدرت نہ رہے۔ بعضوں کو ان دونوں صورتوں میں سے ایک صورت پیش آتی ہے، اور بعضوں میں دونوں جمع ہو جاتی ہیں، جس کو صرف پہلی صورت پیش آئے، اس کو کھانے کی دوا کی ضرورت ہے، اور جن کو صرف دوسری صورت پیش آئے اُن کو لگانے کی دوا کی احتیاج ہے، اور اگر دونوں صورتیں جمع ہوں تو کھانے اور لگانے دونوں قسموں کی ضرورت ہے۔ ضعفِ باہ کا بالکل صحیح باقاعدہ علاج طبیب بہت غور کے ساتھ کر سکتا ہے، اس لئے اقسام اور اسباب چھوڑ کر کثیر الوقوع قسمیں اور سہل سہل علاج لکھے جاتے ہیں۔

ضعفِ باہ کی پہلی صورت: یعنی خواہشِ نفسانی کا کم ہو جانا۔ اس کے کئی سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی بوجہ غذا خاطر خواہ نہ ملنے، یا عرصہ تک بیمار رہنے، یا کسی صدمے کے دُبلّا اور کمزور ہو جائے، جب تمام بدن میں ضعف ہوگا تو قوتِ باہ میں ضرور ضعف ہو جائے گا۔

علاج: یہ ہے کہ غذا عمدہ کھائیں، اور دل سے صدمہ اور رنج کو جس طرح ممکن ہو ہٹائیں، اور سویا زیادہ کریں، اور جب تک قوت بحال نہ ہو عورت سے علیحدہ رہیں، اور معجون لبوب کبیر اور معجون صغیر اور معجون لبوب بارد اس کے لئے نہایت مفید ہیں۔ یہ تینوں نسخے جریان کے بیان میں گذر چکے ہیں، ایک سبب خواہشِ نفسانی کے کم ہونے کا یہ ہے کہ دل کمزور ہو۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ذرا سے خوف اور صدمے سے بدن میں لرزہ سا محسوس ہونے لگے اور مزاج میں شرم و حیا حد سے زیادہ ہو۔

علاج: یہ ہے کہ دواء المسک اور مفرح دوائیں کھائیں اور زیادہ شرم کو بتکلف کم کریں۔ دواء المسک کا نسخہ بہشتی زیور حصہ نہم میں صفحہ ۷۷ پر گزر چکا ہے، اور مفرح نسخے آگے آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک سبب خواہشِ نفسانی کے کم ہونے کا یہ ہے کہ دماغ زیادہ کمزور ہو جائے۔ علامت یہ ہے کہ مجامعت سے درد سر یا ثقلِ سماعت یا پریشانی حواس پیدا ہو۔

علاج: قوتِ دماغ کے لئے حریرہ پئیں، یا میوہ کھایا کریں۔

حریرہ کا نسخہ: جو مقوی دماغ اور مغلظ منی اور مقوی باہ ہے، مغز تخم کدوئے شیریں، مغز تخم تربوز، مغز تخم پیٹھا، مغز بادام شیریں، سب چھ ماشہ پانی میں پیس کر سنگھاڑھے کا آٹا، ثعلب مصری پسی ہوئی، چھ ماشہ ملا کر گھی چار تولہ سے بگھار کر مصری سے میٹھا کر کے پیا کریں۔ میوے کی ترکیب یہ ہے کہ ناریل، چھوہارہ، مغز بادام شیریں، کشمش اور مغز چلغوزہ پاؤ پاؤ بھر اور پستہ آدھا پاؤ ملا کر رکھ لیں اور تین چار تولے ہر روز کھایا کریں، اور اگر مرغوب ہو تو بھننے ہوئے چنے ملا کر کھائیں کہ نہایت مجرب ہے، اور چند نسخے مقوی دماغ حلوے وغیرہ کے آگے آتے ہیں۔ ایک سبب خواہشِ نفسانی کم ہونے کا یہ ہے کہ گردہ میں ضعف ہو۔ یہ قسم ان لوگوں کو ہوتی ہے جن کو کوئی مرض گردہ کا رہتا ہے جیسے پتھری، ریگ وغیرہ۔

علاج: اگر پتھری یا ریگ کا مرض ہو تو اس کا علاج باقاعدہ طبیب سے کرائیں، اور اگر پتھری یا ریگ کی شکایت نہ ہو تو گردے کی طاقت کے لئے معجون لبوب کبیر یا معجون لبوب صغیر یا معجون لبوب بارد کھائیں۔ (طب اکبر)

یہ تینوں نسخے جریان کے بیان میں گذر چکے ہیں۔ کبھی خواہشِ نفسانی کم ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ معدہ یا جگر میں

کوئی مرض ہوتا ہے، علامت اس کی بھوک نہ لگنا اور کھانا ہضم نہ ہونا ہے۔ اس کا علاج بھی باقاعدہ طبیب سے کرائیں، اور ان امراض سے صحت ہو جانے کے بعد معجون زرغونی کھائیں۔ اس کا نسخہ آگے آتا ہے۔

ضعفِ باہ کے لئے چند دواؤں اور غذاؤں کا بیان حلوا مقوی باہ اور مغلظ منی دافع سرعت مقوی دل و دماغ و گردہ

ثعلب مصری دو تولہ، چھوہارہ آدھ پاؤ، موصلی سفید، موصلی سیاہ، شقائق مصری، بہمن سفید، بہمن سُرخ ایک ایک تولہ کوٹ چھان کر سب ولایتی عمدہ کدو کش میں نکالے ہوئے آدھ سیر، ان سب کو گائے کے پانچ سیر دودھ میں پکائیں کہ کھویا سا ہو جائے، پھر آدھ سیر گھی میں بھون لیں، پانی بالکل نہ رہے اور سُرخ ہو جائے پھر بیس انڈوں کی زردی کو علیحدہ ہلکا سا جوش دیکر ملا لیں، اور خوب ایک ذات کر لیں، پھر کچی کھانڈ ڈیڑھ سیر ڈال کر ایک جوش دے لیں کہ حلوا بن جائے، پھر ناریل، پستہ اور مغز بہدانہ چار چار تولہ، مغز بادام شیریں پانچ تولہ، مغز فندق دو تولہ خوب کوٹ کر ملا لیں، اور جوز بوا، جوتری چھ چھ ماشہ، زعفران دو ماشہ، مشک خالص ڈیڑھ ماشہ، عرق کیوڑہ چار تولہ میں کھرل کر کے خوب آمیز کر لیں، خوراک دو تولہ سے چھ تولہ تک، جس کو انڈا موافق نہ ہونہ ڈالے۔

حلوا مقوی باہ مقوی معدہ بھوک لگانے والا رافع خفقان مقوی دماغ چہرہ پر رنگ لانے والا

سوجی پاؤ بھر، گھی آدھ سیر میں بھونیں، پھر مصری آدھ سیر ملا کر حلوا بنالیں، پھر بنسلو چن، دانہ الا پچی خورد، دارچینی قلمی چھ چھ ماشہ، گاؤ زبان، گل گاؤ زبان ایک ایک تولہ، ثعلب مصری چار تولہ کوٹ چھان کر ملا لیں اور مغز بادام شیریں تین تولہ مغز نارجیل، مغز کدوئے شیریں چار چار تولہ خوب کوٹ کر ملا لیں اور مشک ڈیڑھ ماشہ، زعفران ایک ماشہ، عرق کیوڑہ چار تولہ میں پیس کر ملا لیں اور چاندی کے ورق تین ماشہ تھوڑے شہد میں حل کر کے سارے حلوے میں خوب ملا لیں اور دو تولہ سے چار تولہ تک کھائیں، اگر کم قیمت کرنا ہو تو مشک نہ ڈالیں۔ یہ حلوا زچہ عورتوں کو بھی بہت موافق ہے۔ یہ حلوا ضعفِ باہ کی اس قسم میں مفید ہے جو ضعفِ قلب سے ہو۔

ضعفِ باہ کے لئے چند دواؤں اور غذاؤں کا بیان

گاجر کا حلوا: مقویِ باہ مغلظ منی مقوی دل و دماغ فرہی لانے والا دافعِ سرعت و مقوی گردہ۔ گاجر دیسی سُرخ رنگ تین سیر چھیل کر ہڈی دور کر کے کدو کش میں نکالیں، اور مغز نارجیل اور چھوہارہ پاؤ پاؤ بھران دونوں کو بھی کدو کش میں نکال لیں، پھر ثعلبِ مصری، شقائقِ مصری، بہمنِ سُرخ، بہمنِ سفید، موصلی سفید، موصلی سیاہ سب دو دو تولہ کوٹ چھان کر ان سب کو گائے کے دودھ چار سیر میں پکائیں کہ کھویا سا ہو جائے، پھر ایک سیر گھی میں بھونیں اور شکر سفید دو سیر ڈال کر حلوا بنالیں، پھر گوندنا گوری چار تولہ، کشتہ قلعی، جوز بوا، جوتری چھ چھ ماشہ، اندر جو شیریں، ستاوردو دو تولہ، الاچھی خورد چھ ماشہ کوٹ چھان کر ملا لیں، اور مغز بادام شیریں، مغز پستہ، مغز تخم کدوئے شیریں پانچ پانچ تولہ کوٹ کر ڈالیں اور زعفران تین ماشہ، مُشک خالص ڈیڑھ ماشہ عرق کیوٹہ میں حل کر کے خوب آمیز کر لیں، خوراک دو تولہ سے پانچ تولہ تک۔ اگر قیمت کم کرنا ہو تو مُشک نہ ڈالیں، یہ حلوا بھی ضعفِ باہ کی اس قسم میں جو ضعفِ قلب سے ہو مفید ہے۔

گھیکوار کا حلوا: مقویِ باہ و مغلظ منی نافع درد کمر و درہنجی۔ سنگھاڑے کا آٹا، مغز گھیکوار آدھ آدھ سیر، گھی آدھ سیر میں بھونیں، شکر سفید آدھ سیر ملا کر حلوا کر لیں اور چار تولہ روز چالیس دن تک کھائیں۔ یہ حلوا اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے مزاج میں بہت سردی ہو یا جوڑوں میں درد رہتا ہو، یا فالج یا لقوہ کبھی ہو چکا ہو۔ سرد مزاج عورتوں کے لئے بھی بے حد مفید ہے، بعض لوگوں کو سرعتِ انزال کی شکایت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، اس میں علاوہ اور خرابیوں کے ایک یہ بھی نقصان ہے کہ اولاد نہیں ہوتی، وہ اس گولی کا استعمال کریں۔ طباشیر، مصطلگی رومی، جدوار، جوتری، دارچینی قلمی، ثعلبِ مصری، شقائقِ مصری، بہمنِ سُرخ، بہمنِ سفید، درونجِ عقربی، پوست بیرون پستہ، نشاستہ، کچلہ مدبر کشتہ فولاد، مغز چلغوزہ، سونٹھ، بزرالنج سفید سب چار چار رتی، ماہی روپیاں تین ماشہ، مغز بادام شیریں ایک دانہ، زعفران دو رتی خوب باریک پیس کر افیون خالص ساڑھے چار ماشہ پانی میں گھول کر ادویہ مذکورہ میں ملا لیں، پھر مُشک خالص دو رتی، عنبر خالص دو رتی، ورقِ نقرہ سات عدد، ورقِ طلا ساڑھے تین عدد کھل کر کے خوب ملا لیں، اور کالی مرچ کے برابر گولیاں بنالیں، اور ایک گولی تین گھنٹہ قبلِ مجامعت سے کھائیں، اگر دودھ موافق ہو دودھ کے ساتھ، ورنہ ایک گھونٹ پانی کے ساتھ، جن کو نزلہ زکام اکثر رہتا ہو، وہ زکام سے آرام ہونے کے بعد چند روز تک

① جندبیدستر کا کھانا جائز نہیں، اس لئے حکیم صاحبِ مرحوم نے اس کا جو بدل تجویز کیا تھا اس مرتبہ وہی لکھ دیا گیا۔ (شبیر علی)

ایک گولی ہر روز بوقت صبح کھاتے رہیں تو آئندہ زکام نہ ہو، اور اگر کھانے والا ایفون چھوڑ کر چند روز اُسے کھائے تو ایفون کی عادت چھوٹ جاتی ہے، پھر بتدریج اس کو بھی چھوڑ دے۔

دوسری کم قیمت گولی مانع سُرعَت: عاقر قرحا، مازوئے سبز چھ ماشہ، دانہ الا پچی کلاں دو تولہ، تخم ریحان تین تولہ، مصطکی رومی ایک تولہ کوٹ چھان کر پانی سے گوندھ کر دودھ ماشہ کی گولیاں بنالیں، پھر تین گولی مجامعت سے دو تین گھنٹے پہلے گائے کے دودھ کے ساتھ کھائیں۔

غذا مقوی باہ اور مغلظ منی: (قانون جلد ۲) اُڑ کی دال پاؤ بھر لیں اور پیاز کا عرق اس میں ڈالیں کہ اچھی طرح تر ہو جائے، ایک رات بھیگا رہنے دیں، پھر سایہ میں خشک کر لیں، اسی طرح تین دفعہ تر و خشک کر کے چھلکے دُور کر کے رکھ لیں، پھر ہر روز پونے دو تولہ اس دال میں سے لے کر پیس کر کچی کھانڈ پونے دو تولہ اور گھی پونے دو تولہ ملا کر بلا پکائے ہوئے کھایا کریں، چالیس دن کھائیں، اور عورت سے علیحدہ رہیں، پھر اثر دیکھیں جریان کے واسطے بھی از بس مفید ہے۔

غذا مقوی باہ مولد منی دافع درد کمر مقوی گردہ وغیرہ: گائے کا گھی اور گائے کا دودھ اور پستے کا تیل پاؤ پاؤ بھر لیں اور ملا کر پکائیں، یہاں تک کہ پاؤ بھر رہ جائے، پھر ایک صاف برتن میں رکھ لیں اور ہر روز صبح دو تولہ سے چار تولہ تک کھایا کریں۔

غذا مقوی باہ و گردہ مولد منی اور قریب باعبدال: چنے عمدہ بڑے دانہ کے لیں اور پیاز کے پانی میں بھگوئیں اور سایہ میں خشک کریں، اسی طرح سات دفعہ اور کم از کم تین دفعہ کر کے پیس کر مصری ہم وزن ملا کر رکھ لیں اور ایک تولہ صبح کو اور چھ ماشہ رات کو سوتے وقت دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔

غذا مقوی باہ سرد مزاجوں کے لئے: پیاز کا پانی نچوڑا ہوا پاؤ بھر، شہد خالص پاؤ بھر ملا کر پکائیں کہ پاؤ بھر رہ جائے، پھر ڈیڑھ تولہ سے تین تولہ تک گرم پانی یا چائے کے ساتھ سوتے وقت کھایا کریں۔

غذا مقوی باہ و مقوی بدن و مولد منی اور فرہی لانے والی: مغز حب القلقل، مغز بادام شیریں، مغز فندق، مغز

① اخروٹ پانچ پانچ تولہ، مغز نارجیل، مغز چلغوزہ، سات سات تولہ سب کو الگ الگ کوٹیں، پھر اڑسٹھ تولہ قند سفید کا گاڑھا قوام کریں، اور ایک ماشہ مشک خالص، اور تین ماشہ زعفران عرق کیوڑہ میں حل کر کے اسی قوام میں ملا کر مغزیات مذکورہ بالا خوب ملا لیں، اور ڈیڑھ تولہ ہر روز کھایا کریں، اگر کم قیمت کرنا ہو مشک نہ ڈالیں۔

② **حلوہ مقوی باہ و معدہ:** چنے عمدہ پاؤ بھر لیں اور پیاز کے پانی میں یا خالص پانی میں بھگوئیں، جب پھول جائیں گائے کے گھی میں یا کسی گھی میں خفیف بھون لیں، پھر برابر ان کے چلغوزہ لیں اور دونوں کو کوٹ کر اتنے شہد میں ملا لیں کہ جس میں گندھ جائے، پھر مصطکی رومی اور دارچینی قلمی ایک ایک تولہ باریک پیس کر ملا لیں، اور سینی میں ڈال کر جمائیں، اور قتلیاں کاٹ کر رکھ لیں، اور دو تولہ سے پانچ تولہ تک کھایا کریں۔

③ **دوا کم خرچ مقوی باہ:** چنے عمدہ بڑے بڑے چھانٹ کر دو تولہ رات کو پانی میں بھگو کر رکھیں، صبح کو چنے پانی میں سے نکال کر ایک ایک کر کے کھالیں، بعد ازاں وہ پانی شہد میں ملا کر پی لیں، بعض لوگوں کو اس سے بے حد نفع ہوا۔

بطور اختصار چند مقوی باہ غذاؤں کا ذکر

گوشت مرغ، گوشت گوسفند زفر بہ، پرندوں کا گوشت، نیم برشت انڈا، خاص کردار چینی اور کالی مرچ اور خولجان کے ساتھ یا نمک سلیمانی کے ساتھ، مچھلی کے انڈے، چڑوں اور کبوتروں کے سر، گھی دودھ، دودھ چاول، انڈوں کا خریز یعنی خاکینہ۔

④ **مجنون زرعوئی کا نسخہ:** کالی مرچ، پیپل، سونٹھ، خرفہ، دارچینی قلمی، لونگ ایک ایک ماشہ، تودری سُرخ، تودری سفید، بہمن سفید، بہمن سُرخ، بوزیدان، اندر جوشیریں، قسط شیریں، ناگر موتھ، بالچھڑ تین تین ماشہ کوٹ چھان کر شہد خالص ساڑھے بارہ تولہ میں ملا کر رکھ لیں اور ایک تولہ روز کھایا کریں، یہ مجنون طبیعت میں جوش پیدا کرتی ہے، جس کو پیشاب زیادہ آتا ہو اس کو بے حد مفید ہے۔^⑤

① فی القانون ۵۴۹/۴: مکان البندق، لكن وجدنا في المخزن هو الجوز، وفي القانون أيضا في هذا السنحة الجوز فوضعنا

مکان البندق بدلہ أعني: الجوز، ومكان الجوز أيضاً بدلہ أعني: حب الصنوبر. ② قانون۔ ③ قادری۔ ④ طب اکبر۔

⑤ مگر یہ گرم ہے، ٹھنڈے مزاج والے کھائیں۔ (ثالث)

مجنون مقوی باہ مولد منی مقوی اعصاب و دماغ: مغز پستہ، مغز چلغوزہ، مغز بادام شیریں، مغز اخروٹ، مغز فندق، انجیر، مغز نارجیل، حب السمہ، تخم خشخاش سفید ایک ایک تولہ، کشمش پانچ تولہ، خُوبانی چھ ماشہ خوب کوٹ کر مرہم سا کر کے رکھ لیں، پھر بہدانہ دو تولہ، حب القرطم تین تولہ، بنولہ تین تولہ، ان تینوں کو کچل کر آدھ سیر پانی میں پکائیں، جب جوش خوب آجائے مل کر چھان کر شہد چوبیس تولہ، قند سفید اڑتالیس تولہ اور وہ پسے ہوئے میوے ملا کر شربت سے گاڑھا قوام کر لیں اور پھر شقائق مصری، خولجان ستاور، تاج قلمی ایک ایک تولہ، بسباسہ، لونگ، جافل، عاقر قرحا، مالگنی چھ ماشہ کوٹ چھان کر ملا لیں، پھر چاندی کے ورق ڈیڑھ ماشہ، سونے کے ورق چھرتی یا گنتی میں بیس عدد ذرا سے شہد میں خوب حل کر کے ملا لیں، خوراک ایک تولہ ہر روز دودھ کے ساتھ یا بلا دودھ کے۔ یہ مجنون قریب باعتبار حال ہے، ہر مزاج کے موافق ہے۔ اگر اس میں ایک ماشہ کشتہ فولاد اور ایک ماشہ کچلہ مدبر اور ملا لیں اور ایک تولہ ہر روز ایک مرتبہ آملہ کے ساتھ کھائیں اور اوپر سے عرق کیوڑہ چار تولہ پیئیں، اور غذا صبح کو انڈے کا خاگینہ اور شام کو فیرفی جسمیں چھوارے بھی پڑے ہوں کھایا کرے، اسی طرح ایک چلہ پورا کر لیں اور عورت سے علیحدہ رہیں، تو بیرون از قیاس نفع دیکھیں، یہ مجنون مقوی قلب بھی بہت ہے، اس لئے اس ضعف باہ کو بھی مفید ہے جو ضعف قلب سے ہو۔

مجنون مقوی باہ مولد منی اور کم قیمت: بھونے اور چھلے ہوئے چنوں کا آٹا انڈے کی زردی پانچ عدد پانی میں پکائے، جب حلوا سا ہو جائے گائے کا گھی یا جو گھی مل جائے پانچ تولہ، شہد^① خالص پانچ تولہ ملا کر مجنون کا سا قوام کر لیں اور چار تولہ روز کھایا کریں مجرب ہے۔

ضعف باہ کی دوسری صورت کا بیان

وہ یہ ہے کہ خواہش نفسانی بحال خود ہو، مگر عضو تناسل میں کوئی نقص پڑ جائے، اس وجہ سے جماع پر قدرت نہ ہو، اس کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صرف ضعف اور ڈھیلا پن ہو، علاج یہ ہے کہ یہ طلا بنالیں اور حسب ترکیب مندرجہ لگائیں۔ ہڑتال طبعی، سنکھیا سفید، میٹھا تیلیا، نوشادر، چاروں دوائیں دو دو تولہ لیں اور خوب باریک پیس کر

① عوام میں مشہور ہے کہ گھی اور شہد ملانے سے زہر ہو جاتا ہے، یہ محض غلط ہے۔ (محشی)

گائے کے خالص گھی پاؤ بھر میں ملائیں، اور پارہ دو تولہ اس میں خوب حل کر لیں، پھر لوہے کے کڑچھے میں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں^① یہاں تک کہ دوائیں جل کر کونلہ ہو جائیں، پھر اوپر کا گھی نتھار کر چھان کر شیشی میں رکھ لیں، پھر بوقت شب اس میں پھریری ڈبو کر ہلکا ہلکا عضو تناسل پر لگائیں، اس طرح کہ حشفہ یعنی سپاری اور نیچے کی جانب جسے سیون کہتے ہیں بچی رہے، اور اوپر سے بنگلہ پان اور اگر نہ ملے تو دیسی پان ذرا گرم کر کے پلیٹ دیں اور صبح کو کھول ڈالیں۔ سات روز یا چودہ روز یا ایکس روز ایسا ہی کریں، اور زمانہ استعمال تک ٹھنڈے پانی اور جماع سے پرہیز کریں، اور اگر اس کے استعمال کے زمانہ میں روٹی اور پنیر غذا رکھیں تو بے حد مفید ہے، اس طلاء سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے اور آبلہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، بعضوں کو بالکل بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو اتفاقاً تکلیف ہو تو ایک دودن ناغہ کریں، یا کافور گائے کے مسکے میں ملا کر مل دیں، اور ایک صورت یہ ہے عضو تناسل میں خم پڑ جائے، اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے گرہ کے نرم کرنے کی تدبیر کر لی جائے بعد ازاں قوت کی۔

نرم کرنے کی دوا: یہ ہے۔ پنج سون چھ ماشہ، آدھا پاؤ پانی میں پکائیں جب خوب جوش ہو جائے مل کر چھان کر روغن بابونہ دو تولہ ملا کر پھر پکائیں کہ پانی جل کر تیل رہ جائے، پھر مرغی کی چربی، بط کی چربی، گائے کی نلی کا گودا، موم زرد دو دو تولہ ملا کر آگ پر رکھ کر ایک ذات کر لیں اور شیشی میں حفاظت سے رکھ لیں، پھر صبح کے وقت گرم کر کے عضو تناسل پر ملیں اور ہاتھ سے سیدھا کریں، اور آدھ گھنٹے کے بعد گل بابونہ، اکیلل الملک، بنفشہ چھ ماشہ، آدھ سیر پانی میں پکا کر چھان کر اس پانی سے دھاریں۔ تین چار دن یا ایک ہفتہ غرض جب تک کچی دُور ہو اس کو استعمال کریں، پھر قوت کے واسطے وہ طلا جو پہلی قسم میں گذر چکا ہے بترکیب مذکور لگائیں، نہایت مجرب ہے۔

اور یہ طلا بھی مفید ہے: مغز تخم کرنبوہ، جائفل، لونگ، عاقرقرہ حاد و دود ماشہ باریک پیس کر سینڈھ کے دودھ سے گوندھ کر گولیاں بنالیں، پھر بوقت ضرورت ذرا سی گولی تین چار بوند چمبیلی کے تیل میں گھس کر لگائیں اوپر سے بنگلہ پان گرم کر کے باندھ دیں، ایک ہفتہ یا چودہ دن ایسا ہی کریں۔

اور ایک صورت یہ ہے: کہ عضو تناسل جڑ میں سے پتلا اور آگے سے موٹا ہو جائے، یہ مرض اکثر جلق یا لواطت سے

① اس کی اصلی ترکیب یہ ہے کہ سب دوا کو تیار کر کے ایک بالشت چوڑے اور ایک بالشت لمبے پٹے پر مرہم کی طرح لگا کر پلیٹ کر بتی بنا کر ایک طرف سے جلائیں جو تیل ٹپکے اس کو چینی کے برتن میں لے لیں وہ طلا ہے۔ (نظر ثالث)

پیدا ہو جاتا ہے۔

علاج: مینڈک کی چربی سوا تولہ، عاقر قرحا ساڑھے دس ماشہ، گائے کا گھی ساڑھے تین تولہ، اول گھی کو گرم کریں پھر چربی ملا کر تھوڑی دیر تک آنچ پر رکھ اُتار لیں، اور عاقر قرحا باریک پیس کر ملا کر ایک گھنٹہ تک خوب حل کریں کہ مرہم سا ہو جائے۔ پھر نیم گرم لیپ کر کے پان رکھ کر کچے سوت سے لپیٹ دیں رات کو لپیٹیں اور صبح کھول ڈالیں، ایک ہفتہ تک ایسا ہی کریں۔

تنبیہ: مینڈک دریائی لینا چاہئے، کیونکہ خشکی کے مینڈک کی چربی ناپاک ہے، استعمال اس کا جائز نہیں۔ دریائی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں پردہ ہوتا ہے جیسا بٹ کی انگلیوں میں ہوتا ہے۔ اگر دریائی ملنا دشوار ہو تو بجائے اس کی چربی کے روغن زیتون، یاروغن بلساں، یا گائے کی چربی، یا مرغی کی چربی، یا بٹ کی چربی ڈالیں۔

اس مرض کے واسطے سینک کا نسخہ: ہاتھی دانت کا بُرا دہ دو تولہ، مالکنی، کالے تل نو نو ماشہ، آنہ ہلدی ایک تولہ، میدہ لکڑی، مصطکی رومی، دارچینی قلمی، عاقر قرحا تین تین ماشہ، لونگ دو ماشہ، تاج پانچ ماشہ کوٹ چھان کر پوٹلی میں باندھ کر تیل کے تیل میں بھگو کر گرم کر کے سینک کریں، ایک ہفتہ یا کم از کم تین دن سینک کریں۔ ایک پوٹلی تین دن کام آسکتی ہے، عمدہ تدبیر یہ ہے کہ پہلے ایک ہفتہ وہ لیب کریں جس میں مینڈک کی چربی ہے، اس کے بعد ایک ہفتہ یا تین دن یہ سینک کریں، اگر کچھ کسر باقی رہے تو ایک ہفتہ یا چودہ دن وہ طلا لگائیں جو پہلی قسم میں گزرا جس میں نوشادر اور پارہ بھی ہے۔

تیسری قسم ضعفِ باہ: کی یہ ہے کہ خواہش نفسانی بھی کم ہو اور عضو میں بھی فرق ہو، اس کے لئے کھانے کی دوا کی بھی ضرورت ہے اور لگانے کی بھی۔ کھانے کی دوائیں قسم اول میں اور لگانے کی قسم دوم میں بیان ہوئیں۔ غور کر کے ان ہی میں سے نکال لیں۔

① لیکن بغیر ضرورتِ شدیدہ کے اس کا استعمال جائز نہیں، اور مولوی محمد مصطفیٰ صاحب مرحوم نے ناجائز دواؤں کی ایک مکمل فہرست ایک رسالہ میں تحریر فرمائی ہے جس کا نام طبی جوہر ہے (حمش) الا آنکہ باقاعدہ ذبح کر دیا جائے۔ کیونکہ ذبح کرنے سے تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں اور خارجی استعمال درست ہو جاتا ہے یا بہت چھوٹا ہو کہ وہ غیر ذی دم میں شمار ہوتا ہے اور بلا ذبح بھی پاک ہے، خارجی استعمال اس کا درست ہے، اور دریائی مینڈک چھوٹا بڑا سب پاک ہے، مگر مینڈک کا مارنا کراہت سے خالی نہیں، اس کی بحث طبی جوہر ضمیمہ حصہ ہم میں مفصل گزری۔ (نظر ثالث)

چند کام کی باتیں

باہ کی دوائیں بسا اوقات ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں کچلہ یا اور کوئی زہریلی دوا ہوتی ہے، لہذا احتیاط رکھیں کہ مقدار سے زیادہ نہ کھائیں، اور ایسی جگہ نہ رکھیں جہاں بچوں کا ہاتھ پہنچ جائے، مبادا کوئی کھالے، خاص کر طلا وغیرہ خارجی استعمال کی دواؤں میں ضرور اس کا خیال رکھیں، کیونکہ طلے بہت کم زہر سے خالی ہوتے ہیں۔ طلاء کی شیشی پر اس کا نام بلکہ لفظ (زہر) ضرور لکھ دیں۔ اگر کوئی غلطی سے کھانے کی زہریلی دوا یا طلا کھالے تو سب سے بہتر یہ ہے جس سے وہ دوا یا طلا منگایا ہو اُس سے دریافت کریں کہ اس میں کونسا زہر تھا، پھر طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔

کثرتِ خواہش کا بیان

بعض دفعہ اس خواہش کے کم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس واسطے یہ علاج بھی لکھا جاتا ہے۔ اگر خواہش نفسانی کی زیادتی بوجہ جوشِ جوانی اور تجربہ دے ہو تو سب سے عمدہ علاج شادی کرنا ہے، اور میسر نہ ہو تو یہ دوا کھائیں۔ تخم کا ہو، تخمِ خرفہ پینتیس ماشہ، دھنیا ساڑھے دس ماشہ، گلنار، گل نیلوفر، گل سرخ، سات سات ماشہ، کافور ایک ماشہ کوٹ چھان کر اسپغول مسلم ساڑھے دس ماشہ ملا کر سفوف بنالیں، اور نو ماشہ ہر روز کھائیں اور سیسے کا ایک ٹکڑا کر پر گردہ کی جگہ باندھیں اور ترش چیزیں زیادہ کھائیں اور ٹھنڈے پانی سے نہایا کریں۔

بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ اگر جماع کا اتفاق ہو تو بے حد ضعف ہو جاتا ہے، یا احتلام کی کثرت ہوتی ہے، یا خفیف سا بخار آنے لگتا ہے اور دماغ پریشان ہوتا ہے، ان کا علاج یہ ہے کہ پہلے تولید منی کی کمی کی کوشش کریں، بعد ازاں قوت اور غلظت کی اس طرح کہ پہلے وہ سفوف کھائیں جو گرم جریان کے علاج میں بیان ہوا، جس میں پہلی دوا گوند بول ہے، اور گائے کی چھاچھ کے ساتھ کھایا جاتا ہے، اس میں تخمِ خرفہ تخم کا ہو، گل نیلوفر اور تخمِ خیارین تین تین ماشہ اور بڑھالیں اور کم از کم ایک ماہ تک جماع سے بالکل پرہیز رکھیں، اگرچہ اس اثناء میں جریان کی یا کثرتِ احتلام کی شکایت پیدا ہو بعد ایک ماہ کے غلظت اور قوت کے لئے معجون لبوب بار دیا جا کر حلاوت مقوی کھائیں۔ ان کے نسخے ضعفِ باہ کے بیان میں گذر چکے ہیں۔

کثرتِ احتلام

یہ کبھی گرمی سے ہوتا ہے کبھی سردی سے۔ اس کا علاج وہی ہے جو جریان کا تھا۔ جریان کے باب میں سے غور کر کے نکال لیں، اور سوتے وقت سیسے کا ٹکڑا کمر اور گردوں کے برابر باندھنا مجرب ہے۔

فائدہ: جماع فعلِ طبعی ہے اور بقائے نسل کے لئے ضروری ہے، مگر کثرت اس کی اتنے امراض پیدا کرتی ہے۔ ضعفِ بصر، ثقلِ سماعت، چکر، رعشہ، دردِ کمر، دردِ گردہ، کثرتِ پیشاب، ضعفِ معدہ، ضعفِ قلب خصوصاً جس کو ضعفِ بصر یا ضعفِ معدہ یا سینے کا کوئی مرض ہو، اس کو جماع نہایت مضر ہے، غذا سے کم از کم تین گھنٹے کے بعد جماع کا عمدہ وقت ہے، اور زیادہ پیٹ بھرے پر اور بالکل خلواور تکان میں مضر ہے، اور بعد فراغ فوراً پانی پی لینا سخت مضر ہے، خصوصاً اگر ٹھنڈا ہو۔ (کل ذلک من الطب الاکبر والقانون)۔

فائدہ: جس کو کثرتِ جماع سے نقصان پہنچا ہو وہ سردی اور گرمی سے بچے، اور سونے میں مشغول ہو، اور خون بڑھانے اور خشکی دور کرنے کی تدبیر کرے، مثلاً دودھ پیئے یا حلوائے گاجر کھائے، یا نیم برشت انڈا یا گوشت کی بجنی استعمال کرے، اگر ہاتھ پیروں میں رعشہ محسوس ہو تو دماغ اور کمر پر بلکہ تمام بدن پر چمبیلی کا تیل یا بابونہ کا تیل ملے، اور رعشہ کے لئے یہ دوا مفید ہے: شہد دو تولہ لے کر چاندی کے ورق تین عدد اس میں خوب حل کر کے چاٹ لیا کریں۔ جس کو جماع سے ضعفِ بصارت ہو گیا ہو وہ دماغ پر بکثرت روغن بادام یا روغن بنفشہ یا روغن چمبیلی ملے اور آنکھ پر بالائی باندھے اور گلاب ٹپکائے، اگر ہمیشہ بعد جماع کوئی مقوی چیز، جیسے دودھ یا حلوائے گاجر یا انڈا کھالیا کریں یا ماء اللحم پی لیا کریں اور ان تدابیر کے پابند رہیں جو ابھی ذکر ہوئیں تو ضعف کی نوبت بھی نہ آئے اور رعشہ وغیرہ کوئی مرض پیدا نہ ہو۔ اس بارے میں سب سے عمدہ دودھ ہے جس میں سونٹھ کی ایک گرہ یا چھوڑے اوٹالئے گئے ہوں۔

فائدہ: امساک کی زیادہ ہوس اخیر میں نقصان لاتی ہے، خصوصاً اگر کچلا یا دھتورا وغیرہ زہریلی دوائیں کھائی جائیں امساک کے لئے وہ گولی کافی سمجھیں جو سرعت کے بیان میں مذکور ہوئیں جس میں سونے کے ورق بھی ہیں۔

چند متفرق نسخے

طلاء مقوی اعصاب اور عضو میں درازی اور فرہی لانے والا: چھوٹے بڑے بڑے سات عدد قبرستان میں سے لائیں، ایک ایک کو مار کر فوراً دو تولہ روغن چنبیلی خالص میں ڈالتے جائیں، پھر شیشی میں کر کے کاگ مضبوط لگا کر ایک دن رات بکرے کی میٹکینوں میں دفن کریں، پھر نکال کر خوب رگڑیں کہ چھوٹے تیل میں حل ہو جائیں، پھر نیم گرم ملیں۔ ترکیب ملنے کی یہ ہے کہ پہلے عضو کو ایک موٹے کپڑے سے خوب ملیں جب سُرخ پیدا ہو جائے فوراً یہ تیل مل کر چھوڑ دیں، پندرہ بیس روز ایسا ہی کریں۔

دوا مجفف رطوبت و مضیق: مازود و ماشہ، شکوفہ اذخر ایک ماشہ کوٹ چھان کر ایک کپڑا گلاب میں بھگو کر اس دوا سے آلودہ کر کے استعمال کریں۔

لڈو مقوی باہ: چھوڑے، چنے بھنے ہوئے پاؤ پاؤ بھر کوٹ چھان کر پیاز کے پانی سے گوندھ کر اخروٹ کے برابر لڈو بنالیں اور ایک صبح اور ایک شام کھالیا کریں، چھوڑے کو مع گٹھلی کے کوٹیں یا گٹھلی علیحدہ نکال کر آٹا کر کے ملا لیں۔

مجنون نہایت مقوی باہ: شہد پینتیس تولہ کا قوام کریں، بیضہ مرغ بیس عدد اُبال کر اُن کی زردی نکال لیں اور سفیدی پھینک دیں، پھر زردی کو اس شہد میں ملا کر خوب حل کریں کہ مجنون ہی ہو جائے، پھر عاقر قرحا، لونگ، سوٹھ ہر ایک پونے چونتیس ماشہ کوٹ چھان کر ملا لیں، اور ایک تولہ ہر روز کھالیا کریں۔

آتشک

یہ نہایت خبیث مرض ہے۔ اس میں پیشاب کے مقام پر اور اس کے آس پاس آبلے یا زخم ہو جاتے ہیں اور بہت سوزش ہوتی ہے، اس کے آبلے پھیلاؤ میں زیادہ اور اُبھار میں کم ہوتے ہیں، اور زخموں کے آس پاس نیلا پن یا اُدا پن ہوتا ہے، اکثر پہلے یہ زخم پیشاب کے مقام سے شروع ہوتے ہیں، پھر تمام بدن میں ہوتے جاتے ہیں، اس کے ساتھ گٹھیا بھی ہو جاتی ہے، یہ مرض کئی کئی پشت تک چلا جاتا ہے، اس کے لئے ایک ہفتہ تک یہ دوا پئیں۔

افتیون پوٹلی میں باندھا ہوا، مہندی خشک، منڈی، بُرادہ چوب چینی، عشبہ، برڈنڈی، ہرن گھری سب پانچ پانچ ماشہ

برگ شاہترہ، بیخ خنظل، بسفنج فستقی چھ چھ ماشہ، پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی نو نو ماشہ سب کو ڈیڑھ پاؤ پانی میں پکائیں، جب آدھارہ جائے چھان کر شربت عناب دو تولہ ملا کر پیئیں، اگر گٹھیا بھی ہو تو اسی میں سورنجان شیریں تین ماشہ اور بڑھالیں، اگر اس سے دست آئیں تو غذا کچھڑی کھائیں ورنہ شور بہ چپاتی، بعد سات دن کے یہ گولی کھائیں، مغز جما لگوٹہ دودھ میں پکایا ہوا اور بیج کا پردہ نکالا ہوا، پُرانا ناریل، پُرانا پھوہارہ سب ایک ایک ماشہ، پُرانا گرڈیڑھ ماشہ خوب باریک پیس کر جب مرہم سا ہو جائے چنے کے برابر گولیاں بنالیں، اور دو گولی روز بوقت صبح تازے پانی کے ساتھ کھائیں، اس سے دست ہونگے، ہر دست کے بعد بھی تازہ پانی پیئیں، اگلے دن گولی نہ کھائیں بلکہ یہ دوا پیئیں، لعاب ریشہ طحلی پانچ ماشہ پانی میں نکال کر شربت عناب دو تولہ ملا کر پیئیں، پھر تیسرے دن گولی حسب ترکیب مذکور کھائیں، اور چوتھے دن ٹھنڈائی اور پانچویں دن گولی اور چھٹے دن ٹھنڈائی استعمال کریں، اور احتیاطاً مناسب یہ ہے کہ ساتویں اور آٹھویں دن بھی ٹھنڈائی پی لیں، غذا اُن آٹھ دنوں میں سوائے کچھڑی یا ساگو دانہ کے اور کچھ نہ ہو۔ اس کے بعد مہینہ بیس روز یہ عرق پیئیں۔ چوب چینی بُرادہ کی ہوئی، عشبہ پانچ پانچ تولہ، برگ شاہترہ، چرائنہ، سر پھوکہ، دانہ الاپچی خورد، پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، نیل کنٹھی، برٹنڈی، بُرادہ صندلین دو دو تولہ، سناء کی تین تولہ رات کو پانچ سیر پانی میں بھگور کھیں اور صبح کو دوسیر دودھ گائے کا ڈال کر عرق ساڑھے پانچ سیر کشید کر لیں، اور تین دن رکھنے کے بعد چھ تولہ ہر روز شربت عناب دو تولہ ملا کر پیا کریں، ان تدبیروں سے آتشک کے زخم بلا خارجی دوا کے بھر جاتے ہیں، اور اگر خارجی دوا کی ضرورت ہو تو یہ مرہم لگائیں۔ چھالیہ، کچلہ پونے چار چار تولہ، کتھاپا پڑیا ساڑھے آٹھ ماشہ، دانہ الاپچی کلاں سوا تولہ، مُردار سنگ، سنگجراحت، مرنج سیاہ سوا چار چار ماشہ، نیلہ تھوٹھا ساڑھے آٹھ رتی، دھوانسہ بہڑ بھونجے کے یہاں کا تین ماشہ، سب دواؤں کو اس طرح بھونیں کہ جل نہ جائیں، پھر باریک پیس کر گائے کے گھی اکیس تولہ میں ملا کر کافور سوا چار ماشہ پیس کر ملا لیں اور زخموں پر لگائیں، یہ مرہم چھا جن کے لئے نہایت مفید ہے۔

فائدہ: آتشک والے کو زیادہ گرم چیزوں، جیسے گائے کا گوشت، تیل، بیگن، میٹھی وغیرہ سے ہمیشہ کو پرہیز چاہئے اور زیادہ ٹھنڈی چیزیں، جیسے تربوز، ککڑی وغیرہ بھی کم کھائے اور چنا بہت مفید ہے۔

سوزاک کا بیان

پیشاب کے مقام میں اندر زخم پڑ جانے کو سوزاک کہتے ہیں، اس کا علاج شروع میں آسانی سے ہو سکتا ہے، اور پُرانا ہو جانے کے بعد نہایت دشوار ہے۔

علاج: پہلے زخم کے صاف ہونے کی بعد ازاں بھرنے کی تدبیر کریں، اس طرح کہ ارنڈی کا تیل چار تولہ دودھ میں ملا کر شکر سے میٹھا کر کے پیئیں۔ اور ہر دست کے بعد گرم پانی پیئیں۔ دوپہر کو سا گودانہ دودھ میں پکا ہوا، شام کو دودھ چاول کھائیں، اگلے دن یہ ٹھنڈائی پیئیں۔ لعاب ریشہ قلمی پانچ ماشہ، تخم خرفہ پانچ ماشہ پانی میں نکال کر شربت بنفشہ دو تولہ حل کر کے پیئیں، اور اگر بہروزہ کا تیل مل جائے تو دو بوندہ بھی بتاشہ میں کھائیں۔ تیسرے دن پھر ارنڈی کا تیل بموجب ترکیب مذکور اور چوتھے دن ٹھنڈائی اور پانچویں دن پھر ارنڈی کا تیل اور چھٹے دن ٹھنڈائی پیئیں۔ غذا برابر سا گودانہ اور دودھ چاول رہے۔ تینوں مسہلوں کے بعد یہ سفوف کھائیں، شورہ قلمی تین تولہ، سنگجراحت مغز، تخم خیارین، تخم خرفہ، تخم کاسنی، خار خشک، نشاستہ نو نو ماشہ، گل ارمنی، صمغ عربی، ریوند چینی، حب کا کج، ست بہروزہ، مغز تخم تربوز، دم الاخوین چھ ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ گیارہ تولہ ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیاں بنالیں۔ پھر ایک پڑیا کھا کر اوپر سے تخم خیارین پانچ ماشہ پانی میں پیس کر چھان کر شربت بزوری بارد دو تولہ ملا کر پیئیں۔ پندرہ دن یا کم از کم ہفتہ بھر کھائیں، غذا دودھ چاول یا ٹھنڈی ترکاریاں اور گوشت ہو، بعد ازاں یہ سفوف کھائیں، اگر کچھ ضرورت باقی رہی ہو طباشیر، گندھک زرد سات سات ماشہ، مغز تخم خیارین چودہ ماشہ، تخم خرفہ، کتیرا، ہلدی چار چار رتی، مرکی دورتی، گنار چھرتی، زرشک ایفون خالص، زراوند، مدحرج ایک ایک ماشہ، تل دھلے ہوئے ساڑھے تیرہ ماشہ کوٹ چھان کر کچی کھانڈ برابر ملا کر نو نو ماشہ کی پڑیا بنالیں، اور ایک پڑیا ہر روز تازہ پانی کے ساتھ پھانکیں، اگر قبض کرے تو دو تولہ منقہ رات کو سوتے وقت کھالیا کریں، کم از کم پندرہ دن یہ سفوف کھائیں، بعد صحت مہینہ بیس دن وہ عرق مصفی پیئیں جو آشک کے بیان میں گزرا جس میں پہلا جزو چوب چینی ہے۔ سوزاک والے کو مرچ کم کھانی چاہئے، اور کچنال کی کلی بہت مفید ہے، اور جو پرہیز آشک کے بیان میں گزرا وہ یہاں بھی ہے۔

پچکاری نافع سوزاک: تو تیا کھیل کیا ہوا تین ماشہ، سُرمہ پسپا ہوا، دم الاخوین، پھٹکری سفید بریاں، سنگ جراثحت

چھ چھ ماشہ خوب باریک پیس کر انگور کے پتوں کے پانی اور مہندی کے پتوں کے پانی چھٹا نک بھر اور بکری کے دودھ آدھ پاؤ میں ملا کر دو تہ کپڑے میں چھان کر کانچ کی پچکاری سے صبح و شام پچکاری لیں، یہ ایک نسخہ چار دن کو کافی ہے۔ توتیا کی کھیل اس طرح ہوتی ہے کہ اس کو پیس کر کسی برتن میں ہلکی آگ پر رکھیں اور جلاتے رہیں، جب رنگ ہلکا پڑ جائے، کام میں لائیں۔

فائدہ: کبھی سوزاک میں پیشاب کا مقام بند ہو جاتا ہے اس صورت میں گرم پانی سے دھاریں یا بابونہ پانی میں پکا کر دھاریں۔ اگر کسی طرح نہ کھلے تو ڈاکٹر سے سلائی ڈلوائیں۔

حصہ کا اوپر کو چڑھ جانا

اس مرض میں چنک بھی ہو جاتی ہے اور پیشاب میں تکلیف ہوتی ہے۔

علاج: گل بابونہ، اکلیل الملک، تخم کتان، سبوس گندم، دوسیر پانی میں پکا کر دھاریں، اور ہینگ مرزنجوش فرنیوں، اکلیل الملک، گل بابونہ تین تین ماشہ کوٹ چھان کر شہد میں ملا کر نیم گرم لیپ کریں اور معجون کمونی یا جوارش زرعونی کھائیں (طب اکبر) اس کا نسخہ ضعفِ باہ کے بیان میں گذرا۔ غذا بھی مقوی کھائیں۔

آنت اترنا اور فوٹے کا بڑھنا

پیٹ میں آنتوں پر چاروں طرف سے کئی جھلیاں لپٹی ہوئی ہیں، ان میں سے بیچ کی ایک جھلی میں فوٹوں کے قریب دوسوراخ ہیں، ان سوراخوں کے بڑھ جانے یا پھٹ جانے سے اندر کی جھلی مع آنتوں کے یا بلا آنتوں کے یا اندر کی جھلی بھی پھٹ کر آنتیں فوٹوں میں لٹک پڑتی ہیں اس کو آنت اترنا کہتے ہیں، عربی میں اس کا نام ”قیل وفتق“ ہے، اور کبھی فوٹوں میں پانی آ جاتا ہے اس کو عربی میں ”أدرہ“ کہتے ہیں، اور کبھی صرف ریا ح آ جاتے ہیں اس کو ”قیلہ ریخی“ کہتے ہیں، اس بحث کو تین قسم میں بیان کیا جاتا ہے:

قسم اول: آنت اترنے کے بیان میں: یہ مرض بہت بوجھ اٹھانے یا کودنے یا بہت شکم سیری پر جماع کرنے وغیرہ سے ہو جاتا ہے۔

علاج: چت لیٹ کر آہستہ آہستہ دبا کر اوپر کو چڑھائیں۔ اگر دبانے سے نہ چڑھے تو گرم پانی سے دھاریں اور روغن بابونہ گرم کر کے ملیں اور خطمی پانی میں پکا کر باندھیں، جب نرم ہو جائے تو دبا کر اوپر کو چڑھائیں جب چڑھ جائے تو یہ لیپ کریں تاکہ آئندہ اُترے۔

گلنار اقاقیہ، مازوئے سبز، ایلوا، کندر، جوز السرو، رال کوگل، ابھل سب چھ چھ ماشہ کوٹ چھان کر سیریش ہری کوہ کے پانی میں پکا کر ملا کر کپڑے میں لگا کر چپکائیں اور پٹی باندھ دیں، اور تین روز تک چت لٹائے رکھیں۔ یہ لیپ فتن کی جملہ قسموں کو مفید ہے۔ خواہ آنت اُتری ہو یا ریا ح ہو یا پانی ہو، اور غذا صرف شور بادیں۔ بعد تین دن کے آہستہ اٹھائیں اور ٹہلنے دیں، اور یہ لیپ دوبارہ کریں اور لنگوٹ باندھ رہا کریں، ایک تدبیر نہایت مفید یہ ہے کہ ایک پٹی میں ایک ڈبل پیسہ یا اور کوئی سخت چیز اتنے وزن کی سی کر اس پٹی کو لنگوٹ کی طرح ایسا باندھیں کہ پیسہ اس جگہ رہے جہاں آنت اُترنے کے وقت پھولا پن معلوم ہوتا تھا کہ اس سے وہ جگہ ہر وقت دبی رہے، اس سے چند روز میں وہ سوراخ بند ہو جاتا ہے اور آنت اُترنے کا اندیشہ بالکل نہیں رہتا۔ اس ترکیب کو تالا لگانا کہتے ہیں۔ ایسی پٹیاں انگریزی بنی ہوئی بھی بکتی ہیں^①۔

آنت اُترنے کے واسطے پینے کی دوا: معجون فلاسفہ سات ماشہ یا معجون کمونی ایک تولہ کھا کر اوپر سے سونف پانچ ماشہ پانی میں پیس کر گلقد آفتابی دو تولہ ملا کر پیئیں۔ معجون فلاسفہ متواتر چند روز تک کھانا جملہ اقسام فتن کو مفید ہے، بادی چیزوں سے پرہیز رکھیں۔

قسم دوم: قیلہ ریجی یعنی فوطے میں ریا ح آجانے کے بیان میں: باجرہ^②، نمک اور بھوسی دو دو تولہ لے کر دو پوٹلی بنا کر گلاب میں ڈال کر سینکیں اور دار چینی^③ قلمی پیس کر بابونہ کے تیل میں ملا کر اکثر ملا کریں اور یہ گولی کھایا کریں۔ تخم کرفس، انیسون رومی، اسپند مصطکی، زعفران سب سات سات ماشہ، پوست ہلیلہ کالمی، پوست بلیلہ آملہ ساڑھے دس دس ماشہ، سنگج، گوگل ساڑھے تین تین ماشہ، پودینہ خشک، قسط شیریں، زکچور، درونج عقربی اساروں پونے دو دو ماشہ، سنگج اور گوگل کو پانی میں گھول کر باقی دوائیں کوٹ چھان کر ملا کر گولیاں خنے کے برابر بنالیں اور ساڑھے چار ماشہ

① پٹیاں مختلف شکلوں اور مختلف ناپ کی ہوتی ہیں، بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے پٹی لیں۔ (نظر ثالث) ② حَب کچلہ بھی مفید ہے، ترکیب یہ ہے کہ کچلہ مد برفلفل سیاہ چھ چھ ماشہ گھیکوار کے پانی میں خوب پیس کر گولیاں کالی مرچ کے برابر بنالیں اور ایک گولی روز کھائیں شہدے مزاج والے کو یہ گولیاں بہت مفید ہیں۔ (نظر ثالث) ③ مخترع۔ ④ مخترع۔ ⑤ طب اکبر۔

ہر روز پھانک لیا کریں اور معجون فلاسفہ یا معجون کمونی بھی کافی ہے، چند روز متواتر کھائیں، غذا میں بھٹوا اور مولیٰ زیادہ مفید ہیں، اور بادی چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

قسم سوم: فوطوں میں پانی آجانے کے بیان میں: پانی کم پیا کریں اور دوا وہی کھائیں جو قبیلہ ریکی میں گذری اور یہ لیپ کریں، عاقر قرحاد تولہ، زیرہ سیاہ ایک تولہ باریک پیس کر مونیر مٹھی چھ تولہ ملا کر اتنا کوٹیں کہ یک ذات ہو کر مثل مرہم کے ہو جائے، پھر گرم کر کے صبح و شام لیپ کریں۔ جب پانی زیادہ آجائے تو عمدہ علاج ڈاکٹر سے نکلوا دینا ہے۔

فائدہ: چونکہ ان تینوں قسموں کے علاج میں زیادہ فرق نہیں، ہر قسم کی علامتیں تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیں، مختصر سا فرق یہ ہے کہ اگر قسم اول ہو خواہ فقط جھلی لٹک آئی ہو یا مع آنت کے اُتری ہو تو مشکل سے اوپر کو چڑھتی ہے، اور اگر ریاہ ہو تو ذرا دبانے سے چڑھ جاتی ہے، اور اگر پانی ہو تو کسی طرح نہیں چڑھ سکتا، اور فوطہ چمکدار معلوم ہوتا ہے اور جلد جلد بڑھتا ہے، لنگوٹ باندھے رہنا جملہ اقسام میں مناسب ہے، اور حرکت قوی اور بوجھ اٹھانے اور زیادہ چلانے اور بادی چیزوں سے پرہیز لازم ہے۔ فتق کی اور بھی چند قسمیں ہیں جن کا علاج بلارائے طبیب کے نہیں ہو سکتا۔ آنت اُترنے کے علاج میں کبھی مسہل کی ضرورت ہوتی اس میں طبیب سے رائے لینا ضروری ہے۔

فائدہ: کبھی فوٹے بڑھ جاتے ہیں بدون اس کے کہ آنت اُترے یا ریاہ آجائیں یا پانی ہو، علامت اس کی یہ ہے کہ تکلیف مطلق نہ ہو اور نہ فوطوں کی کھال چمکدار ہو، نہ دبانے سے سخت معلوم ہوں۔
علاج: معجون فلاسفہ کچھ عرصہ تک کھائیں اور پھٹکری سفید تیل میں گھسکر لیپ کریں۔

دوسرا لیپ: پنڈول بیس ماشہ، شوکران (ایک بوٹی کا نام ہے) دو ماشہ سرکہ میں خوب پیس کر لیپ کریں (اگر شوکران نہ ملے اجوائن خراسانی ڈالیں) یہ مرض بعض مقامات میں کثرت سے ہوتا ہے اور مشکل سے جاتا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ شروع ہی میں علاج کریں اور کچھ عرصہ تک نہ چھوڑیں۔

فوٹے یا عضو تناسل کا درد: کبھی ان اعضاء میں درد ہونے لگتا ہے بدون اس کے کہ ورم ہو یا آنت اُترے۔

① فوٹے بڑھنے کی ایک اور دوا جو سب قسموں میں مفید ہے تمباکو کے ہرے پتوں کا پانی پاؤ بھر، موم زرد آدھ پاؤ، دونوں کو ملا کر پکالیں کہ پانی جل کر موم رہ جائے، پھر اس موم کی لکیہ بنا کر رکھ لیں اور صرف اسی کو ذرا گرمی دے کر باندھا کریں مجرب ہے۔

علاج: ارنڈی کا تیل ملیں کہ اکثر اقسام میں مفید ہے، اگر اس سے نہ جائے تو طبیب سے پوچھیں۔

فوطوں یا جنگا سوں میں خراش ہو جانا

یہ اکثر پسینے کی شوریت سے ہو جاتا ہے اسی واسطے گرمی کے موسم میں زیادہ ہو جاتا ہے۔

علاج: گرم پانی اور صابن سے دھویا کریں تاکہ میل نہ جے، اور سفیدہ کا شغری روغن گل میں ملا کر لگائیں، اور اگر خراش بڑھ گئی ہو اور زخم ہو گیا ہو یہ مرہم لگائیں۔ گندرم الاخوین، مرکب نو نو ماشہ، ایلو، مردار سنگ، انزروت سات سات ماشہ باریک پیس کر روغن گل سات تولہ میں ملا کر خوب گھونٹیں کہ مرہم ہو جائے جس کو فوطوں اور جنگا سوں میں پسینہ زیادہ آتا ہو مہندی کا پانی یا ہرے دھنیہ کا پانی یا سرکہ پانی میں ملا کر لگایا کرے۔

عضوتناسل کا ورم: اگر اس میں سوزش یا تکلیف زیادہ ہو تو سرکہ اور روغن گل ملا کر ملیں، اور اگر زیادہ سوزش نہ ہو تو چھوڑے کی گٹھلی اور خطمی سرکہ میں گھس کر لگائیں۔ (طب اکبر)

قد وقع الفراغ عنه للخامس عشر من ذيقعدہ ۱۳۲۴ھ فی میرتہ فالحمد لله الذي بعزته وجلالہ تتم الصلحت، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وآله وأصحابه بعدد الكائنات. ووقع الفراغ عن النظر الثالث للسابع والعشرين من الربيع الثاني ۱۳۴۴ھ فی میرتہ أيضاً امتثالاً لأمر أخي في الله ومحبي المولوي شبير علي التهانوي مالک أشرف المطابع و مدير رسالة النور.

(حال ناظم ادارہ اشرفیہ پاکستان مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر)

التماس مؤلف

احقر نے حسب ارشاد حضرت سیدی و مولائی جناب مولانا اشرف علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۳۲۲ھ میں مردانہ امراض کے علاج ان چند ورقوں میں لکھے تھے، اور یہ رسالہ بہشتی گوہر کے اخیر میں ملحق ہو کر چھپ گیا تھا، اس کے بعد بہت جگہ چھپ کر شائع ہوتا رہا، خیال ہوتا ہے کہ ایک بار احقر نے نظر ثانی بھی اس پر کی تھی، اب ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ میں پھر اشرف المطابع تھانہ بھون میں چھپا ہے، اس دفعہ پھر غور کے ساتھ نظر ڈالی ہے اور بعض جگہ کوئی نسخہ نیا اور کہیں بطور حاشیہ کو بڑھایا ہے، ان اضافات کے ساتھ نظر ثالث کا لفظ بڑھا دیا ہے تاکہ جس کے پاس پہلے کا چھپا ہوا یہ رسالہ ہو وہ بھی ان کو نقل کر لیں۔ فقط

محمد مصطفیٰ بجنوری

بہشتی جوہرِ ضمیمہ اصلی بہشتی گوہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ.

موت اور اُس کے متعلقات اور زیارتِ قبور کا بیان

(۱) فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: کثرت سے موت کو یاد کرو، اس لئے کہ وہ یعنی موت کا یاد کرنا گناہوں کو دور کرتا ہے اور دنیا سے مذموم اور غیر مطلوب اور فضول سے بیزار کرتا ہے، یعنی جب انسان موت کو بکثرت یاد کرے گا تو دنیا میں جی نہ لگے گا، اور طبیعتِ دُنیا کے سامان سے نفرت کرے گی اور زاہد ہو جائے گا، اور آخرت کی طلب اور وہاں کی نعمتوں کی خواہش اور وہاں کے عذاب دردناک کا خوف ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ نیک اعمال میں ترقی کرے گا اور معاصی سے بچے گا۔ اور تمام نیکیوں کی جزا ہد ہے یعنی دُنیا سے بیزار ہونا، جب تک دنیا سے اور اُس کی زینت سے علاقہ ترک نہ ہوگا پوری توجہ اللہ کی طرف نہیں ہو سکتی۔ اور بار بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اُمورِ ضروریہ دنیاویہ جو موقوف علیہا ہیں عبادت کے وہ مطلوب ہیں اور دین میں داخل ہیں، لہذا اس مذمت سے وہ خارج ہیں، بلکہ جس دنیا کی مذمت کی جاتی ہے اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو حق تعالیٰ سے غافل کریں، گو کسی درجہ میں سہی، جس درجہ کی غفلت ہوگی اُسی درجہ کی مذمت ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ موت کی یاد اور اس کا دھیان رکھنا اور اس نازک اور عظیم الشان سفر کیلئے توشہ تیار کرنا ہر عاقل پر لازم ہے۔

(۲) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بیس بار روزانہ موت کو یاد کرے تو درجہ شہادت پائے گا، سوا اگر تم اس کو یاد کرو گے تو نگری کی حالت میں تو وہ (یاد کرنا) اس غنا کو گرا دے گا۔ یعنی جب غنی آدمی موت کا دھیان رکھے گا تو اس غنا کی اس کے نزدیک وقعت نہ رہے گی جو باعثِ غفلت ہے، کیونکہ یہ سمجھے گا کہ عنقریب یہ مال مجھ سے جدا ہونے والا ہے اس سے علاقہ پیدا کرنا کچھ نافع نہیں بلکہ مضر ہے، کیونکہ محبوب کا فراق باعثِ اذیت ہوتا ہے۔ ہاں وہ کام کر لیں جو وہاں کام آئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے، پس ان خیالات سے مال کا کچھ بُرا اثر نہ پڑے گا، اور اگر تم اُسے فقر اور تنگی کی حالت میں یاد کرو گے تو وہ (یاد کرنا) تم کو راضی کر دے گا تمہاری بسراوقات سے، یعنی جو کچھ تمہاری

تھوڑی سی معاش ہے اس سے راضی ہو جاؤ گے، کہ چند روزہ قیام ہے پھر کیوں غم کریں، اس کا عوض حق تعالیٰ شانہ نہایت عمدہ مرحمت فرمائیں گے۔

(۳) فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: بے شک زمین البتہ پُکارتی ہے ہر دن ستر بار: اے بنی آدم! کھالو جو چاہو اور جس چیز سے رغبت کرو، پس خدا کی قسم البتہ میں ضرور تمہارے گوشت اور تمہارے پوست ^(۱) کھاؤ گی۔ اگر شبہ ہو کہ ہم تو آواز زمین کی سنتے نہیں تو ہم کو کیا فائدہ؟ جواب یہ کہ جناب رسول کریم ﷺ کے ارشاد عالی سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ زمین اس طرح کہتی ہے تو جیسے زمین کی آواز سے دنیا دل پر سرد ہو جاتی ہے اسی طرح اب بھی اثر ہونا چاہئے، کسی چیز کے علم کے واسطے یہ کیا ضروری ہے کہ اُسکی آواز ہی سے علم ہو بلکہ مقصود تو اس کا علم ہوتا ہے خواہ کسی طریق سے ہو، مثلاً کوئی شخص دشمن کے لشکر کو آتا دیکھ کر جیسا گھبراتا ہے اور اُس سے مدافعت کا سامان کرتا ہے، اسی طرح کسی معتبر شخص کے خبر دینے سے بھی گھبراتا ہے، کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کو دشمن کے لشکر کا آنا معلوم ہو گیا جو گھبرانے اور مدافعت کے سامان کا باعث ہے، اور کوئی مخبر جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر بلکہ آپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، پس جب اور لوگوں کے کہنے کا اعتبار کیا جاتا ہے تو آپ کے فرمودہ کا تو بطریق اولیٰ اعتبار ہونا چاہئے، کیونکہ آپ نہایت سچے ہیں، حدیث میں ہے: کفی بالموت واعطاءً والیقین غنا ترجمہ یہ ہے کہ کافی ہے موت باعتبار واعظ ہونے کے (یعنی موت کا وعظ کافی ہے کہ جو شخص اس کی یاد رکھے اس کو دنیا سے بے رغبت کرنے کے لئے اور کسی چیز کی حاجت نہیں) اور کافی ہے یقین روزی ملنے کا باعتبار غنا کے، (یعنی جب انسان کو حق تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہے کہ ہر ذی حیات کو اس اندازہ سے جو اس کے حق میں بہتر ہے رزق ضرور دیا جاتا ہے تو یہ کافی غنا ہے، ایسا شخص پریشان نہیں ہو سکتا بلکہ جو مال سے غنا حاصل ہوتا ہے اس سے یہ اعلیٰ ہے کہ اس کو فنا نہیں، اور مال کو فنا ہے کیا معلوم ہے کہ جو مال اس وقت موجود ہے وہ کل کو بھی باقی رہے گا یا نہیں، اور خداوند کریم کے وعدہ کو بقا ہے، جس قدر کہ رزق موعود ہے ضرور ملے گا خوب سمجھ لو)۔

(۴) حدیث میں ہے کہ جو شخص پسند کرتا ہے حق تعالیٰ سے ملنا تو حق تعالیٰ بھی اُس سے وصال چاہتے ہیں، اور جو حق تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اور دنیا کے مال وجاہ اور ساز و سامان سے جدائی نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے

① رواہ الحکیم والترمذی عن ثوبان مرفوعاً [کذا فی کنز العمال ۲۳۲/۱۵، رقم: ۴۲۱۰۰] ② رواہ الطبرانی عن عمار

مرفوعاً. [کذا فی کنز العمال ۲۳۳/۱۵، رقم: ۴۲۱۰۹، مؤلف] ③ رواہ أحمد وغیرہ کذا فی کنز العمال. [۲۹۵/۱۵]

ملنا ناپسند فرماتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ بغیر موت کے خدائے تعالیٰ سے ملاقات غیر ممکن ہے۔ پس چونکہ موت ذریعہ ملاقات محبوب حقیقی ہے، لہذا مومن کو محبوب ہونی چاہئے، اور ایسے سامان پیدا کرے جس سے موت ناگوار نہ ہو، یعنی نیک اعمال کرے تاکہ بہشت کی خوشی میں موت محبوب معلوم ہو، اور معاصی سے اجتناب کرے تاکہ موت مبغوض نہ معلوم ہو، کیونکہ گنہگار کو بوجہ خوف عذاب شدید موت سے نفرت ہوتی ہے، اس لئے کہ موت کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ اور نیک بخت کو بھی گو عذاب کا خوف ہوتا ہے اور جنت کی بھی اُمید ہوتی ہے، مگر تجربہ ہے کہ نیک بخت کو باوجود اس دہشت کے موت سے نفرت نہیں ہوتی اور پریشانی نہیں ہوتی اور اُمید کا اثر بمقابلہ خوف کے غالب ہو جاتا ہے، اور اسی طرح یہ بھی تجربہ ہے کہ کافر و فاسق پر اثر اُمید غالب نہیں ہوتا اس لئے وہ موت سے نہایت گھبراتا ہے۔

(۵) حدیث میں ہے جو نہلائے مُردے کو پس ڈھک لے اس کو (یعنی کوئی بری بات مثلاً صورت بگڑ جانا وغیرہ ظاہر ہو اور اس کے متعلق پورے احکام بہشتی زیور حصہ دوم میں گذر چکے ہیں وہاں ضرور دیکھ لینا چاہئے) اُچھپا لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (یعنی آخرت میں گناہوں کی وجہ سے اس کی رسوائی نہ ہوگی) اور جو کفن دے مُردے کو تو اللہ تعالیٰ اس کو سُندس^(۱) (جو ایک باریک ریشمین کپڑے کا نام ہے) پہنا دے گا آخرت میں۔ بعضے جاہل مُردے کے کام سے ڈرتے ہیں اور اس کو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ سخت بیہودہ بات ہے۔ کیا ان کو مرنا نہیں۔ چاہئے کہ خوب مُردے کی خدمت کو انجام دے اور ثوابِ جزیل حاصل کرے، اور اپنا مرنا یاد کرے کہ اگر ہم سے بھی لوگ ایسے بچیں جیسے ہم بچتے ہیں تو ہمارے جنازہ کی کیا کیفیت ہوگی، اور عجب نہیں کہ حق تعالیٰ بدلہ دینے کو اُس کو ایسے ہی لوگوں کے حوالہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: جو غُسل دے مُردے کو، اور اُسے کفن دے، اور اُس کے حنوط لگائے (حنوط ایک قسم کی مرکب خوشبو کا نام ہے اس کے بجائے کافر بھی کافی ہے) اور اُٹھائے اُس (کے جنازہ) کو، اور اس پر نماز پڑھے، اور نہ افشا کرے اس کی وہ (بُری) بات جو دیکھے اس سے، دُور ہو جائے گا اپنے گناہوں سے اس طرح جیسے کہ اُس دن جبکہ اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا (گناہوں سے) دُور تھا، (یعنی صغائر معاف ہو جائیں گے۔ علی ما قالوا)^(۲)

(۱) رواہ الطبرانی عن أبي أمامة مرفوعاً. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۴۴، رقم: ۴۲۲۲۸] (۲) رواہ النسائي [کذا فی کنز

(۶) حدیث میں ہے جو نہلاوے مردے کو پس چھپالے اس کے (عیب) کو تو اس کے چالیس کبیرہ (یعنی صغائر میں جو بڑے صغائر ہیں) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور جو اُسے کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سندس اور استبرق پہنائے گا، اور جو میت کے لئے قبر کھودے پس اس کو اس میں دفن کرے، جاری فرمائے گا اللہ تعالیٰ اُس شخص کے لئے اس قدر اجر جو مثل اس مکان کے ثواب کے ہوگا جس میں قیامت تک اس شخص کو رکھتا (یعنی اس کو اس قدر اجر ملے گا جتنا کہ اُس مردے کو رہنے کے لئے قیامت تک مکان عاریت دینے کا اجر ملتا)، واضح ہو کہ جس قدر فضیلت اور ثواب مُردے کی خدمت کا اس وقت تک بیان کیا گیا، سب اس صورت میں ہے جبکہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے خدمت کی جائے، ریا، اُجرت وغیرہ مقصود نہ ہو۔ اور اگر اُجرت لی تو ثواب نہ ہوگا، اگرچہ اُجرت لینا جائز ہے گناہ نہیں، مگر جواز اُجرت امر دیگر ہے اور ثواب امر دیگر۔ اور تمام دینی کام جو اُجرت لے کر کئے جاتے ہیں بعضے تو ایسے ہیں جن پر اُجرت لینا حرام ہے اور ان کا ثواب بھی نہیں ہوتا، اور بعضے ایسے ہیں جن پر اُجرت لینا جائز ہے اور وہ مال حلال ہے مگر ثواب نہیں ہوتا۔ خوب تحقیق کر کے اس پر عملدرآمد کرنا چاہئے، یہ موقعہ تفصیل کا نہیں ہے، مگر ان اُمور کے متعلق ایک مفید ضروری بات عرض کرتا ہوں تاکہ اہل بصیرت کو متنبہ ہو، وہ یہ ہے کہ جن اعمال دینیہ پر اُجرت لینا جائز ہے اُن کے کرنے سے بالکل ثواب نہیں ملتا، مگر بچند شرط ثواب بھی ملے گا غور سے سنو۔ کوئی غریب آدمی جس کی بسر اوقات اور نفقات واجبہ کا سوائے اس اُجرت کے اور کوئی ذریعہ نہیں، وہ بقدر حاجت ضروریہ دینی کام کر کے اُجرت لے اور یہ خیال کرے سچی نیت سے کہ اگر ذریعہ معیشت کوئی اور ہوتا تو میں ہرگز اُجرت نہ لیتا اور حسبہً للہ کام کرتا۔ یا اب حق تعالیٰ کوئی ذریعہ ایسا پیدا کر دیں تو میں اُجرت چھوڑ دوں اور مفت کام کروں، تو ایسے شخص کو دینی خدمت کا ثواب ملے گا، کیونکہ اس کی نیت اشاعت دین ہے، مگر معاش کی ضرورت مجبور کرتی ہے، اور چونکہ طلب معاش بھی ضروری ہے اور اس کا حاصل کرنا ہی ادائے حکم الہی ہے، اس لئے اس نیت یعنی تحصیل معاش کا بھی ثواب ملے گا، اور نیت بخیر ہونے سے یہ دونوں ثواب ملیں گے، مگر ان قیود پر نظر غائر کر کے عمل کرنا چاہئے، خواہ خواہ کے خرچ بڑھا لینا اور غیر ضروری اخراجات کو ضروری سمجھ لینا، اور اس پر حیلہ کرنا، اس عالم غیب کے ہاں نہیں چلے گا وہ دل کے ارادوں سے خوب واقف ہے۔ یہ تدقیق نہایت تحقیق کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے اور مأخذ

اس کا شامی وغیرہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ جس میں توکل کے شرائط جمع ہوں اور پھر وہ نیک کام پر اجرت لے تو اگر وہ ان نیتوں کو بھی جمع کر لے جن کے اجتماع سے ثواب تحریر ہوا ہے تب بھی اُس کو گو ثواب ملے گا مگر توکل کی فضیلت فوت ہو جائے گی۔ تَأْمَلْ فَإِنَّهُ دَقِيقٌ۔ مسلمانوں کو خصوصاً ان میں سے اہل علم کو اس بات میں خاص توجہ و احتیاط کی ضرورت ہے کہ خالق اکبر کے دین کی خدمت کر کے اس کی رضا حاصل نہ کرنا اور بغیر کسی سخت مجبوری کے ایک منفعتِ قلیلہ عاجلہ پر نظر کرنا، کیا حق تعالیٰ کے ساتھ کسی درجہ کی بے مروّتی نہیں ہے۔ ہمارا کام ترغیب اور دفعِ مغالطہ ہے، اور امورِ مباحہ میں تضییق کا ہم کو حق حاصل نہیں ہے، مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ ثواب کی ہم کو سخت حاجت ہے۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلِّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِقُلُوبِ عِبَادِهِ كَفَى بِهِ خَيْرًا أَبْصِيرًا۔

(۷) حدیث میں ہے کہ پہلا تحفہ مؤمن کا یہ ہے کہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اُس شخص کے جو اُس کے جنازے پر نماز پڑھتا ہے یعنی صغیرہ گناہ، علی ما قالوا۔

(۸) حدیث میں ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ وہ مرجائے، اور اس کے جنازے پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز پڑھیں مگر واجب کر لیا (۱) اس نے جنت کو یعنی اس کی بخشش ہو جائے گی۔

(۹) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی ایسا مسلمان کہ وہ مرجائے پس کھڑے ہوں یعنی نماز پڑھیں اس (کے جنازے) پر چالیس مرد ایسے جو شرک نہ کرتے ہوں خدا تعالیٰ کے ساتھ۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ (نماز پڑھنے والے) شفاعت قبول کئے جائیں گے اس (مردے) کے باب میں (یعنی جنازے کی نماز جو حقیقت میں دُعا ہے میت کے لئے قبول کر لی جائے گی اور اُس مردے کی بخشش ہو جاوے گی۔

(۱۰) حدیث میں ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس (کے جنازے) پر ایک جماعت نماز پڑھے، مگر یہ بات ہے کہ وہ (لوگ) شفاعت قبول کئے جاویں گے اس (میت) کے بارے میں۔

(۱) رواہ الحکیم عن انس مرفوعاً. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۵۵ مؤلف] (۲) رواہ أحمد و أبوداؤد. [کذا

فی کنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۵۹] (۳) رواہ أحمد و أبوداؤد. [کذا فی کنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۶۰]

(۴) رواہ أحمد وغیرہ. [کنز العمال ۱۵/۲۴۶، رقم: ۴۲۲۶۱]

(۱۱) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مردہ کہ اُس پر ایک جماعت مسلمانوں کی نماز پڑھے (جو عدد میں) سو ہوں، پس سفارش کریں وہ (نمازی یعنی دعا پڑھیں) اس کے لئے مگر یہ بات ہے کہ وہ سفارش قبول کئے جائینگے اس کے بارے میں (یعنی ان کی دعا قبول ہوگی اور اُس مُردے کی مغفرت ہو جاوے گی)۔

(۱۲) حدیث میں ہے جو اٹھائے چاروں طرفین چار پائی (جنازے کی) تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیئے جائینگے (اس کی تحقیق اوپر گزر چکی ہے)۔

(۱۳) حدیث میں ہے افضل اہل جنازہ کا (یعنی جو جنازے کے ہمراہ ہوتے ہیں ان میں) وہ ہے جو ان میں بہت زیادہ ذکر (اللہ تعالیٰ کا) کرے اس جنازے کے ساتھ اور جو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ (زمین پر) رکھ دیا جائے، اور زیادہ پورا کرنے والا پیمانہ (ثواب) کا وہ ہے جو تین بار اُس پر مٹھی بھر خاک ڈالے (یعنی ایسے شخص کو خوب ثواب ملے گا)۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ اپنے مردوں کو نیک قوم کے درمیان میں دفن کرو، اس لئے کہ بیشک مُردہ اذیت پاتا ہے بوجہ بُرے پڑوسی کے (یعنی فاسقوں یا کافروں کی قبروں کے درمیان ہونے سے مُردے کو تکلیف ہوتی ہے، اور صورت اذیت کی یہ ہے، فساق و کفار پر جو عذاب ہوتا ہے، اور وہ اس کی وجہ سے روتے چلاتے ہیں، اس واویلا کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، جیسا کہ اذیت پاتا ہے زندہ بوجہ بُرے پڑوسی کے)۔

(۱۵) حدیث میں ہے: جنازے کے ہمراہ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھو جنازے کے ہمراہ اگر ذکر کرے تو آہستہ سے کرے اس لئے کہ زور سے ذکر کرنا جنازے کے ساتھ شامی میں مکروہ لکھا ہے۔

(۱۶) صحیح حدیث میں ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے ایک خاص وجہ سے جواب باقی نہ رہی۔ آگاہ ہو جاؤ! پس اب زیارت کرو ان کی یعنی

① رواہ مسلم [باب من صلی علیہ مائة رقم الحديث: ۲۱۹۸] وغیرہ. [کنز العمال ۲۴۶/۱۵، رقم: ۴۲۲۶۲]

② رواہ ابن عساکر وغیرہ. [کنز العمال ۲۵۱/۱۵، رقم: ۴۲۳۳۱] ③ رواہ ابن النجار. [کنز العمال ۲۵۲/۱۵، رقم: ۴۲۳۴۲]

④ رواہ فی الحلیۃ. [کنز العمال ۲۵۴/۱۵، رقم: ۴۲۳۶۴] ⑤ رواہ الدیلمی مرفوعاً. [کنز العمال ۲۷۴/۱۵، رقم: ۴۲۵۷۱]

قبروں کی اس لئے کہ وہ (زیارتِ قبور) دل کو نرم کرتی ہے، اور دل کی نرمی سے نیکیاں عمل میں آتی ہیں، اور رُلائی ہے ہر آنکھ کو، اور یاد دلاتی ہے آخرت کو، اور تم نہ کہو کوئی غیر مشروع بات قبر پر۔

(۱۷) حدیث میں ہے میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے پس (اب) ان کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ زیارت بے رغبت کرتی ہے دُنیا سے اور یاد دلاتی ہے آخرت کو۔^(۱) زیارتِ قبور سنت ہے اور خاص کر جمعہ کے روز۔ اور حدیث میں ہے کہ جو ہر جمعہ کو والدین کی یا والد یا والدہ کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ خدمت گزار والدین کا لکھ دیا جائے گا (نامہ اعمال میں) رواہ البیہقی مرسلاً۔ مگر قبر کا طواف کرنا۔ بوسہ لینا منع ہے خواہ کسی نبی کی قبر ہو یا ولی کی یا کسی کی ہو۔ اور قبروں پر جا کر اول اس طرح سلام کرے اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاٰثِرِ۔ جیسا کہ ترمذی میں اور طبرانی میں یہ الفاظ سلام موتی کے لئے آئے ہیں، اور قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کی جانب منہ کر کے قرآن مجید پڑھے جس قدر ہو سکے۔ حدیث میں ہے کہ جو قبروں پر گزرے اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر مُردے کو بخشے تو موافق شمارِ مردوں کے اس کو بھی ثواب دیا جائے گا۔ نیز حدیث میں ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ الحمد اور سورہ اخلاص اور سورہ نکاث پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے مُردے اُسکی شفاعت کریں گے۔ اور نیز حدیث میں ہے کہ جو کوئی سورہ یٰسین قبرستان میں پڑھے تو مُردوں کے عذاب میں اللہ تخفیف فرمائے گا، اور پڑھنے والے کو بشمار ان مُردوں کے ثواب ملے گا۔ یہ تینوں حدیثیں مع سند ذیل میں عربی میں لکھ دی ہیں۔

(۱۸) حدیث میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مرد کہ گذرے کسی ایسے شخص کی قبر پر جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اُس پر سلام کرے، مگر یہ بات ہے کہ وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے (گو اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا)^(۲)

(۱) أخرج أبو محمد السمرقندی فی قل هو اللہ شریف کے فضائل میں ابو محمد سمرقندی

① رواہ ابن ماجہ۔ [رقم الحدیث: ۱۵۷۱، کذا فی کنز العمال ۲۷۲/۱۵، رقم: ۴۲۵۴۷] ② رواہ تمام وغیرہ مرفوعاً بسند جید۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، جو شخص قبرستان میں گزرے وہ گیارہ مرتبہ اس سورہ شریف کو پڑھ کر اہل قبور کو اس کا ثواب بخش دے تو پڑھنے والے کو اتنا ثواب ملے گا جس قدر مردے کہ اس قبرستان میں دفن ہیں۔

(۲) ابو القاسم سعد بن علی زنجانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس کے فضائل میں بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ الحمد اور قل هو اللہ احد اور الھکم التکاثر پڑھے اور کہے: الہی! میں نے اس پڑھنے کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان مرد و عورتوں کو بخشا، تو وہ سب مُردے روزِ جزا اس کی شفاعت کریں گے۔

(۳) عبدالعزیز صاحب خلال نے بروایت حضرت انس بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قبرستان میں آئے پھر سورہ یسین پڑھے اس قبرستان کے جن مُردوں پر عذاب ہو رہا ہے خدا تعالیٰ اس میں تخفیف فرمادیتے ہیں اور پڑھنے والے کو اتنا ثواب ہوتا ہے جس قدر مُردے اس قبرستان میں ہیں، ان احادیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور (ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت) میں بیان کیا ہے۔

فضائل قل هو اللہ احد عن علی مرفوعاً: ”من مر علی المقابر وقرأ (قل هو اللہ احد) إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات۔

(۲) أخرج أبو القاسم سعد بن علي الزنجاني في فوائده عن أبي هريرة مرفوعاً: من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله أحد والھکم التکاثر، ثم قال: اللهم إني قد جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له إلى الله تعالى۔

(۳) أخرج عبد العزيز صاحب خلال بسنده عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم وكان له بعدد من فيها حسنات، هذه أحاديث أوردھا الإمام السيوطي في شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور (ص ۳۱۱ مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت) قال المعلق علی رسالہ بہشتی گوہر ”الحديث الاول

والثالث يدلان ظاهراً على أن الثواب
الحاصل من الأحياء للأموات يصل إليهم
على السواء ولا يتجزأ (تأمل).
بہشتی گوہر کا بخشی کہتا ہے کہ حدیثِ اول و ثالث بظاہر
اس پر دلالت کرتی ہے کہ ثواب زندوں کی طرف سے
مردوں کو بغیر تقسیم کے برابر ملتا ہے۔

احقر اس کی توضیح میں کہتا ہے کہ مطلب اس قبرستان کے مردوں کے برابر ثواب ملنے سے یہ ہے کہ ثواب بخشنے والے
نے ایک نیکی کی ہے، اس کے معاوضہ میں اس کو اس قبرستان کے تمام مدفون مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی،
کیونکہ خداوند تعالیٰ جب اپنی رحمت سے مدفون مردوں کو ثواب بغیر تقسیم کئے پورا عنایت فرمائیں گے تو پڑھنے والے
کے لئے بھی جزا اس طرح ملے گی گویا اُس نے ہر مردے کے لئے علیحدہ علیحدہ پڑھ کر ثواب بخشا۔

مسائل^①

سوال (۱): جماعت میں امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد کوئی شخص آ کر شریک ہو تو اب اس کو ثناء یعنی
سبحانک اللہم پڑھنا چاہئے یا نہیں، اگر چاہئے تو نیت باندھنے کے ساتھ ہی یا کس وقت؟
جواب: نہیں پڑھنا چاہئے۔^②

سوال (۲): کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اب رکعت تو اس کو مل گئی مگر ثنائوت ہوئی۔ اب دوسری
رکعت میں ثنا پڑھنی چاہئے یا کسی اور رکعت میں یا ذمے سے ساقط ہوگئی؟
جواب: کہیں نہیں پڑھے۔^③

سوال (۳): رکوع کی تسبیح سہو سے سجدے میں کہی، یعنی بجائے سبحان ربی الأعلیٰ کے سبحان ربی
العظیم کہتا رہا یا برعکس اس کے تو سجدہ سہو تو نہ ہوگا یا نماز میں کوئی خرابی تو نہ ہوگی؟

① اس ضمیمہ میں یہ سات مسئلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اضافہ فرمائے ہیں (شبیر علی)۔

جواب: اس سے ترک سنت ہوا، اس سے سجدہ سہولاً لازم نہیں آتا۔^(۱)

سوال (۴): رکوع کی تسبیح سجدہ سہو میں کہہ چکا تھا اور پھر سجدہ ہی میں خیال آیا کہ یہ رکوع کی تسبیح ہے تو اب سجدے کی تسبیح یاد آنے پر کہنا چاہئے یا رکوع کی تسبیح کافی ہوگی؟

جواب: اگر امام یا منفرد ہے تو تسبیح سجدے کی کہہ لے اور اگر مقتدی ہے تو امام کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔^(۲)

سوال (۵): نماز میں جمائی جب نہ رکے تو منہ میں ہاتھ دے لینا چاہئے یا نہیں؟

جواب: جب ویسے نہ رکے تو ہاتھ سے روک لینا جائز ہے۔^(۳)

سوال (۶): ٹوپی اگر سجدے میں گر پڑے تو اسے پھر ہاتھ سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا چاہئے یا ننگے سر نماز پڑھے؟

جواب: سر پر رکھ لینا بہتر ہے اگر عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔^(۴)

سوال (۷): نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد جب کوئی سورۃ شروع کرے تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے، اور اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو شروع سورۃ پر بسم اللہ کہے، اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع شروع کرے تو بسم اللہ کہے یا نہیں؟

جواب: سورۃ کے شروع میں مندوب ہے اور رکوع پر نہیں۔ واللہ اعلم (کتبہ اشرف علی تھانوی)

مسئلہ: امام کو بغیر کسی ضرورت کے محراب کے سوا اور کسی جگہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، مگر محراب میں کھڑے ہونے کے وقت پیر باہر ہونے چاہئیں۔^(۵)

مسئلہ: جو دعوت نام آوری کے لئے کی جائے تو اس کا قبول نہ کرنا بہتر ہے۔^(۶)

مسئلہ: گواہی پر اجرت لینا حرام ہے، لیکن گواہ کو بقدر ضرورت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لئے لینا

① ۲/۴۴۲۔ ۳ رد المحتار ۲/۴۹۸۔ ۴ الدر المختار ۲/۴۹۱۔ ۵ طحاوی علی المراقی ص ۲۶۰۔

۶ ۲/۴۹۹۔ ۷ صفائی معاملات۔

جائز ہے، بقدر اُس وقت کے جو صرف ہوا ہے، جبکہ اُس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو۔^①

مسئلہ: اگر مجلس دعوت میں کوئی امر خلاف شرع ہو: سوا گروہاں جانے کے قبل معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے، البتہ اگر قوی اُمید ہو کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم اور لحاظ سے وہ امر موقوف ہو جائے گا تو جانا بہتر ہے، اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا: سوا اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں، عوام الناس سے ہے: سوا اگر عین کھانے کے موقع پر وہ امر خلاف شرع ہے تو وہاں نہ بیٹھے، اور اگر دوسرے موقع پر ہے خیر بجزوری بیٹھ جائے، اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے، اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اُسے بُرا سمجھے، اور اگر کوئی شخص مقتدائے دین نہ ہو، لیکن ذی اثر و صاحب وجاہت ہو کہ لوگ اس کے افعال کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں مقتدائے دین کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: بینک میں روپیہ جمع کر کے اُس کا سود لینا تو قطعی حرام ہے۔ بعض لوگ بینک میں اپنا روپیہ صرف حفاظت کے خیال سے رکھتے ہیں سود نہیں لیتے، مگر یہ ظاہر ہے کہ بینک اس رقم کو محفوظ نہیں رکھے گا، بلکہ سودی کاروبار پر لگائے گا، اس طرح اس میں بھی ایک قسم کی اعانت گناہ پائی جاتی ہے جو احتیاط کے خلاف ہے۔ ہاں روپیہ کی حفاظت کے لئے صاف بے غبار صورت یہ ہے کہ بینک کی تجویروں کے ایک دو خانے (جتنی ضرورت ہو) کرایہ پر لے لئے جائیں اور ان میں روپیہ رکھا جائے۔ زیادہ روپیہ ہے تو پوری تجوری کرایہ پر لے لی جائے، جب روپیہ رکھنے کی ضرورت ہو اسمیں رکھ دے، اور جب ضرورت ہو نکال لے، اس طرح روپیہ بھی محفوظ رہے گا اور سود وغیرہ کا گناہ بھی نہ ہوگا۔ اس طرح پوری تجوری یا اس کے خانے کرایہ پر لینے کو بینک کی اصطلاح میں (لاکر) میں رکھنا کہتے ہیں، یہ ضرور ہوگا کہ اس طرح بجائے روپیہ کا منافع ملنے کے اپنے پاس سے کرایہ کی رقم خرچ کرنا ہوگی، مگر ایک عظیم گناہ سے بچنے اور اپنی پاک کمائی میں سود جیسی ناپاک چیز کی آمیزش کرنے سے بچ سکتے ہیں، جو مسلمان کے لئے ایک عظیم مقصد کا درجہ رکھتا ہے جس کے سامنے یہ خرچ بہت معمولی ہے۔

① الہندیہ ۲۳۴ و ۲۵۲/۴۔ اس مسئلہ کی عبارت حضرت حکیم الامتہ **رحمۃ اللہ علیہ** کی تھی، بلکہ جن صاحب نے ضمیمے لکھے ان کی تھی اور اس عبارت میں بینک روپیہ رکھنے کو مطلقاً حرام کہا تھا جو اس زمانہ میں باعث تکلیف اور حرج تھا، لہذا پورے مسئلہ کی عبارت بمشورہ جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی زید مجدہم درست کر دی گئی اور ایک سہل صورت تجویز کر دی گئی، اللہ تعالیٰ تو فیئ عمل عطا فرمائیں۔ (شبیر علی)

مسئلہ: جو شخص پاخانہ کر رہا ہو یا پیشاب کر رہا ہو تو اس کو سلام کرنا حرام ہے اور اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص چند لوگوں میں کسی کا نام لے کر اس کو سلام کرے، مثلاً یوں کہے: السلام علیک یا زید، تو جس کو سلام کیا ہے اس کے سوا کوئی اور جواب دیوے تو وہ جواب نہ سمجھا جائیگا، اور جس کو سلام کیا اس کے ذمہ جواب فرض باقی رہے گا، اگر جواب نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا، مگر اس طرح سلام کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت کا طریق یہ ہے کہ جماعت میں کسی کو خاص نہ کرے اور السلام علیکم کہے (مؤلف)۔ اور اگر کسی ایک ہی شخص کو سلام کرنا ہو جب بھی یہی لفظ استعمال کرے، اور اسی طرح جواب میں بھی خواہ جواب جس کو دیا جاتا ہے ایک ہی شخص ہو یا زیادہ ہوں ”وعلیکم السلام“ کہنا چاہئے۔

مسئلہ: سوار کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہئے، اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور تھوڑے سے لوگ بہت لوگوں کو سلام کریں، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے، مثلاً بہت سے لوگ تھوڑوں کو یا بڑا چھوٹے کو سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے، مگر بہتر وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ (ق)

مسئلہ: غیر محرم مرد کے لئے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا، یا کسی ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اور اسی طرح نامحرم عورتوں کے لئے مردوں کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس لئے کہ ان صورتوں میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر کسی بڑھی عورت کو یا بڑھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر غیر محرم سے ایسے تعلقات رکھنا ایسی حالت میں بھی بہتر نہیں۔ ہاں جہاں کوئی خصوصیت اس کی مقتضی ہو اور احتمال فتنہ کا نہ ہو تو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ: جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کہ کافروں کو نہ سلام کرے، اور اسی طرح فاسقوں کو بھی، اور جب کوئی حاجت ضروری ہو تو مضائقہ نہیں، اور اگر اس کے سلام اور کلام کرنے سے اُنکے ہدایت پر آنے کی اُمید ہو تو بھی سلام کر لے۔

مسئلہ: جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل کی گفتگو کر رہے ہوں، پڑھتے پڑھاتے ہوں، یا ان میں

سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سُن رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا، اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی (مؤذن یا غیر مؤذن کو) سلام کرنا مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے ان تینوں صورتوں میں
① جواب نہ دے۔



ضمیمہ ثانیہ بہشتی گوہر مسماۃ بہ

تعديل حقوق الوالدين

از جانب محشی بہشتی گوہر التماس ہے کہ یہ مضمون ”تعديل حقوق الوالدين“ جو بعنوان ضمیمہ ثانیہ کے درج کیا جاتا ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا تحریر فرمودہ ہے، جس میں والدین کے حقوق کی تحقیق و تفصیل کی گئی ہے، ہر چند کہ بہشتی زیور حصہ پنجم میں بضمن حقوق، حقوق والدین کا بھی اجمالی تذکرہ آچکا ہے، لیکن چونکہ وہ مشترک تھا عورتوں اور مردوں کے درمیان، اور اس موجودہ مضمون کا تعلق زیادہ مردوں سے ہے، اس لئے بہشتی گوہر میں اس کا ملحق کرنا مناسب معلوم ہوا۔ پس اس کو حصہ پنجم بہشتی زیور کا متمم سمجھنا چاہئے، اور مضمون مذکور یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ”اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُوْذُوْا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ . [النساء: ۵۸] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو، اور جب تم لوگوں میں حکم کرو انصاف سے حکم کرو۔

اس آیت کے عموم سے دو حکم مفہوم ہوئے: ایک یہ ہے کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق واجبہ کا ادا کرنا واجب ہے، دوسرے یہ کہ ایک حق کے لئے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا ناجائز ہے، ان دونوں حکم کلی کے متعلقات میں سے وہ خاص دو جزئی مواقع بھی ہیں جن کے متعلق اس وقت تحقیق کرنے کا قصد ہے، ایک ان میں سے والدین کے حقوق واجبہ وغیرہ واجبہ کی تعیین ہے۔ دوسرے والدین کے حقوق اور زوجہ یا اولاد کے حقوق میں تعارض و تراحم کے وقت ان حقوق کی تعدیل ہے، اور ضرورت اس تحقیق کی یہ ہوئی کہ واقعات غیر محصورہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح بعض بے قید لوگ والدین کے حق میں تفریط کرتے ہیں، اور ان کے وجوب اطاعت کی نصوص کو نظر انداز کرتے ہیں، اور ان کے حقوق کا وبال اپنے سر لیتے ہیں، اسی طرح بعض دین دار والدین کے حق میں افراط کرتے ہیں، جس سے دوسرے صاحب حق کے حقوق مثلاً زوجہ کے یا اولاد کے تلف ہوتے ہیں، اور ان کے وجوب رعایت کی نصوص کو نظر

انداز کرتے ہیں، اور اُن کے اتلافِ حقوق کا وبال اپنے سر لیتے ہیں، اور بعض کسی صاحبِ حق کا حق تو ضائع نہیں کرتے، لیکن حقوقِ غیر واجبہ کو واجب سمجھ کر اُن کے ادا کا قصد کرتے ہیں، اور چونکہ بعض اوقات اُن کا تحمل نہیں ہوتا اس لئے تنگ ہوتے ہیں، اور اس سے وسوسہ ہونے لگتا ہے کہ بعض احکامِ شرعیہ میں ناقابلِ برداشت سختی اور تنگی ہے، اس طرح سے ان بیچاروں کے دین کو ضرر پہنچتا ہے، اور اس حیثیت سے اس کو بھی صاحبِ حق کے حقوق واجبہ ضائع کرنے میں داخل کر سکتے ہیں، اور وہ صاحبِ حق اس شخص کا نفس ہے کہ اس کے بھی بعض حقوق واجب ہیں کما قال **ﷺ**: **إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا** (تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے) اور ان حقوقِ واجبہ میں سب سے بڑھ کر حفاظت اپنے دین کی ہے۔ پس جب والدین کے غیر واجب حق کو واجب سمجھنا مفضی ہو اس معصیت مذکورہ کی طرف، اس لئے حقوقِ واجبہ وغیرہ کا امتیاز واجب ہوا، اس امتیاز کے بعد پھر اگر عملاً ان حقوق کا التزام کر لے گا، مگر اعتقاداً واجب نہ سمجھے گا تو محذور لازم نہ آئے گا۔ اس تنگی کو اپنے ہاتھوں کی خریدی ہوئی سمجھے گا۔ اور جب تک برداشت کرے گا اس کی عالی ہمتی ہے، اور اس تصور میں بھی ایک گونہ حظ ہوگا کہ میں باوجود میرے ذمہ نہ ہونے کے اس کا تحمل کرتا ہوں، اور جب چاہے گا سبکدوش ہو سکے گا، غرض علمِ احکام میں ہر طرح کی مصلحت ہی مصلحت ہے، اور جہل میں ہر طرح کی مضرت ہی مضرت ہے، پس اسی تمیز کی غرض سے یہ چند سطور لکھتا ہوں۔ اب اس تمہید کے بعد اول اس کے متعلق ضروری روایات حدیثیہ وفقہیہ جمع کر کے پھر اُن سے جو احکام ماخوذ ہوتے ہیں ان کی تقریر کر دوں گا، اور اس کو اگر ”تعدیل حقوق والدین“ کے لقب سے نامزد کیا جائے تو نازیبا نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

نوٹ: عربی عبارت کا حاصل مطلب اُردو میں عوام کے فائدہ کے لئے اس مرتبہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

فی المشکوۃ: ① عن ابن عمر قال: كانت
تحتي امرأة أحبها، وكان عمر **رضی اللہ عنہ**
يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر
رسول اللہ **ﷺ** فذكر ذلك له فقال لي
عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک
عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اُس سے محبت رکھتا
تھا، مگر حضرت عمر میرے باپ اس سے ناخوش تھے،
انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے،

میں نے انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دیدے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ طلاق کا امر بطور استحباب کے تھا، اگر وہاں پر کوئی اور سبب بھی موجود تھا تو وجوب کے لئے تھا۔ امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والد کا حق مقدم ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ والد اس عورت کو کسی غرض فاسد کی وجہ سے برا نہ سمجھتا ہو، جیسا کہ حضرت عمر کسی غرض فاسد کی وجہ سے اُسے برا نہ سمجھتے تھے۔ حضرت معاذ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کی نافرمانی ہر گز نہ کر، اگرچہ وہ تجھ کو یہ حکم کریں کہ اہل و عیال اور مال سے علیحدہ ہو جا، مرقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ مبالغہ اور کمال اطاعت کا بیان ہے، ورنہ اصل حکم کے لحاظ سے لڑکے کے لئے اپنے والدین کے فرمانے پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں، اگرچہ ماں باپ کو بیوی کے طلاق نہ دینے سے سخت تکلیف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے کبھی لڑکے کو سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور ماں باپ کی شفقت سے یہ بعید ہے

رسول اللہ ﷺ: طلقھا، رواہ الترمذی، فی المرقاۃ: ① ”طلقھا“ أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر، وقال الإمام الغزالي في الإحياء (۲/۲۶ كشوري) في هذا الحديث، فهذا يدل على أن حق الوالد مقدم ولكن والد يكرهها لا لغرض فاسد مثل عمر، في المشكوة: ② عن معاذ قال: أوصاني رسول الله ﷺ (وساق الحديث) وفيه: لا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلک ومالک، (الحديث). في المرقاۃ ③ شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، أما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة امرأة بفرقائها وإن تأذيا ببقاءها إيذاءً شديداً؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها، فلا يكلفه لأجلهما؛ إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به، فالزامهما له به مع ذلك حمق منهما، ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله. انتهى مختصراً، قلت: والقريضة على كونه للمبالغة اقترانه بقوله عليه السلام في ذلك

الحديث: "لا تشرك بالله وإن قتلت أو حرقت" فهذا للمبالغة قطعاً، وإلا فنفس الجواز بتلفظ كلمة الكفر وأن يفعل ما يقتضي الكفر ثابت بقوله تعالى: "مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إيمانه إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ" [النحل ١٠٦] الآية فافهم، في المشكوة: عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ من أصبح مطيعاً لله في والديه (الحديث) وفيه: قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه (رواه البيهقي في شعب الإيمان) في المرقاة: في والديه أي في حقهما، وفيه: أن طاعة الوالدین لم تكن طاعة مستقلة، بل هي طاعة الله التي بلغت توصيتها من الله تعالى بحسب طاعتها لطاعته إلى أن قال: ويؤيده أنه ورد "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" وفيها: وإن ظلماه، قال الطيبي: يراد بالظلم ما يتعلق بالأمور الدنيوية لا الأخروية، قلت: وقوله ﷺ هذا: "وإن ظلماه" كقوله عليه السلام في إرضاء المصدق: أرضوا

کہ وہ بیٹے کی تکلیف کو جانتے ہوئے اس کا حکم کریں کہ وہ بیوی یا مال کو علیحدہ کر دے، پس ایسی صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مبالغہ کیلئے ہونے کا یہ قرینہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کر اگرچہ تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے، اور یہ یقیناً مبالغہ ہے ورنہ کلمہ کفر ایسی مجبوری کی حالت میں کہنا اللہ تعالیٰ کے فرمان "مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إيمانه" سے ثابت ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ میں اللہ کا مطیع ہوتا ہے تو اگر دونوں ہوں تو دو دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک، اور اگر نافرمانی کرتا ہے تو اگر دونوں کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لئے دو دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کرتے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: اگرچہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔ مرقاة میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ماں باپ میں کر نیکا

مطلب یہ ہے کہ اُن کے حقوق میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اُن کے حقوق ادا کرتا ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ والدین کی اطاعت مستقل ان کی اطاعت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور سے وصیت فرمائی ہے، اس لئے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھتے ہوئے کرنی چاہئے، یعنی جو بات وہ خدا کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہئے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اُسے نہ ماننا چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں۔ اور مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم سے مراد حدیث میں دنیوی ظلم ہے اُخروی ظلم نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگرچہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے، اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کریں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔ ”لمعات“ میں

① مصدقکم وإن ظلمتم“ (رواہ ابو داود) لقوله عليه السلام فيهم: وإن ظلموا فعليهم، الحديث (رواہ ابو داود) ومعناه على مافي اللمعات: قوله: ”وإن ظلموا“ أي بحسب زعمكم أو على الفرض والتقدير مبالغة، ولو كانوا ظلمين حقيقة كيف يأمرهم بإرضائهم، في المشكوة: عن ابن عمر عن النبي ﷺ: في قصة ثلاثة نفر يتماشون، وأخذهم المطر، فمالوا إلى غار في الجبل، فأنحطت على فم غارهم صخرة،..... فأطبقت عليهم،..... فذكر أحدهم من أمره: فقامت عند رؤسهما (أي الوالدین الذین کانا شیخین کبیرین کما فی هذا الحديث) أكره أن أوظفهما وأكره أن أبدا بالصبية قبلهما، والصبية يتضاغون عند قدمي. (الحديث)، متفق عليه، في المرقاة: تقديماً لإحسان الوالدین علی المولودین لتعارض صغرهم بکبرهما؛ فإن الرجل الكبير يبقى كالطفل الصغير، قلت: وهذا التضاعي كما في قصة أضياف أبي

لکھا ہے اس سے مقصود مبالغہ ہے یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے۔ ”مشکوٰۃ“ میں ابن عمر رسول اللہ ﷺ سے (ان تین آدمیوں کے قصہ میں) روایت کرتے ہیں جو کہیں چلے جا رہے تھے اور بارش آگئی، وہ ایک پہاڑ میں غار کے اندر چلے گئے، اس کے بعد غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر گر پڑا اور اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ تم اپنے اپنے نیک اعمال دیکھو جو خالص اللہ کے واسطے کئے ہوں اور ان کا واسطہ دے کر دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ دروازہ کھول دے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور شام کو جب گھر آتا تو بکریوں کا دودھ نکال کر اپنے ماں باپ کو اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تھا۔ ایک دن میں بہت دُور چلا گیا اور جب شام کو آیا تو میں نے اپنے ماں باپ کو سویا ہوا پایا، میں نے حسبِ معمول دودھ نکالا اور دودھ کا برتن لے کر اُن کے سر کے پاس کھڑا ہوا اور ان کو جگانا اچھا نہ سمجھا، اور یہ بھی بُرا سمجھا کہ ان سے پہلے بچوں

طلحہ، قال: فعليهم بشيء، ونؤمهم في جواب قول امرأته لما سألتها هل عندك بشيء؟ قالت: لا إلا قوة صبياني، ومعناه كما في اللغات قالوا: وهذا محمول على أن الصبيان لم يكونوا محتاجين إلى الطعام، وإنما كان طلبهم على عادة الصبيان من غير جوع، وإلا وجب تقديمهم، وكيف يتركان واجبا، وقد أثنى الله عليهما. قلت: أيضا ومما يؤيد وجوب الإضراري إلى هذا التأويل تقدّم حق الولد الصغير على حق الوالد في نفسه، كما (في الدر المختار، باب النفقة) ولوله أب وطفل فالطفل أحق به، وقيل: (بصيغة التمر يض) يقسمها فيهما، في كتاب الآثار لإمام محمد رحمته عليه (ص ۱۹۳). عن عائشة قالت: أفضل ما أكلتم كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم، قال محمد: لا بأس به إذا كان محتاجاً أن يأكل من مال ابنه بالمعروف، فإن كان غنيا فأخذ منه شيئا فهو دين عليه، وهو قول أبي حنيفة، وعن محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال: ليس

لأب من مال ابنه شيء إلا أن يحتاج إليه
من طعام أو شراب أو كسوة، قال محمد:
وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمہ اللہ علیہ. في
كنز العمال [۸/۲۸۳] عن الحاكم
وغیره: إن أولادكم هبة الله تعالى لكم،
يهب لمن يشاء إن شاء ويهب لمن يشاء
الذكور، فهم وأموالهم لكم إذا احتجتم
إليها. (سندہ صحیح، محشی)، قلت: دل
قوله عليه السلام في الحديث: "إذا
احتجتم على تقييد الإمام محمد قول
عائشة: "إن أولادكم من كسبكم" بما
إذا كان محتاجاً، ويلزم التقييد كونه ديناً
عليه من غير حاجة كما هو ظاهر، قلت:
وأيضاً فسر أبو بكر الصديق بهذا قوله عليه
السلام "أنت ومالك لأبيك" قال أبو بكر:
إنما يعني بذلك النفقة. رواه البيهقي،
(كذا في تاريخ الخلفاء) وفي الدر المختار:
لا يفرض (القتال) على صبي وبالغ له أبوان
أو أحدهما؛ لأن طاعتهما فرض عين، إلى
أن قال: لا يحل سفر فيه خطر إلا بإذنهما،

کو پلاؤں اور بچے میرے پیروں میں پڑے روتے
چلا تے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں کہتا ہوں
کہ یہ بچوں کا رونا چلانا ایسا ہی تھا جیسا کہ ابو طلحہ کے
مہمانوں کے قصہ میں ہے، جب انہوں نے اپنی
بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے
کے لئے ہے؟ بیوی نے کہا: نہیں، صرف بچوں کی
خوراک ہے تو ابو طلحہ نے کہا کہ بچوں کو بہلا بھسلا کر
سلا دو۔ "لمعات" میں لکھا ہے کہ علماء نے اس کو اس
پر محمول کیا ہے کہ وہ بچے بھوکے نہیں تھے بلکہ
بلا بھوک مانگ رہے تھے جیسا کہ بچوں کی عادت
ہوتی ہے، ورنہ اگر وہ بھوکے ہوتے تو ان کو کھلانا
واجب تھا اور واجب کو وہ کیسے ترک کر سکتے تھے،
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابو طلحہ اور ان کی بیوی کی تعریف
کی۔ میں کہتا ہوں کہ اس تاویل کی ضرورت اس سے
بھی ثابت ہوئی کہ والد سے چھوٹے بچے کا حق مقدم
ہے، جیسا کہ "در مختار" میں ہے کہ اگر کسی کا باپ اور
بیٹا دونوں موجود ہوں تو خرچہ کے اعتبار سے بیٹا باپ
سے زیادہ مستحق ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ
دونوں پر تقسیم کر دے۔ امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی "کتاب
الاثار" میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے

وما لا خطر فيه يحل بلا إذن، ومنه السفر في طلب العلم، في رد المحتار: ^① مع أنهما في سعة من منعة إذا كان يدخلهما من ذلك مشقة شديدة، وشمل الكافرين أيضاً أو أحدهما إذا كره خروجه مخافة ومشقة وإلا بل لكرهه قتال أهل دينه فلا يطيعه مالم يخف عليه الضيعة؛ إذ لو كان معسراً محتاجاً إلى خدمة فرضت عليه ولو كافراً، وليس من الصواب ترك فرض عين ليتوصل إلى فرض كفاية. قوله: فيه خطر كالجهاد وسفر البحر. قوله: وما لا خطر كالسفر للتجارة والحج والعمرة يحل بلا إذن إلا إن خيف عليهما الضيعة سرخسي. قوله: ومنه السفر في طلب العلم؛ لأنه أولى من التجارة إذا كان الطريق آمناً ولم يخف عليهما الضيعة، سرخسي. قلت: ومثله في البحر الرائق والفتاوى الهندية، وفيها أي في الهندية في مسألة: فلا بد من الاستيذان فيه إذا كان له منه بد، ^② (في الدر المختار، باب النفقة)، (۲۴۲/۶)

کہ سب سے بہتر روزی اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں داخل ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب باپ محتاج ہو تو بیٹے کے مال میں سے کھانے کا مضائقہ نہیں، لیکن ضرورت کے مطابق خرچ کرے، فضول خرچی نہ کرے۔ اگر باپ مالدار ہے اور پھر بیٹے کا مال لیتا ہے تو وہ اُس پر قرض ہے، یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ معمول بہ ہے۔ امام محمد امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حماد سے اور وہ ابراہیم سے کہ باپ کے لئے بیٹے کے مال میں سے کوئی حق نہیں مگر یہ کہ وہ کھانے پینے کپڑے کا محتاج ہو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی پر ہم عمل کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔ ”کنز العمال“ میں حاکم وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے دیتے ہیں۔ پس وہ اولاد اور ان کا مال تمہارے لئے ہے جب تم کو ضرورت ہو، میں کہتا ہوں کہ حضور کا یہ قول کہ (جب تم کو ضرورت ہو) اس مسئلہ پر دلالت کرتا ہے جو مسئلہ ابھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے اخذ کیا تھا۔

نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ ”تو اور تیرا مال اپنے باپ کے لئے ہے“ یہ ہی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد نان نفقہ ہے۔ ”در مختار“ میں ہے کہ ایسے نابالغ اور جوان لڑکے پر جہاد فرض نہیں ہوتا جس کے ماں باپ دونوں یا ایک موجود ہوں، کیونکہ ان کی اطاعت فرض عین ہے، اور کوئی ایسا سفر کرنا جائز نہیں جس میں خطرہ ہو مگر ان کی اجازت سے۔ اور جس میں خطرہ نہ ہو وہ بلا اجازت جائز ہے، منجملہ اس کے علم حاصل کرنے کے لئے سفر بھی ہے۔ ”رد المحتار“ میں ہے کہ ماں باپ کو اس سفر سے روکنے کی گنجائش ہے جبکہ اس کی وجہ سے وہ سخت مشقت میں مبتلا ہوتے ہوں۔ اور کافر ماں باپ کا بھی یہی حکم ہے جبکہ اس کے سفر سے ان کو اندیشہ ہو۔ اور اگر وہ اپنے اہل دین کے قتال کی وجہ سے روکتے ہوں تو ان کی اطاعت نہ کرے جب تک کہ اُن کی

ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ اگر وہ تنگ دست اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس پر خدمت فرض ہے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ اور فرض عین کو فرض کفایہ کی خاطر ترک کرنا ٹھیک نہیں۔ وہ سفر جس میں خطرہ ہو جیسے جہاد اور سمندر کا سفر ہے۔ اور جس میں خطرہ نہیں جیسے تجارت، حج، عمرہ کے لئے سفر کرنا وہ بلا اجازت جائز ہے مگر یہ کہ ہلاکت کا خوف ہو، اور علم کا سفر بھی اسی میں داخل ہے جب کہ راستہ مامون ہو اور ہلاکت کا خوف نہ ہو۔ ”بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ“ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور فتاویٰ ہندیہ میں ایک مسئلہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ والدین سے اجازت لینا ضروری

و کذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله وعن أهلها الخ، وفي رد المحتار: بعد ما نقل الأقوال المختلفة مانصه: ففي الشريفة ذات اليسار لابد من أفرادها في دار، ومتوسطة الحال يكفيها بيت واحد من دار، وأطال إلى أن قال: وأهل بلادنا الشامية لا يسكنون في بيت من دار مشتملة على أجنب، وهذا في أوساطهم فضلاً عن أشرفهم، إلا أن تكون داراً موروثه بين إخوة مثلاً، فيسكن كل منهم في جهة منها مع الاشتراك في مرافقها، ثم قال: لا شك أن المعروف يختلف باختلاف الزمان والمكان، فعلى المفتي أن ينظر إلى حال أهل زمانه وبلده؛ إذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف.

ہے جب کہ ضروری کام نہ ہو۔ ”در مختار“ باب النفقة میں ہے کہ بیوی کے لئے ایسا گھر دینا جس میں کوئی بیوی یا شوہر کے اقارب سے نہ رہتا ہو واجب ہے۔ ”در مختار“ میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شریف مال دار عورت کے لئے علیحدہ ایک گھر دینا ضروری ہے (اور متوسط درجہ کی عورت کے لئے گھر کا ایک کمرہ کافی ہے۔)، اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے شام کے شہروں میں متوسط درجہ کے لوگ بھی ایسے گھروں میں نہیں رہتے جن میں اجنبی لوگ رہتے ہوں، چہ جائیکہ امیر اور شریف لوگ رہیں، مگر یہ کہ گھر چند بھائیوں کے درمیان مشترک اور موروث ہو تو ایسی صورت میں ہر ایک اپنے حصہ میں رہتا ہے، اور گھر کے حقوق و ضروریات مشترک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کہا ہے کہ عرف زمان اور مکان کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے۔ مفتی کو زمان اور مکان پر نظر رکھنی ضروری ہے، بلا اس کے معاشرت بالمعروف حاصل نہیں ہو سکتی۔ (ترجمہ ختم ہو گیا)

ان روایات سے چند مسائل ظاہر ہوئے:

(۱) اول جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں واجب ہونے کا تو کیا احتمال ہے۔ اس قاعدے میں یہ فروع بھی آگئے: مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس شخص کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے، اور مثلاً بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر سے ماں باپ سے جُدا رہنے کا مطالبہ کرے، پس اگر وہ اس کی خواہش کرے اور ماں باپ اس کو شامل رکھنا چاہیں، تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان میں شامل رکھے بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو جُدا رکھے، یا مثلاً حج و عمرہ کو یا طلب العلم بقدر الفریضۃ کو نہ جانے دیں تو اس میں ان کی اطاعت ناجائز ہوگی۔

(۲) دوم جو امر شرعاً ناجائز ہو اور ماں باپ اس کا حکم کریں اس میں بھی ان کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم کریں یا رسومِ جہالت اختیار کروائیں، و علیٰ ہذا۔

(۳) سوم جو امر شرعاً نہ واجب ہو اور نہ ممنوع ہو بلکہ مباح ہو بلکہ خواہ مستحب ہی ہو اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کو کہیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا چاہئے کہ اس امر کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ بدون اس کے تکلیف ہوگی۔ مثلاً غریب آدمی ہے، پاس پیسہ نہیں، بستی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں، مگر ماں باپ نہیں جانے

دیتے یا یہ کہ اس شخص کو ایسی ضرورت نہیں، اگر اس درجہ کی ضرورت ہے تو اس میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں۔ اور اگر اس درجہ ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کرنے میں کوئی خطرہ یا اندیشہ ہلاک یا مرض کا ہے یا نہیں، اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے بوجہ کوئی خادم و سامان نہ ہونے کے خود اُن کے تکلیف اُٹھانے کا احتمال قوی ہے یا نہیں۔ پس اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے غائب ہو جانے سے ان کو بوجہ بے سرو سامانی تکلیف ہوگی تب تو اُن کی مخالفت جائز نہیں، مثلاً غیر واجب لڑائی میں جاتا ہے یا سمندر کا سفر کرتا ہے یا پھر کوئی ان کا خبر گیر نہیں رہے گا، اور اس کے پاس اتنا مال نہیں جس سے انتظام خادم و نفقہ کافیہ کا کر جائے، اور وہ کام اور سفر بھی ضروری نہیں تو اس حالت میں ان کی اطاعت واجب ہوگی۔ اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ ان کی کوئی مشقت اور تکلیف ظاہری کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر باوجود ان کی ممانعت کے جائز ہے، گو مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے، اور اسی کلیہ سے ان فروع کا بھی حکم معلوم ہو گیا کہ مثلاً وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو بلا وجہ معتد بہ طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں۔ و حدیث ابن عمر یحمل علی الاستحباب أو علی أن أمر عمر کان عن سبب صحیح، اور مثلاً وہ کہیں کہ تمام کمائی اپنی ہم کو دیا کرو تو اس میں بھی اطاعت واجب نہیں، اور اگر وہ اس چیز پر جبر کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ و حدیث ”أنت و مالک لأبیک“ محمول علی الاحتیاج، کیف وقد قال النبی ﷺ: لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“، اور اگر وہ حاجتِ ضروریہ سے زائد بلا اذن لیں گے تو وہ ان کے ذمہ دین ہوگا جس کا مطالبہ دُنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہ دیں گے قیامت میں دینا پڑے گا۔ فقہاء کی تصریح اس کے لئے کافی ہے وہ اس کے معافی کو خوب سمجھتے ہیں، خصوصاً جبکہ حدیثِ حاکم میں بھی إذا احتجتم کی قید مصرح ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: اشرف علی ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

مقام تھانہ بھون

مصادر

اسم الكتاب والمصنف	مطبوعه
رد المحتار على الدر المختار، ابن عابدين شامي	مکتبه رشیدیہ کوئٹہ
البحر الرائق، للنسفي ابي البركات	دار إحياء التراث العربي
فتاوى عالمگیری، الشيخ نظام	قدیمی کتب خانہ
بدائع الصنائع، علاء الدين الكاساني	مکتبه رشیدیہ کوئٹہ
الهدايه فى شرح البدايه، للمرغيناني	مکتبة البشرى
مشکوٰۃ المصابيح	قدیمی کتب خانہ

ستطع قريبا بعون الله تعالى

الكتب المطبوعة

ملونة - مجلدة / كرتون مقوي

المقامات للحريري	قاموس البشرى (عربي - اردو)
تفسير البيضاوي	كنز الدقائق
التبيان في علوم القرآن	نور الإيضاح
تفسير الجلالين (٣ مجلدات)	

ملونة - مجلدة

صحيح مسلم (٧ مجلدات)	مشكاة المصابيح (٤ مجلدات)
الهداية (٨ مجلدات)	أصول الشاشي
نور الأنوار (مجلدين)	نفحة العرب
مختصر القدوري	شرح التهذيب
منتخب الحسامي	مختصر المعاني (مجلدين)

ملونة - كرتون مقوي

متن العقيدة الطحاوية	زاد الطالبين
هداية النحو (مع الخلاصة والصارين)	هداية النحو (المتداول)
المرفقات	الكافية
السراجي	شرح التهذيب
دروس البلاغة	شرح العقائد
إيساغوجي	شرح عقود رسم المفتي
شرح مائة عامل	

غير ملونة - مجلدة

هادي الأنام	فتح المغطى شرح كتاب الموطأ
-------------	----------------------------

غير ملونة - كرتون مقوي

صلاة الرجل على طريق السنة والآثار	صلاة المرأة على طريق السنة والآثار
-----------------------------------	------------------------------------

زیر طبع

طبع شدہ

مجلد / کارڈ کور

جزاء الاعمال	حصن حصین
آداب المعاشرت	تعلیم الدین
حیات المسلمین	تعلیم العقائد
	زاد السعید

رنگین - مجلد

لسان القرآن (اول، دوم، سوم)	الحزب الأعظم (ایک میزبانی ترتیب پر)
خصائل نبوی شرح شامل ترمذی	تعلیم الاسلام (کٹل)
بہشتی زیور (۳ حصے)	خطبات الاحکام لجمعات العام
تفسیر عثمانی	

رنگین - کارڈ کور

روضۃ الادب	الحجۃ (بچہ ناگنا) (جدید ایڈیشن)
الحزب الأعظم (مینی)	علم الخو
تیسرے المنطق	عربی کا معلم (اول، دوم)
علم الصرف (اولین، و آخرین)	خیر الأصول فی حدیث الرسول
عربی صفوۃ المصادر	عربی کا آسان قاعدہ
تسہیل المبتدی	فوائد مکبہ
فارسی کا آسان قاعدہ	بہشتی گوہر
جمال القرآن	تاریخ اسلام
سیر الصحابیات	

سادہ - مجلد

فضائل اعمال	منتخب احادیث
-------------	--------------

سادہ - کارڈ کور

مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم)	اکرام مسلم
-----------------------------------	------------

Books In English & Other Languages

(Published Books)

- Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1,2,3)
- Lisaan-ul-Quran (Vol. 1,2)
- Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1,2)
- Al-Hizbul Azam (Large) (H.Binding)
- Al-Hizbul Azam (Small) (Card Cover)
- Riyad us Saleheen (Spanish) (H.Binding)
- Secrete of Salah (Card Cover)

(To be Published Shortly Insha Allah)

- Taleem-ul-Islam (Coloured)
- Cupping Sunnah & Treatment (Coloured)
- Al-Hizbul Azam (French) (Coloured)
- Lisaan-ul-Quran (Vol. 3)
- Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 3)

ایک نیا